کسی نے تری طرح سے اے انیس
عروسِ سخن کو سنوارا نہیں

اِنتخابِ

مِیرؔ

اُنیسواں ایڈیشن ۲۰۰۰

تعارف

بس لے تری طرح سے اے انیس — عروس سخن کو سنوارا نہیں

میر ببر علی نام، انیس تخلص، پیدائش (بمقام فیض آباد) ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۲ء، وفات (بمقام لکھنؤ) ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء۔ صاحب مثنوی سحر البیان یعنی میر حسن کے پوتے، اور مشہور مرثیہ گو یعنی میر خلیق کے فرزند ارجمند تھے۔ گھرانے میں پانچ پشتوں سے شعر گوئی کا سلسلہ چلا آتا تھا، اسی ماحول میں ہوش سنبھالا، خاندانی روایت اور فطری صلاحیت کے سائے میں شاعری کا آغاز کیا اور پدر بزرگوار کی رہنمائی اور اصلاح سے ترقی کے مدارج طے کرنے لگے۔ باپ سے چھپ کر غزل بھی کہتے تھے، جب انہیں معلوم ہوا تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور ہدایت فرمائی کہ آئندہ غزل نہ کہنا اور ساری عمر محمدؐ و آل محمدؐ کی مداحی اور مرثیہ گوئی میں بسر کر دینا ہونہار اور اطاعت شعار بیٹے نے اس نصیحت کو گرہ میں باندھ لیا اور مدۃ العمر خانوادۂ رسالت کی ثنا گستری کے سوا، اور کسی صنف سخن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بارگاہ ایزدی سے اس کا یہ اجر ملا کہ تھوڑی ہی مدت میں آسمان مرثیہ گوئی کے آفتاب بن کر ابھرے اور اس فن کے ناخدا کہلائے۔ زبان اور روزمرہ پر خدا نے یہ اقتدار عطا فرمایا کہ آج تک ان کا کلام صحتِ استعمال کی سند میں پیش کیا جاتا ہے۔

میر انیس نے صدہا مرثیے کہے، جو ہزارہا اشعار پر مشتمل ہیں، وہ اردو زبان میں رزمیہ شاعری اور نفسیاتی اسلوب بیان کے موجد ہیں، مناظر فطرت اور مظاہر قدرت کا سماں باندھنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کی نظم میں اتنی سلاست اور روانی ہے کہ اس کی نثر نہیں کی جا سکتی۔

میر صاحب کے عہد میں مرثیہ گوئی کے دوسرے استاد مرزا دبیر کہے جاتے تھے، انھوں نے میر انیس کی رحلت کے بعد تاریخ وفات کہی، جس کے آخری شعر میں مرحوم کے کمالِ فن کا ان لفظوں میں اعتراف کیا ہے ؎

آسماں بے ماہِ کامل، سدرہ بے روح الامیں
طور سینا بے کلیم اللہ، منبر بے انیس،

از۔ ادارہ

مجلس

۱

مجلس کا زہے نورؐ خوشا محفلِ عالی   حیدرؑ کے محبوں سے کوئی جا نہیں خالی
عاشق ہیں سب اُس کے جو ہر کونین کا والی   اثنا عشری، پنجتنی، شیعۂ غالی
ششدر نہ ہو کیوں چرخ عجب جلوہ گری ہے
یہ بزمِ عزا آج ستاروں سے بھری ہے

۲

کیا اوج ہے کیا رتبہ ہے اس بزمِ عزا کا   غل عرش سے ہے فرش تلک صلِ علیٰ کا
مشتاق ہے فردوسِ بریں یاں کی فضا کا   پانی میں بھی یاں کے ہے مزا آبِ بقا کا
دربارِ معلیٰ ہے ولی ابنِ ولی کا
جاری ہے یہ سب فیضِ حسینؑ ابنِ علیؑ کا

۳

مُہلت جو اَجل دے تو غنیمت اسے جانو   آمادہ ہو رونے پہ سعادت اسے جانو
آنسو نکل آئیں تو عبادت اسے جانو   ایذا ہو جو محفل میں تو راحت اسے جانو
فاقے کئے ہیں، دھوپ میں لب تشنہ رہے ہیں
آقا نے تمہارے لئے کیا ظلم سہے ہیں

(باقی مجلس صفحہ نمبر ۱۷ پر دیکھئے)

اللہ تعالیٰ نے میر انیسؔ کو یہ اعزاز و کمال عطا کیا ہے کہ ان کے زیادہ تر اشعار کی نثر بھی وہی ہوتی ہے جس ترتیب سے ان کے اشعار موجود ہیں۔ اللہ جسے چاہے جیسے چاہے اعزاز اور کمال عطا فرماتا ہے۔

اگر کسی بھی صاحب کو یہ کتاب مجلس میں نیاز کے طور پر تقسیم کرنا ہو تو ٹرسٹ فی کتاب ساڑھے سات (۷٫۵۰) روپے ہدیہ کے حساب سے دیگی۔ بشرطیکہ کم سے کم ۵۰ کتابیں بہ یک وقت خریدی جائیں۔



حاجی علی اکبر ایچ ابراہیم مرحوم (ٹرسٹی)

ولادت : ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء وفات : ۹ مارچ ۲۰۰۳ء مطابق ۵ محرم ۱۴۲۴ھ

حاجی علی اکبر صاحب اہل بیتؑ اور میر انیسؔ کے شیدائی تھے۔ انہوں نے اپنی خاص توجہ اور دلچسپی سے اس کتاب کا انتخاب میراثی میر انیسؔ کی چھ بڑی جلدوں سے کروایا۔ کتاب کی مقبولیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ انتخاب میر انیسؔ ۱۹۶۳ء سے مسلسل شائع ہورہا ہے یہ انیسواں ایڈیشن ہے ابتک اسکی ۴۳۰۵۰ کاپیاں شائع ہوچکی ہیں۔

التماس ہے کہ مرحوم کیلئے سورہ فاتحہ اور سورہ قل پڑھ کر بخش دیں۔ جزاکم اللہ

مقصدِ طباعت

از شاعرِ آلِ محمدؐ حضرت نسیم امروہوی مدظلہ

شعرا کے کلام کا انتخاب شائع کرنے کی غرض و غایت عموماً یہ ہوا کرتی ہے کہ اُنکے کل شعروں میں وہ خوبیاں نہیں ہوتیں۔ جو خاص خاص شعروں میں پائی جاتی ہیں۔ اور اُنھیں پڑھ کر منھ سے بلاارادہ واہ یا آہ نکل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر امیر مینائی نے اپنے استاد شیخ غلام ربانی مصحفی امروہوی کے سات دیوانوں کا انتخاب انیسویں صدی کے آخر میں رام پور میں شائع کیا۔ جن حضرات نے دَواوینِ مصحفی کا مطالعہ کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کے سات دیوان پڑھ کر وہ لطف نہیں آتا جو امیر مینائی کے کئے ہوئے انتخاب کو پڑھ کر آجاتا ہے کیونکہ اس میں بھرتی کا ایک شعر بھی نہیں اور پے در پے ایسے لطیف شعر پڑھنے والے کے سامنے آتے چلے جاتے ہیں جن میں ذوقِ سلیم کی تسکین کا کوئی نہ کوئی نیا پہلو ضرور ہوتا ہے۔

لیکن میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے کلام کی کیفیت جو کلیۃً مراثی وغیرہ پر مشتمل ہے، اُس سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اُن کے کلام میں شروع سے آخر تک ایک بھی ایسا شعر نظر نہیں آتا (اِلّا ماشاء اللہ) جسے نظری کرکے چھوڑ دیا جائے اگرچہ ناقدین نے نقد و نظر کے مباحث کی ضرورت کے مطابق اُنکے کلام کا جو انتخاب کیا ہے اور اُس انتخاب میں جو اشعار اُنھوں نے چھوڑ دیئے ہیں اُنکا درجہ بھی منتخب شعروں سے کچھ کم نہیں۔ بلکہ بعض حالات میں وہ محاسنِ شعری کے اعتبار سے' منتخب شدہ اشعار سے بھی زیادہ لطیف تر ہیں۔ مثال کے طور پر انیس کے ایک نقاد نے اُس مرثیہ کے انتخاب میں جس کا مطلع یہ ہے۔ "کنعانِ محمدؐ کے حسینوں کا سفر ہے" میر انیس کی یہ بیت شاملِ انتخاب نہیں کی "ہو جائیگی صحت جو عطائے شہِ دیں ہے:

اب تو مرے منھ کا بھی مزہ تلخ نہیں ہے۔" یہ شعر جن خوبیوں اور لطافتوں پر مشتمل ہے وہ ارباب ذوق سے پوشیدہ نہیں۔ اور شاعر نے جس مشکل اور پیچیدہ ترمرحلے کو سیدھے سادے لفظوں میں طے کرلیا ہے اُسکی نزاکت کو اذہان نکتہ رس خوب سمجھتے ہیں۔ شاعر کا موضوع امام حسین علیہ السلام کی بیٹی حضرت فاطمہ صغرا ہیں جنھیں امام علیہ السلام تپ شدید کی حالت میں اُنکی دادی (حضرت اُمّ البنینؑ اور نانی اُمّ المومنین ام سلمہؑ) کے پاس مدینہ میں چھوڑ کر باقی پورے کنبے کے ساتھ سفر میں تشریف لئے جارہے ہیں۔ بیٹی مُصر ہے کہ مجھے بھی ساتھ لے چلئے۔ امام علیہ السّلام بار بار فرماتے ہیں کہ تم بیمار ہو، بیماری میں سفر کی تکان سے مرض اور بڑھے گا۔ مذہب شاعرانہ اور بلاغتِ فن اس بات کی مقتضی ہے کہ موضوع مرثیہ یعنی حضرت صغریٰؑ کی بات سب پر غالب رہے۔ کیونکہ اگر اُسے مغلوب ہوتے دکھایا گیا تو موضوع کا حق ادا نہ ہوا۔ لیکن اپنے عقیدے کے اعتبار سے شاعر، امام علیہ السّلام کے ارشاد کی مغلوبیت تسلیم نہیں کرسکتا۔ دوسرے لفظوں میں فنِ شاعری اور عقیدے کی اس کشاکش سے گزرنا کچھ آسان کام نہیں اس لئے شاعر نے اپنے موضوعِ سخن، یعنی حضرت فاطمہ صغریٰ کی زبان سے ایک ایسی بات کہلوادی جسے فطرتِ انسانی کی نگاہ میں دوسرا شخص چاہے وہ طبیبِ حاذق ہو یا مسیحائے زماں اُن سے بہتر محسوس نہیں کرسکتا، یعنی یہ کہ "اب تو مرے منھ کا بھی مزہ تلخ نہیں ہے۔" جس کا منھ ہے وہی سب سے بہتر طور سے جان سکتا ہے کہ اُسکا مزہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ یہ اندازِ بیان اختیار کرنے سے امامؑ کے اس ارشاد کی (نعوذ باللہ) تردید بھی نہیں کہ "تم تپ میں مبتلا ہو" مگر بیماری پر بحث کرنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی کیونکہ تپ کا مریض خود کہہ رہا ہے کہ میرے منھ کا مزہ اب تلخ نہیں۔ یعنی مرض ختم ہوگیا۔ یا خاتمے پر ہے۔

یہ اور ایسے ہی ہزارہا اشعار میر انیسؔ کے مرثیوں میں ہیں جو ناقدین نے اپنے انتخابات میں شامل نہیں کئے۔ لیکن وہ اپنے دامن میں تخئیل اور فن کے انمول موتی لئے ہوئے ہیں۔

غرض اس گفتگو سے یہ ہے کہ میر انیسؔ کے کلام کا انتخاب اُس زاویۂ نظر سے بالکل مختلف

نقطۂ نگاہ پر مبنی ہے جو دیگر شعراء کے انتخاب کلام کا نصب العین ہوتا ہے۔ بنا بریں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ زیر نظر انتخاب میر انیس کے کلام کا عطر یا جوہر ہے جو انکے باقی کلام کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ جہاں تک مجھے اندازہ ہے اس کتاب کی اشاعت کا مقصد ایک تو یہ ہے کہ مرحوم کا جسقدر کلام آج تک منظرِ عام پر آیا ہے جو چھ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے۔ جس میں صدہا مرثیے ہیں اور کوئی مرثیہ سوا سو ڈیڑھ سو بند سے کم نہیں۔ اتنے طویل مراثی آج کی اختصار پسند دنیا میں، نہ تو مجالس میں پڑھے جا سکتے ہیں اور نہ ہر شخص کی قوت خرید اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ بیش قیمت چھ جلدیں خرید سکے۔ یہ انتخاب ۴۱ مرثیوں اور ۳۲ سلاموں اور ۹۶ رباعیات پر مشتمل ہے۔ جس میں تقریباً ہر مرثیے میں ۳۲، ۳۴ بند ہیں۔ صرف ایک مرثیہ ایسا ہے جس میں ۵۴ بند ہیں اور یہ مرثیہ "پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح" سے لیا گیا ہے۔ اسمیں جناب قاسمؑ کی جنگ کو خصوصیت سے نظم کیا ہے۔ اس مرثیے کے بند اکثر اسکول کے کورس میں بھی داخل کئے جا چکے ہیں۔ اگر ایک طرف عزاداری کے تقاضوں کے مطابق کم سے کم وقت میں صرف ۱۵ منٹ میں کامیاب سے کامیاب مجلس خوانی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے تو دوسری طرف لوگوں کی قوت خرید پر بھی اس کا کم سے کم ہدیہ ادا کرنے سے کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ پھر یہ بھی ہے کہ جو اہلِ ذوق اس مختصر مجموعہ کو پڑھ کر لطفِ کلام سے لذت اندوز ہوں گے، یقیناً ان کا شعلۂ شوق مشتعل ہو کر انہیں اس بات پر ابھاریگا کہ وہ اس پورے کلام کا بھی مطالعہ کریں جس کا اختصار ایسا ہے۔ اس طرح یہ انتخاب کُل کلامِ انیس کے مطالعہ کی ایک غیر شعوری اور خاموش تحریک ہے جس کی داد نہیں دی جا سکتی۔

نسیم امروہوی

۱۹ ستمبر ۱۹۷۵ء

زیرِ نظر جدید ایڈیشن

ادارہ بزمِ میر انیس ۱۹۶۲ء سے انتخابِ میر انیس مسلسل شائع کر رہا ہے۔ اس ادارہ کے زیرِ اہتمام ۲۳۰۵۰ سے زیادہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن یہ اشاعت اختصار کے ساتھ ۲۶×۱۷/۱۶ سائز کے ۲۸۸ صفحات میں چالیس ۴۰ مراثی، چودہ ۱۴ رباعیات اور آٹھ سلام پر مشتمل تھی۔ مرثیوں کو بہت مختصر کر دیا گیا تھا۔ ہر مرثیہ میں کم و بیش ۱۷ منتخب بند تھے۔ اس طرح مجلس کا اوسط وقت تقریباً سات منٹ ہوتا تھا۔ اتنی مختصر مرثیہ کی مجلس سے کما حقہٗ دل کو سیری نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے چھٹا ایڈیشن حسبِ فرمائش ادارہ یادگارِ میر انیس، پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام مرثیوں کے بند کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا۔ ہر مرثیہ کے لیے اوسطاً ۲۴ بند منتخب کئے گئے جو رباعی و سلام کے ساتھ تقریباً ۱۵ منٹ کی مجلس کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ یہ ایڈیشن ۲۰×۳۰/۱۶ سائز کے ۲۲۸ صفحات پر ۵۰ بند کے ایک مخصوص مرثیہ کے اضافہ کے ساتھ ۴۱ مراثی، ۹۶ رباعیات اور ۳۳ سلام پر مشتمل ہے۔ ساتواں ایڈیشن جلد سازی کے دوران ہی آگ سے تباہ ہو گیا صرف چھ سو چھ ۶۰۶ جلدیں محفوظ رہ سکیں۔ آٹھویں ایڈیشن کی دو ہزار ۲۰۰۰ جلدیں شائع ہوئیں، جن کا ہدیہ فی جلد ایک بندۂ خدا کی امداد سے اصل لاگت سے بہت کم، یعنی صرف دو ۲ روپیہ پچاس ۵۰ پیسے تھا۔ کتابت اور فلم کے اخراجات نکال کر ایک جلد پر پانچ روپیہ خرچ ہوئے۔ پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ نے عام شائقین کے لئے چار روپیہ ہدیہ مقرر کیا۔ زیادہ تعداد کے خریدار اور تاجروں کے کمیشن کے حساب کے بعد فی جلد دو روپیہ کا نقصان ٹرسٹ نے برداشت کیا۔ مرثیوں کی مجالس میں اضافہ کے لئے اور اخراجات میں کمی کے پیشِ نظر ہدیہ میں رعایت کی گئی۔

اب ہماری جانب سے ناظرین کی خدمت میں یہ انیسواں ایڈیشن ۲۳×۳۶/۱۶ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں بھی فی جلد لاگت سے بہت کم ہدیہ رکھا گیا ہے۔

فروری ۲۰۰۳ء

حاجی علی اکبر ایچ ابراہیم فیملی بینیولنٹ ٹرسٹ

فہرستِ مراثی میرانیس

باقی فہرست سلام و رباعی صفحہ ۳۲۴ - ۳۲۵

رُباعی

بُلبل یہاں آکے خوش بیانی سیکھے
انداز فغاں مجھ سے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھوں سے کرے حاصل ابر
دریا مری اشکوں سے روانی سیکھے

رُباعی

نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہوں
دشمن ہو کر دوست سب کی سُن لیتا ہوں
چھپتی نہیں بوئے بوستان یکرنگ
کانٹوں کو ہٹا کے پھول چُن لیتا ہوں!

رُباعی

کس دن مضمون نو کا نقشہ اُترا!
پُر درد معانی کا نہ چہرا اُترا!
ممبر سے ہم اُترے نئے مضمون پڑھکر
اُن کے لئے گویا منّ وسلوا اُترا!

رُباعی

اے خالق ذوالفضل وکرم رحمت کر
اے دافعِ ہر رنج والم رحمت کر!
سبقت ہے سدا غضب پہ رحمت کو تری
اپنی تجھے رحمت کی قسم رحمت کر!

رُباعی

اپنوں کا گلہ نہ غیر ذالک کا ہے
کیوں سعی نہ کی قصور سالک کا ہے
تعذیر دے یا عفو کر اے رب کریم
مملوک پہ اختیار مالک کا ہے

رُباعی

اے بادشہ کون ومکان اَدرکنی!
اے عُقدہ کشائے دوجہاں اَدرکنی!
اب تنگ ہے دشمنوں کے ہاتھوں سے انیسؔ
یا حضرت صاحبُ الزّماں اَدرکنی!

رُباعی

گذرے ہر دم مرا ارادت میں تری
گردن یہ جھکی رہے عبادت میں تری
یارب! مجھے طولِ عمر دے تو لیکن
وہ عمر جو کام آئے اطاعت میں تری!

رُباعی

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے!
بلبل کی زبان پہ گفتگو تیری ہے!
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

رُباعی

پتلی کی نظر سے مستور ہے تو!
آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگِ جان سے اس پر یہ بُعد
اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو!

سلام

مرا رازِ دل آشکارا نہیں!
وہ دریا ہوں جس کا کنارا نہیں!
وہ گُل ہوں جُدا سب سے ہے جس کا رنگ
وہ بو ہوں کہ جو آشکارا نہیں!
وہ پانی ہوں شیریں نہیں جس میں شور
وہ آتش ہوں جس میں شرارا نہیں
بہت زالِ دنیا نے دیں بازیاں!
میں وہ نوجواں ہوں کہ ہارا نہیں!
فقیروں کی مجلس ہے سب سے جُدا
امیروں کا یاں تک گزارا نہیں!
سکندر کے خاطر بھی ہے سدِ باب
جو دارا بھی ہو تو مدارا نہیں!
گئے پہنے نعلین واں مصطفےٰ!
فرشتے کا جس جا گزارا نہیں
جہنم سے ہم بے قراروں کو کیا
جو آتش پہ ٹھہرے وہ پارا نہیں
پھرے دوست جب ہو گئی قبر بند
کھلا اب کہ کوئی ہمارا نہیں!
گرے ڈگمگا کر زمیں پر حسینؑ!
فرس سے کسی نے اُتارا نہیں!
ترے صبر کے میں فدا یا حسینؑ!
چھُری کے تلے دم بھی مارا نہیں!
کسی نے تری طرح سے اے انیسؔ
عروسِ سخن کو سنوارا نہیں!

(۱)

میر انیس کی دُعا، اور تعلّی وغیرہ

ع ۱

یارب چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر　　اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر　　گم نام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
جب تک یہ چمک مہر کے پَرتو سے نہ جائے
اقلیمِ سخن میرے قلم رَو سے نہ جائے

ع ۲

اس باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری　　بلبل کی زباں پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے، یا حضرتِ باری　　پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گل ہوں عنایت چمنِ طبعِ نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہ ہو جن پھولوں کی بو کو

ع ۳

غوّاصِ طبیعت کو عطا کر وہ لآلی　　ہو جن کی جگہ تاجِ سرِ عرش پہ خالی
ایک ایک لڑی نظمِ ثریّا سے ہو عالی　　عالم کی نگاہوں سے گرے قطبِ شمالی
سب ہوں دُرِ یکتا، نہ علاقہ ہو کسی سے
نذر اُن کی یہ ہوں گے جنھیں رشتہ ہو نبی سے

ع ۴

بھر دے دُرِ مقصود سے اس دُرجِ دہاں کو　　عاشق ہو فصاحت بھی وہ دے حُسنِ بیاں کو
آگاہ کر اندازِ تکلّم سے زباں کو !　　دریائے معانی سے بڑھا طبعِ رواں کو
تحسیں کا سموات سے غل تا بہ سمک ہو
ہر گوش بنے کانِ ملاحت وہ نمک ہو

۵
تعریف میں چشمے کو سمندر سے ملادوں　　　قطرے کو جو دوں آب تو گوہر سے ملادوں
ذرّے کی چمک مہرِ منوّر سے ملادوں　　　خاروں کو نزاکت میں گلِ تر سے ملادوں
گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

۶
گر بزم کی جانب ہو توجہ دمِ تحریر!　　　کھنچ جائے ابھی گلشنِ فردوس کی تصویر
دیکھے نہ کبھی صحبتِ انجم فلکِ پیر　　　ہو جائے ہوا بزمِ سلیماں کی بھی توقیر
یوں تختِ حسینانِ معانی اُتر آئے!
ہر چشم کو پریوں کا اکھاڑا نظر آئے

۷
ساقی کے کرم سے ہو وہ دور اور چلیں جام　　　جس میں عوضِ نشہ ہو کیفیتِ انجام
ہر مست فراموش کرے گردشِ ایام!　　　صوفی کی زباں بھی نہ رہے فیض سے ناکام
ہاں بادہ کشو! پوچھ لو مے خانہ نشیں سے
کوثر کی یہ موج آگئی ہے خلدِ بریں سے!

۸
آؤں طرفِ رزم ابھی چھوڑ کے جب بزم　　　خیبر کی خبر لائے مری طبعِ اولوالعزم
قطعِ سرِ اعدا کا ارادہ ہو جو بالجزم　　　دکھلائے یہیں سب کو زبان معرکۂ رزم!
جل جائیں عدو، آگ بھڑکتی نظر آئے
تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے!!

۹
مصرع ہو صف آرا صفتِ لشکرِ جرّار　　　الفاظ کی تیزی کو نہ پہنچے کوئی تلوار
نقطے ہوں جو ڈھالیں تو الف خنجرِ خونخوار　　　مدّ آگے بڑھیں، برچھیوں کو تول کے اک بار
غل ہو، کبھی یوں فوج کو لڑتے نہیں دیکھا
مقتل میں رن ایسا کبھی پڑتے نہیں دیکھا

۱۰
ہو ایک زباں ماہ سے تا مسکنِ ماہی ! عالم کو دکھا دے بُرشِ سیفِ الٰہی !
جرأت کا دھنی تو ہے یہ چپلائیں سپاہی لا ریب ترے نام پہ ہے سکّۂ شاہی
ہر دم یہ اشارہ ہو دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اس طبل و علم کا

۱۱
تائید کا ہنگام ہے یا حیدرِ صفدر امداد ترا کام ہے یا حیدرِ صفدر !
تو صاحبِ اکرام ہے یا حیدرِ صفدر ! تیرا ہی کرم عام ہے یا حیدرِ صفدر !
تنہا ترے اقبال سے شمشیر بکف ہوں
سب ایک طرف جمع ہیں، میں ایک طرف ہوں

۱۲
ناقدریٔ عالم کی شکایت نہیں مولا کچھ دفترِ باطل کی حقیقت نہیں مولا
باہم گل و بلبل میں محبت نہیں مولا میں کیا ہوں کسی روح کو راحت نہیں مولا
عالم ہے مکدّر، کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

۱۳
نیک و بدِ عالم میں تامّل نہیں کرتے ! عارف کبھی اتنا بھی تجاہل نہیں کرتے
خاروں کے لئے رُخ طرفِ گل نہیں کرتے تعریفِ خوش الحانیٔ بلبل نہیں کرتے
خاموش ہیں گو شیشۂ دل چور ہوئے ہیں
اشکوں کے ٹپک پڑنے سے مجبور ہوئے ہیں

۱۴
الماس سے بہتر یہ سمجھتے ہیں خذف کو دُر کو تو گھٹاتے ہیں بڑھاتے ہیں صدف کو !
اندھیر ہے چاند بتاتے ہیں کلف کو دھو دیتے ہیں شیشے کے لئے دُرِ نجف کو
ضائع ہیں دُر و لعل، بدخشان و عدن کے
مٹی میں ملاتے ہیں جواہر کو سخن کے

۱۵ ہے لعل و گہر سے یہ دہن کانِ جواہر! ہنگامِ سخن کھلتی ہے دُکانِ جواہر!
ہیں بند مرصع تو ورق خوانِ جواہر دیکھے اسے، ہاں ہے کوئی خواہانِ جواہر

بینائے رقوماتِ ہنر چاہیے اِس کو!

۱۶ سودا ہے جواہر کا، نظر چاہیے اِس کو!

کیا ہو گئے وہ جوہریانِ سخن اِک بار ہر وقت جو اس جنس کے رہتے ہیں طلبگار
اب ہے کوئی طالب نہ شناسا نہ خریدار ہے کون؟ دکھائیں کسے، یہ گوہرِ شہوار

کس وقت یہاں چھوڑ کے ملکِ عدم آئے

۱۷ جب اُٹھ گئے بازار سے گاہک تو ہم آئے

خواہاں نہیں یاقوتِ سخن کا کوئی گر آج ہے آپ کی سرکار تو یا صاحبِ معراج
اے باعثِ ایجادِ جہاں خلق کے سرتاج ہو جائے گا دم بھر میں غنی بندۂ محتاج

اُمید اسی گھر کی، وسیلہ اسی گھر کا!

۱۸ دولت یہی میری، یہی توشہ ہے سفر کا!

میں کیا ہوں، مری طبع ہے کیا اے شہِ شاہان حسّان و فرزدق ہیں یہاں عاجز و حیران
شرمندۂ زمانے سے گئے وائل و سحباں! قاصر ہیں سخن فہم و سخن سنج و سخن داں!

کیا مدح کفِ خاک سے ہو نورِ خدا کی

۱۹ لکنت یہیں کرتی ہیں زبانیں فصحا کی!.

نازاں ہو عنایت پہ شہنشاہِ زمن کی بخشش ہے رضا جائزۂ فوجِ سخن کی
چولی کی بحالی سے قبا چست ہے تن کی لو برطرفی پڑ گئی مضمونِ کہن کی

اک فرد پرانی نہیں دفتر میں ہمارے

بھرتی ہے نئی فوج کی لشکر میں ہمارے

۲۰
لاتعلم ولاعلم کی کیا سحر بیانی حضرت پہ ہویدا ہے مری ہیچمدانی !!
نے ذہن میں جودت نہ طبیعت میں روانی گویا ہوں فقط ہے یہ تیری فیض رسانی
میں کیا ہوں فرشتوں کی طلاقت ہے تو کیا ہے
وہ خاص یہ بندے ہیں کہ مداح خدا ہے

۲۱
تھا جوش کچھ ایسا ہی جو دعویٰ کیا میں نے خود سر بہ گریباں ہوں کہ یہ کیا کیا میں نے
اک قطرۂ ناچیز کو دریا کیا میں نے ! تقصیر بجل کیجیے بے جا کیا میں نے
ہاں سچ ہے کہ اتنی بھی تعلّی نہ روا تھی !
مولا یہ کلیجے کے پھپھولوں کی دوا تھی !

۲۲
مجرم ہوں کبھی ایسی خطا کی نہیں میں نے بھولے سے بھی آپ اپنی ثنا کی نہیں میں نے
دل سے کبھی مدح امرا کی نہیں میں نے تقلیدِ کلامِ جہلا کی نہیں میں نے !
نازاں ہوں محبت پہ امامِ ازلی کی !!
ساری یہ تعلّی ہے حمایت پہ علیؑ کی !

۲۳
خاموش انیس اب کہ جگر ہوگیا پانی دیکھی تری دریائے طبیعت کی روانی !
بے مثل ہیں ہرچند یہ الفاظ و معانی تعریف مگر خوب نہیں اپنی زبانی
مدّاحیِ حیدرؑ تو کرے منھ ترا کیا ہے
امدادِ محمدؐ ہے یہ تائیدِ خدا ہے

ختم شد

رباعی
اے بادشہِ کون و مکاں ادرکنی ! اے عقدہ کشائے دو جہاں ادرکنی !
اب تنگ ہے دشمنوں کے ہاتھوں سے انیس یا حضرتِ صاحبؑ الزماں ادرکنی !

رباعی
گھر میں ڈھونڈو نہ انجمن میں ڈھونڈو مرقد میں نہ ڈھونڈو نہ کفن میں ڈھونڈو !
گلزارِ نجف میں مدح خواں ہوگا انیس بلبل کو جو ڈھونڈو تو چمن میں ڈھونڈو

رباعیات متعلق مجلس

(۱)

ہاں جوشِ غمِ سیّدِ عالی ہوجائے
چہروں پہ ان اشکوں سے بحالی ہوجائے
یوں لختِ جگر چشم سے ٹپکیں باہم
ہر شاخِ مژہ پھولوں کی ڈالی ہوجائے

(۲)

احساں نہیں گر بزمِ عزا میں آئے
آئے تو پناہِ مصطفٰےؐ میں آئے
گرمی ہی کے دن تھے کہ تمہاری خاطر
شبیرؑ وطن سے کربلا میں آئے

(۳)

مومنو! یہ مقامِ زاری ہے!!
روؤ! اب وقتِ اشکباری ہے
فاطمہؑ آچکی ہیں مجلس میں
اب کہو کس کی انتظاری ہے

(۴)

ہے فصلِ عزا جدا جدا مجلس ہے
گھر گھر ماتم ہے جابجا مجلس ہے
ماشاءاللہ چشمِ بد دور انیسؔ
کیا مجمع مومنین ہے؟ کیا مجلس ہے

(۵)

جنگل کی تپش کنارِ دریا گزری
صدمے سہے دکھ اٹھائے ایذا گزری
اے اہلِ عزا تمہاری راحت کیلئے
گرمی میں مسافروں پہ کیا کیا گزری

(۶)

دسؔ دن یہ وہ ہیں کہ نوحہ گر ہو زہراؑ
تھامے ہوئے ہاتھوں سے جگر ہو زہراؑ
کیا بیٹھے ہو سر پہ خاک اڑاؤ لوگو!
کل شام سے کھولے ہوئے سر ہو زہراؑ

رباعی

یہ بزمِ عزائے پسرِ زہرًا ہے
بیٹھو بہ ادب یاں گزرِ زہرًا ہے
چادر سرِ ہر اک کے اشک کرتی ہیں پاک
ہر چشم کے اوپر نظرِ زہرًا ہے

رباعی

داغِ غمِ شہ سینے میں گل بوٹے ہیں
کیا کیا گہرِ بیش بہا لوٹے ہیں
مجلس میں ریا سے جو کر روتے ہیں انیس
اشک انکے بھی موتی ہیں مگر جھوٹے ہیں

رباعی

ایک ایک قدم لغزشِ مستانہ ہے
گلزارِ بہشت اپنا مئے خانہ ہے
سرمست ہیں محبِ ساقیِ کوثر سے
آنکھیں شیشے ہیں قلب پیمانہ ہے

سلام

ضبطِ گریہ ماتمِ سرورؑ میں ہو سکتا نہیں
سر جھکا کر بیٹھ مجلس میں جو رو سکتا نہیں
رات اندھیری پرسشِ اعمال ایذائے فشار
قبر میں بھی چین سے انسان سو سکتا نہیں
کارِ ذاتی میں ہیں عاجز پاکبازانِ جہاں
گرد اپنے منہ کی پانی آپ دھو سکتا نہیں
کہتے تھے حضرت وہ مشرق میں کہ مغرب میں مریں
دوستوں کے ہم نہ کام آئیں یہ ہو سکتا نہیں
شاہ کہتے تھے یہ دنیا بھی ہے عبرت کی جگہ
مر گیا بیٹا جواں اور باپ رو سکتا نہیں
نظم ہے یہ یا دُرِ شہوار کی لڑیاں انیس
جوہری بھی اس طرح موتی پرو سکتا نہیں

(۲)

مجلس اور شیعوں کے متعلق

۱

مجلس کا زہے نور خوشا محفلِ عالی
حیدرؑ کے محبوں سے کوئی جا نہیں خالی
عاشق ہیں سب اُس کے جو ہر کونین کا والی
اثنا عشری، پنجتنی، شیعۂ غالی
ششدر نہ ہو کیوں چرخ عجب جلوہ گری ہے
یہ بزمِ عزا آج ستاروں سے بھری ہے

۲

کیا اوج ہے کیا رتبہ ہے اس بزمِ عزا کا
غل عرش سے ہے فرش تلک صلِ علےٰ کا
مشتاق ہے فردوسِ بریں یاں کی فضا کا
پانی میں بھی یاں کے ہے مزا آبِ بقا کا
دربارِ معلّیٰ ہے ولی ابنِ ولی کا
جاری ہے یہ سب فیض حسینؑ ابنِ علیؑ کا

۳

مہلت جو اجل دے تو غنیمت اسے جانو
آمادہ ہو رونے پہ سعادت اسے جانو
آنسو نکل آئیں تو عبادت اسے جانو
ایذا ہو جو محفل میں تو راحت اسے جانو
فاقے کیے ہیں، دھوپ میں لب تشنہ رہے ہیں
آقا نے تمہارے لیے کیا ظلم سہے ہیں

۴

تکلیف کچھ ایسی نہیں، سایہ ہے، ہوا ہے
پانی ہے خنک، مروحہ کش بادِ صبا ہے
کچھ گرمیٔ عاشور کا بھی حال سُنا ہے
سر پیٹنے کا وقت ہے، ہنگامِ عزا ہے
گزری ہے بیاباں میں وہ گرمی شہِ دیں پر
بھُن جاتا تھا دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر

۵
مردم کے لئے واجبِ عینی ہے یہ زاری رونا ہی وسیلہ ہے شفاعت کا ہماری
ہے وقتِ معین پہ اداطاعتِ باری یہ خیر ہے وہ خیر، جو ہر وقت ہے جاری
رو لو! کہ یہ وقت اور یہ صحبت نہ ملے گی
جب آنکھ ہوئی بند تو مہلت نہ ملے گی

۶
جس امر سے ہو خاص کو رغبت وہ کرے کام خوش ہو کے عوام اٹھیں تو پھر اس میں ہو کیا نام
دانا کو یہ لازم ہے کہ عائد نہ ہو الزام کیا لطف کہ آغاز کا بہتر نہ ہو انجام
جلسہ نہیں، مظلوم کی یہ بزمِ عزا ہے
یاں رونے کی لذت ہے، رُلانے کا مزہ ہے

۷
قدسی کو نہیں بار، یہ دربار ہے کس کا فردوس کو ہے رشک، یہ گلزار ہے کس کا
سب جنسِ شفاعت ہے یہ بازار ہے کس کا خود بکتا ہے یوسفؑ، یہ خریدار ہے کس کا
ملتی ہے کہاں مفت متاعِ حَسَن ایسی
دیکھی نہیں انجم نے کبھی انجمن ایسی

۸
اِن میں جو مُسِن ہیں وہ پیمبرؐ کے ہیں مہماں اور جو متوسط ہیں وہ حیدرؑ کے ہیں مہماں
جو تازہ جواں ہیں علی اکبرؑ کے ہیں مہماں شیعوں کے پسر سب علی اصغرؑ کے ہیں مہماں
سب خورد و کلاں عاشقِ شاہِ مدنی ہیں
پانچ انگلیوں کی طرح یہ سب پنجتنی ہیں

۹
ارشادِ نبیؐ ہے کہ مددگار ہیں میرے فرماتے ہیں حیدرؑ کہ یہ غم خوار ہیں میرے
حضرت کا سخن ہے کہ عزادار ہیں میرے میں ان کا ہوں طالب یہ طلبگار ہیں میرے
یہ آج اگر رو کے ہمیں یاد کریں گے
ہم قبر میں ان لوگوں کی امداد کریں گے

۱۰

منظور ہمیں شیعوں کی ہے عقدہ کشائی
عباسؑ کو روئیں گے جو مر جائے گا بھائی
ہو گی جو کسی باپ کی بیٹے سے جدائی
دھیان آئے گا اکبرؑ نے سناں سینے پہ کھائی
جب اپنے پسر کے لئے فریاد کریں گے
وہ داغ کلیجے کا مرے یاد کریں گے

۱۱

فرزندِ صغیر اُن کا تلف ہو گا کوئی گر
ہیں دوست مرے، یاد کریں گے غمِ اصغرؑ
ہو جائے گی بیوہ جو کسی شخص کی دُختر
کبرا کے رنڈاپے پہ وہ روئے گا مکرّر
بھولیں گے مرے غم میں اَلم خویش و پسر کا
مرہم یہی اِن لوگوں کے ہے زخمِ جگر کا

۱۲

غم میں مرے بچّوں کے یہ سب کرتے ہیں فریاد
اللہ سلامت رکھے اِن لوگوں کی اولاد
بستی مرے شیعوں کی رہے خلق میں آباد
یہ حشر کے دن آتشِ دوزخ سے ہوں آزاد
مرتا ہے کوئی گر تو بُکا کرتا ہوں میں بھی
ان کے لیے بخشش کی دُعا کرتا ہوں میں بھی

۱۳

فردوس کے میوے مری اُلفت کے ثمر ہیں
گلگشت کو جنّت کے چمن پیشِ نظر ہیں
ان سب کے دلِ پنجتنِ پاک میں گھر ہیں
شیعوں کے لیے حشر میں ہم سینہ سپر ہیں
اس معرکے میں عیش و نشاط ان کے لئے ہے
نے خوفِ جہنّم، نہ صراط ان کے لئے ہے

۱۴

ہے وقتِ دعا حق سے انیسؔ اب تو دعا کر
جو حاجتیں ان لوگوں کی ہیں ان کو روا کر
ان تعزیہ داروں پہ تو الطاف و عطا کر
مقروض جو مومن ہیں تو قرض ان کے ادا کر
محتاج نہ ہوں تیرے سوا اور کسی کے
اور حشر میں ہوں ساتھ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

ختم شد

بے ثباتیٔ دنیا، موت و قبر

رباعی

۱

انسان ہی کچھ اِس دَور میں پامال نہیں ۔ سچ ہے کوئی آسودہ و خوش حال نہیں
اندیشۂ آشیان و خوفِ صیّاد ۔ مرغانِ چمن بھی فارغ البال نہیں

رباعی

۲

کیوں زَر کی ہوس میں دَر بہ دَر پھرتا ہے ۔ جانا ہے تجھے کہاں، کدھر پھرتا ہے
اللہ ری پیری میں ہوس دُنیا کی ۔ تھک جاتے ہیں جب پاؤں تو سر پھرتا ہے

رباعی

۳

ویراں ہے کوئی گھر کہیں آبادی ہے ۔ راحت سے کوئی اور کوئی فریادی ہے
اک عِشرت و غم کا ہے مرقّع دنیا ۔ ماتم ہے کسی جا تو کہیں شادی ہے

رباعی

۴

جو شے ہے فنا اُسے بقا سمجھا ہے ۔ جو چیز ہے کم اُسے سوا سمجھا ہے
ہے بحرِ جہاں میں عمر مانندِ حباب ۔ غافل اِس زندگی کو کیا سمجھا ہے

رباعی

۵

دِل سے دُنیا کے ولولے جاتے ہیں ۔ اک آن میں طوبیٰ کے تلے جاتے ہیں
ہے راہِ بہشت کتنی ہموار انیسؔ ۔ بند آنکھیں کئے لوگ چلے جاتے ہیں

رباعی

۶

گر لاکھ برس جیجے تو پھر مرنا ہے ۔ پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے
ہاں توشۂ آخرت مہیّا کر لے ۔ غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے

رباعی
۷
جس شخص کو عقبیٰ کی طلب گاری ہے
دُنیا سے ہمیشہ اسے بیزاری ہے
اک چشم میں کس طرح سمائیں دونوں
غافل! یہ خواب ہے وہ بیداری ہے

رباعی
۸
دنیا دریا ہے، اور ہوس طوفاں ہے
مانندِ حباب، ہستیٔ انساں ہے
لنگر ہے جو دِل، تو ہر نفس بادِ مُراد
سینہ کشتی ہے۔ ناخدا ایماں ہے

رباعی
۹
دولت کا ہمیں خیال آتا ہی نہیں
یہ نشۂ فقر ہے کہ جاتا ہی نہیں
لبریز ہیں یہ دولتِ استغنا سے
آنکھوں میں کوئی غنی سماتا ہی نہیں

رباعی
۱۰
ادبار کا کھٹکا حشم وجاہ میں ہے
جاگو جاگو کہ خوف اِسی راہ میں ہے
اُٹھو اُٹھو! یہ خوابِ غفلت کب تک
دیکھو دیکھو! اجل کمیں گاہ میں ہے

رباعی
۱۱
افسوس جہاں سے دوست کیا کیا نہ گئے
اِس باغ سے کیا کیا گُلِ رعنا نہ گئے
تھا کون سا نخل جس نے دیکھی نہ خزاں
وہ کون سے گُل کِھلے جو مرجھا نہ گئے؟

رباعی
۱۲
اب خواب سے چونک وقتِ بیداری ہے
لے زادِ سفر کوچ کی تیاری ہے
مَر مَر کے پہنچتے ہیں مسافر واں تک
یہ قبر کی منزل بھی غضب بھاری ہے

رباعی
۱۳
چل جلد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے
تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دُنیا میں کس نے پائی ہے انیسؔ
جو سر رکھتا ہے وہ دردِ سر رکھتا ہے

(۴)

دُنیا

متعلق دُنیا، موت اور قبر

(صفحہ ۲۳ تا ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

۱ـ
دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں　　وہ گُل ہے یہ گُل بوئے محبت نہیں جس میں
وہ دوست ہے یہ دوست مروت نہیں جس میں　　وہ شہد ہے یہ شہد حلاوت نہیں جس میں
بے دردو اَلَم شامِ غریباں نہیں گزری
دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گزری

۲ـ
اے مومنو! مصروف رہو یادِ خُدا میں　　جینے کا بھروسہ نہیں اِس دارِ فنا میں
اوقات کرو صَرفِ عزائے شُہدا میں　　سرگرم رہو نالۂ و فریاد و بُکا میں
غافل نہ ہو مِل جائے جو وقفہ کوئی دَم کا
نزدیک ہے دنیا سے سفر ملکِ عدم کا

۳ـ
اِس منزلِ فانی میں نہ دل اپنا لگاؤ　　اُلفت نہ کرو اُس سے جسے چھوڑ کے جاؤ
یہ عاریتی جا ہے یہاں گھر نہ بناؤ　　پابندیٔ دنیا سے بس اب ہاتھ اٹھاؤ
چلتے ہوئے ہرگز کوئی کام آ نہ سکے گا
ہمراہ کچھ اسبابِ جہاں جا نہ سکے گا

۴ـ
یہاں رخصتِ اقامت کا سرانجام ہے بیجا　　اِس منزلِ پُر خوف میں آرام ہے بیجا
عشقِ علی کے سوا یاں کا ہر اک کام ہے بیجا　　مانندِ نگیں آرزوئے نام ہے بیجا
سینے میں یہ دم مثلِ چراغِ سحری ہے
کر لو عملِ خیر یہی ناموری ہے

امّید نہیں جینے کی یاں صبح سے تا شام   ہستی کو یہ سمجھو کہ ہے خورشید لب بام
یاں کام کرو ایسا کہ آئے جو وہاں کام   آپہنچے خدا جانئے کب موت کا پیغام
اپنی نہ کوئی مِلک، نہ اِملاک سمجھنا
۶ ہونا ہے تمہیں خاک، یہ سب خاک سمجھنا

دنیا میں سدا ایک سا رہتا نہیں احوال   ادبار ہے انساں کا کبھی، اور کبھی اقبال
اندوختہ کرتے جسے لگتا ہے مہ و سال   آجاتا ہے وہ غیر کے قبضے میں زر و مال
خالی رہیں گے بعد فنا ہات تمہارے
۷ کچھ جمع ہوا ایسا کہ چلے ساتھ تمہارے

بھائی نہ تو کام آئے گا اس وقت نہ فرزند   عرصہ نہیں، کھل جائے گا جب آنکھ ہوئی بند
وہ کام کرو جس سے خدا ہووے رضامند   ہشیار کہ ہونا ہے تمہیں خاک کا پیوند
پیری کی بھی مدت ہے، جوانی کی بھی حد ہے
۸ آرام گہہ شاہ و گدا کنج لحد ہے

ہیں زیر زمیں صاحب تخت و علم و تاج   جو صاحب نوبت تھے نشاں اُن کے نہیں آج
جو شاہ کے شاہوں سے سدا لیتے رہے باج   وہ بعد فنا آپ کفن کے رہے محتاج
درویش و غنی اسکے ہمیشہ رہے شاکی
۹ بتلاؤ کہ دنیا نے کسی سے بھی وفا کی؟

کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئیگی جس دم   کھینچ کھینچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گا دم
کیا دیکھیں گے ایک ایک کو حسرت سے بعد غم   اتنی بھی زباں ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم
سب کیلئے اِک روز یہ تکلیف دھری ہے
اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بے خبری ہے

۱۰
بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا
بیگانے ہیں سب ہووے گا جس دم سفر اپنا
نے مال، نہ اسباب، نہ زیور، نہ زر اپنا
دو گز ہے کفن، قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا
رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

۱۱
اِس زیست پہ پھولو نہ، اجل کو بھی کرو یاد
گھر سیکڑوں یاں سیلِ فنا نے کئے برباد
دنیا میں عمارت نہ بنا کر ہو کوئی شاد
اِس قالبِ خاکی کی عجب سست ہے بنیاد
کل آج پہ جو لوگ تھے وہ زیرِ زمیں ہیں
ہے خاک کا ڈھیر اب نہ مکاں ہیں نہ مکیں ہیں

۱۲
کِس کِس گُلِ رنگیں کی نہ اس باغ میں تھی دھوم
اک آن میں شبنم کی طرح ہو گئے معدوم
دکھلا رہی ہے رنگ عجب ہستیِ موہوم
کیا قصد ہے گلچینِ اجل کا نہیں معلوم
اس باغ میں جب سرو کو دیکھا تو رواں ہے
جس گل پہ بہار آج ہے کل اس پہ خزاں ہے

۱۳
دنیا یہ سدا عبرت و اندیشے کی جا ہے
یاں کیسا مقام اٹھو پہ بستر کوچ لگا ہے
جاتے ہیں چلے، مرگ کا دروازہ کھلا ہے
رہ جائے نہ کوئی، یہی آوازِ درا ہے
بے راہ کڑی، زادِ سفر پاس نہیں ہے
منزل پہ پہنچنے کی ہمیں آس نہیں ہے

۱۴
دستور ہے توشہ سفری لیتا ہے ہمراہ
عصیاں کے سوا پاس ہمارے نہیں کچھ آہ
جانا تو مصمم ہے پہ دھڑکا ہے یہ واللہ
نے راہ سے آگاہ نہ منزل سے ہے آگاہ
یاں ایک اِس اُمید پہ دل اپنا قوی ہے
رہبر جو ہمارا ہے، حسینؑ ابن علیؑ ہے

(ختم شد)

رُباعی

مُڑ کر کب اِدھر اُدھر دیکھوں میں		حیراں ہے نظر کدھر کدھر دیکھوں میں
دنیا ہو کہ عُقبیٰ ہو۔ فلک ہو کہ زمیں		تُو ہی تو ہے جدھر جدھر دیکھوں میں

رُباعی

دینداروں نے امن کفر و شر سے پایا		کعبے نے شرف ایسے گُہر سے پایا
ہاتھوں پہ علی کو لے کے احمدؐ نے کہا		یہ دُرِّ نجف خدا کے گھر سے پایا

سلام

مثالِ بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے		گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال مجھے
کمالِ شوقِ زیارت ہے اب کی سال مجھے		کریم! ہند کی ظلمت سے اب نکال مجھے
برنگِ سبزۂ بیگانہ باغِ دہر میں تھا		ترے سحابِ کرم نے کیا نہال مجھے
کریم! جو تجھے دینا ہو بے طلب دے دے		فقیر ہوں، پہ نہیں عادتِ سوال مجھے
یہ اُلفتیں بھی ہیں دنیا میں یادگارِ مرگ!		مِرا خیال تجھے اور ترا خیال مجھے
کسی کے سامنے کیوں جا کے ہاتھ پھیلاؤں		مِرا کریم تو دیتا ہے بے سوال مجھے

حسینؑ کہتے تھے پُشتِ فرس سے گرتا ہوں
مدد کا وقت ہے اے بیکسی! سنبھال مجھے

(۴)

ولادت و معراج

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱

واللہ عجب شانِ شہنشاہِ رُسُلؐ ہے — اس گلشنِ ایجاد کا پہلا وہی گُل ہے
اس شاہ کے اوصاف کا کونین میں غل ہے — سب جز و کُل اجزا ہیں اُسی کے وہی کُل ہے
ہر چند کہ ہے وہ خلفِ آدمؑ و حوّاؑ
۲ پر حق نے کیا ہے شرفِ آدمؑ و حوّاؑ

اُس شاہ سے کونین میں بہتر نہیں کوئی — بہتر کا تو کیا ذکر ہے ہمسر نہیں کوئی
حق یہ ہے کہ ایسا تو پیمبر نہیں کوئی — جرّار و بہادر نہیں صفدر نہیں کوئی
آدنیٰ سا یہ رتبہ ہے جسے ذکر کیا ہے
۳ بوذرؓ کو شرف اُس کی غلامی سے ملا ہے

خالق نے کیا اُس کو ملائک سے بھی افضل — آخر کیا مبعوث تو پیدا ہوا اوّل
واں پہنچا جہاں کوئی بھی پہنچا نہیں مُرسَل — پہنچے نہ فرشتے بھی بھلا اور کا کیا دخل
سب مُعجزے تھے اس میں رسولانِ سلف کے
۴ پہچانا کسی نے نہ سوا شاہِ نجف کے

پُرنور سدا رہتی تھی پیشانیٔ انور — اُس نور سے رہتے در و دیوار مُنوّر
جب اپنے کبھی ہاتھ اٹھاتے تھے پیمبرؐ — ضو انگلیوں کی دیکھتے تھے لوگ برابر
اُس نور کا کیا وصف کروں میں کہ وہ کیا تھا
بس نورِ خدا نورِ خدا نورِ خدا تھا

۶
آئی تھی یہ خوشبو تنِ محبوبِ خدا سے — بے قدر ہے تشبیہ جو دوں عطرِ حنا سے
بو باس ہے گلشن میں اسی زلفِ رسا سے — کوچے جو مہکتے گذرِ شاہِ ھُدا سے
سب کہتے کہ اس راہ میں خوشبو جو سوا ہے
شاید گزر احمدِ مختار ہوا ہے

۷
لکھا ہے یہ تھا معجزۂ خاص پیمبر — سر پر سے نہ نکلا کوئی طائر کبھی اُڑ کر
بیٹھی نہ مگس بھی کبھی حضرت کے بدن پر — تھے نور میں اعضاء مبارک بھی برابر
کوئی عقبِ پشت اگر جاتا تھا چھپ کر
حضرت کو نظر آتا تھا وہ شخص برابر

۸
بیداری و خواب آپ کا ہر حال تھا یکساں — سونے سے نہ رہتے تھے معطل کسی عنواں
سنتا تھا ملائک کے سخن وہ شہِ ذیشاں — جو سنتے تھے حضرت نہ کوئی سنتا تھا انساں
حضرت کو صدا شکل دکھاتے تھے فرشتے
اوروں کو نہ ہرگز نظر آتے تھے فرشتے

۹
بے شک تھا عبور آپ کو ہر ایک لغت پر — کرتے تھے سخن ساری زبانوں میں پیمبر
ہر انگلی سے پانی بھی رواں ہوتا تھا اکثر — ہوجاتے تھے سیراب ہزاروں اُسے پی کر
یہ معجزہ خالق سے ملا خیرِ بشر کو
اک انگلی سے دو ٹکڑے کیا قرصِ قمر کو

۱۰
آیا ہے روایات و خبر میں یہ سراسر — پیدا ہوئے جب سرورِ دیں شافعِ محشر
خوشبو سے بدن کی ہوئے آفاق معطر — قبلہ کی طرف سجدۂ خالق میں رکھا سر
ہاتھ آپ نے اونچے کیے صدقِ دل و جاں سے
توحیدِ خدا کا کیا اقرار زباں سے

۱۰
آگاہ ہیں سب آمنہؑ سے ہے یہ روایت
فرماتی تھیں اس طرح سے وہ صاحبِ عصمت
میں جبکہ ہوئی حاملۂ شاہِ رسالت
مطلق نہ ہوئی جو کہ ہے عورات کی عادت
مونس تھا یہ فرزند مرا درد و الم میں
کرتا تھا سدا ذکرِ خدا میرے شکم میں

۱۱
جب وقتِ ولادت ہوا نزدیک تو اُس دم
کچھ عورتیں آئیں مرے گھر میں خوش و خرم
شکلیں تھیں مثالِ قمر اور زلف تھی پُر خم
وہ سب تھیں فرستادۂ خلّاقِ دو عالم
مانندِ گہر دانت تھے اُن کے دہنوں میں
پوشاک ہر اک رنگ کی پہنے بدنوں میں

۱۲
تھا ہاتھ میں ہر ایک کے اک کاسۂ شربت
تھی کاسے میں خوشبو صفتِ گلشنِ جنت
کی میری طرف پینے کو شربت کی اشارت
میں نے پیا شربت تو یہ دی مجھ کو بشارت
بی بی ترا فرزند یہ مقبولِ خدا ہے
بہتر کوئی اِس شہ سے نہ ہوگا نہ ہوا ہے

۱۳
پیدا ہوئے جب بطن سے میرے شہِ مرداں
مسکن تھا مرا شعبِ ابو طالبِ ذیشاں
مکے میں تو پیدا ہوا وہ خاصۂ یزداں
تا مغرب و مشرق ہوا اک نور درخشاں
مملو ہوئے یہ چودہ طبق ذکرِ مَلک سے
گھر میں مرے اک ابر اتر آیا فلک سے

۱۴
اُس ابر نے گودی میں محمدؐ کو اُٹھا کر
سب خلق کو دکھلا دیا وہ روئے منوّر
اُس دم تھا یہی خواصۂ حضرتِ داور
تا دیکھ لیں سب صورتِ بے مثلِ پیمبرؐ
آدمؑ کی طرح چہرۂ پُر نور صفا تھا
اور حُسن میں تو حضرتِ یوسفؑ سے سوا تھا

۱۵ خالق نے عنایت کی انھیں نوحؑ کی رفعت — بخشی انھیں مانند خلیلؑ اُلفت و خُلّت
کی صورتِ داؤدؑ سدا ان پہ عنایت — بخشی انھیں یعقوبؑ کے مانند بشارت
بس زہد بھی زُہد سے یحییٰؑ کے نہ کم تھا
اور عیسیٰؑ و مریمؑ کی طرح ان میں کرم تھا

۱۶ پھر تین جواں ماہ کی صورت نظر آئے — وہ طشت اور ابریق تھے ہاتھوں میں اُٹھائے
محبوبِ خدا ہاتھوں سے پھر ان کے نہائے — انگشترِ پر نور بھی وہ ساتھ تھے لائے
کتفینِ پیمبرؐ سے جو اک نور عیاں تھا
وہ مہرِ نبوت اُس انگوٹھی کا نشاں تھا

۱۷ ہے جد سے پیمبرؐ کے روایت یہ صواب — کہتے ہیں میں سوتا تھا قریں کعبہ کے اُس شب
ارکان جو تھے کعبہ کے کندہ ہوئے وہ سب — سجدہ جو اُنھوں نے کیا حیراں ہوا میں تب
قائم ہوئے پھر اپنی جگہ عزّ و شرف سے
تکبیر کی آواز تھی ہر چار طرف سے

۱۸ میں خواب سے چونکا تو نظر آئی یہ رُوداد — اک ابر سپید آمنہ کے گھر پہ ہے اِستاد
آواز یہی دیتا ہے ہاتف بدلِ شاد — پیدا ہوا جبریلؑ کے اُستاد کا اُستاد
خوش خوش میں چلا آمنہؑ کے گھر کی طرف کو
حسرت تھی یہی دیکھ لوں میں اپنے خلف کو

۱۹ ہاتف کی ندا آئی میرے کان میں اک بار — تو تین دن اُس کو نہ کبھی دیکھے گا زنہار
ازبس کہ ہیں مشتاقِ لقائے شہِ ابرار — آتے ہیں زیارت کو ملائک وہاں ہر بار
کرلیں گے فرشتے جو زیارت شہِ دیں کی
تب آئے گی باری کہیں پھر اہلِ زمیں کی

۲۰
جب آئے جہاں میں قدمِ احمدِؐ مختار — تاثیر گئی سحر کی کاہن ہوئے بیکار
اوندھے ہوئے بت خوف سے لرزاں ہوئے کفار — ہر جا سے تشہد کی صدا آتی تھی ہر بار
یہ معجزہ مابینِ سماوات ہے مشہور
کسرا کا محل گر پڑا یہ بات ہے مشہور

۲۱
ہر دن یہ نموئے شہِ لولاکؐ کا تھا حال — اک ہفتہ میں جس طرح نمو کرتے ہیں اطفال
ہر ہفتہ میں یوں بڑھتا تھا وہ شاہِ خوش اقبال — اطفال پہ جس طرح گزر جاتا ہے اک سال
تعلیم کسی نے نہ کیا علم و ادب تھا
استادِ ازل نے انھیں بتلا دیا سب تھا

۲۲
لکھا ہے ہوئے سات مہینے کے جو حضرتؐ — تب والدِ ماجد کی جہاں سے ہوئی رحلت
شش سالہ ہوئے جب کہ شہنشاہِ رسالتؐ — تب والدۂ ماجدہ پہونچیں سوئے جنت
جب آٹھ برس کے ہوئے افضالِ خدا سے
تب جدِّ معظم گئے اِس دارِ فنا سے

۲۳
چالیس برس کا سِنِ حضرتؐ ہوا جس دم — مبعوثِ رسالت ہوا وہ شاہِ معظمؐ
معراج کے احوال سے آگاہ ہے عالم — یہ رتبہ کسی اور پیمبر کا ہوا کم
اس امر میں دینداروں کو تشکیک نہیں ہے
اس طرح سے پہونچا کوئی نزدیک نہیں ہے

۲۴
اک شخص نے پوچھا یہ شہِ عقدہ کشا سے — معراج میں کیا فرق تھا احمدؐ سے خدا سے
گویا ہوئے یوں تب لبِ اعجاز نما سے — جو فرق تھا وہ کہہ نہیں سکتا میں زباں سے
اک پردہ ہی پردہ تھا رہا تھا نہ ذرا فرق
کہتا ہے خدا آپ کہ قوسین کا تھا فرق

۲۵

پھر اُس نے کہا مجھ سے بیاں کیجیے یا شاہ — پردے کے اُدھر کیا تھا کہ قدسی تو ہو آگاہ

ہنس کر یہی فرمانے لگے سیدِ ذیجاہ — کچھ تھا عقبِ پردہ نہ جز قدرتِ اللہ

اسرارِ الٰہی کو بھلا کیا کوئی جانے

۲۶ اللہ و محمدؐ کے سوا کیا کوئی جانے

اس طرح بیاں کرتا ہے راوی یہ روایت — معراج کو جس وقت گئے شاہِ رسالتؐ

کی موسیٰؑ عمراں نے محمدؐ کی زیارت — پھر پوچھا کہ کس حال میں ہے آپ کی اُمّت

احمدؐ نے یہ فرمایا وہ مصروفِ جفا ہے

۲۷ کچھ اس میں حمیّت ہے نہ کچھ اس میں وفا ہے

موسیٰؑ نے یہ تب احمدؐ مختار سے پوچھا — اللہ سے اور آپ سے باتیں ہوئیں کیا کیا

کیا ایک برس روزوں کا فرمان ہوا تھا — تم سے تو یہ ہو گا مگر اُمّت سے نہ ہو گا

روزوں میں نمازوں میں بہت طول ہوا ہے

۲۸ ان دونوں میں تخفیف جو کچھ ہو تو بجا ہے

یہ سُن کے محمدؐ نے کہا اے مرے داور — اُمّت پہ مری اپنا سدا فضل و کرم کر

دے اتنی نہ تکلیف انھیں خالقِ اکبر — یہ صوم و صلوٰۃ اُن پہ جو ہو قصر ہے بہتر

حکم آیا کہ خاطر جو تری مجھ کو سوا ہے

۲۹ روزے چھ مہینے کے رکھیں قصر کیا ہے

موسیٰؑ نے کہا سُن کے یہ فرمان خدا کا — اُمّت سے تمھاری کسی صورت سے نہ ہو گا

کی عرض پیمبر نے کہ اے خالقِ یکتا — اس میں بھی کمی کا متوقع ہے یہ بندا

حکم آیا پڑھیں پانچ نمازیں یہ جہاں میں

اک ماہ یہ روزے رکھیں ماہِ رمضاں میں

۳۰
موسیٰ نے کہا اس سے بھی کم ہو تو ہے بہتر کہنے لگے اُس وقت یہ موسیٰ سے پیمبر
کس درجہ ہوا ہے کرمِ حضرتِ داور شرم آتی ہے اب عرض مکرر سے سراسر
آئی یہ ندا اب جو دعا لب پہ یہ لاتا
میں صوم و صلوٰۃ اس تری اُمت سے اٹھاتا

۳۱
لکھا ہے کہ اک روز تھے فاقہ سے پیمبر پیغامِ خدا یوں کہا جبریل نے آکر
سُن بعد سلام آپ سے فرماتا ہے داور فاقوں کے سبب سے تعب و کرب ہے تم پر
گر ہوئے خوشی گھر کو جواہر سے میں بھر دوں
یہ کوہِ تہامہ جو ہیں سب سونے کے کر دوں

۳۲
شہ بولے کہ انجام پھر اس بات کا کیا ہے جبریل نے کی عرض کہ بعد اس کے فنا ہے
ہر ایک کو در پیش رہِ مُلکِ بقا ہے باقی نہیں زنہار کوئی غیرِ خدا ہے
افلاک و زمیں دشت و جبل کچھ نہ رہے گا
انہار و چمن قصر و محل کچھ نہ رہے گا

۳۳
جبریل کا سُن کر یہ سخن بولے پیمبر کرنا یہی تم عرض مری سمت سے جا کر
اک روز تو فاقہ ہو مجھے اے مرے داور تا صبر کی دولت بھی رہے مجھ کو میسر
نے خواہشِ گوہر نہ تمنائے طلا ہے
یارب مجھے فاقہ میں عجب لطف ملا ہے

۳۴
یہ وقت دعا کا ہے انیس اب نہ ہو غافل یا رازق و یا حافظ و یا خالقِ دعا دل
عالم میں بہ حشمت رہے یہ بانیِ محفل سب مطلبِ دل ہوں تری درگاہ سے حاصل
ہر لحظہ فزوں دولت و اقبال و حشم ہو
غم ہو تو فقط فاطمہ کے لال کا غم ہو

ختم شد

رُباعی

دنیا میں محمدؐ سا شہنشاہ نہیں | کس راز سے خالق کے وہ آگاہ نہیں
باریک ہے ذکرِ قربِ معراجِ رسولؐ! | خاموش کہ یاں سخن کو بھی راہ نہیں

رُباعی

افضل ہے اگر ایک تو اعلےٰ ہے ایک | گر غور کرو تو موج و دریا ہے ایک
ہاں نورِ محمدؐ و علیؑ ہیں واحد! | ہے اسم تو دو مگر مسمّا ہے ایک

سلام

اُسی کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا | اُسی کی شان نظر آ گئی جدھر دیکھا
علیؑ کو حق نے اُتارا تو عین کعبے میں | کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا!
بہ روزِ عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو! | غمِ حسینؑ میں عابدؑ کو نوحہ گر دیکھا!
سحر ہوئی شبِ معراج کی تو لوگوں نے | جمالِ پاکِ رُخِ سیدالبشر دیکھا!
کہا یہ سب نے غلاموں سے کیجیے ارشاد | جو کچھ حضورؐ نے یا شاہِ بحر و بر دیکھا
گہرفشاں ہوئے لعلِ لبِ رسولِ کریم! | کہ سب سے رتبۂ حیدرؑ زیادہ تر دیکھا
کہاں تلک کہوں نکلا جو ہاتھ پردے سے | وہ صاف دستِ یداللہ نمود دیکھا

کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیسؔ
عروجِ مہر جو دیکھا تو دوپہر دیکھا!

(۵)

وفات

رسولِؐ خدا

۱

فخرِ ملک و اشرفِ آدم ہے محمدؐ — اکلیلِ سرِ عرشِ معظم ہے محمدؐ!
حقا کہ خداوندِ دو عالم ہے محمدؐ — آخر ہے مگر سب سے مقدم ہے محمدؐ
ایسا کوئی محرم نہیں اسرارِ احد کا
حال اُس سے ہے پوشیدہ ازل کا نہ اَبد کا

۲

مختارِ زمیں، باعثِ افلاک نبیؐ ہے — والا گہرِ قلزمِ لولاک نبیؐ ہے!
مصباحِ حریمِ حرمِ پاک نبیؐ ہے — شیرازۂ مجموعۂ ادراک نبیؐ ہے
عالم میں وہ آیا تھا، پہ دل سوئے خدا تھا
حق اُس کا رضاجو، وہ رضاجوئے خدا تھا!

۳

بے سایہ جو مشہور وہ سلطانِ عرب ہے — پیشِ عقلا وجہ یہ ہے اور یہ سبب ہے
ہے کون عدیل اُس کا کہ وہ سایۂ رب ہے — دنیا میں کسی سائے کا سایہ کبھو کب ہے؟
ہے دوسری یہ وجہ کہ وہ جانِ جہاں تھا
بے سایہ ہے جاں، جاں کی طرح سایۂ نہاں تھا

۴

پہلے کیا جس چیز کو اللہ نے پیدا — لکھا ہے کہ وہ نورِ جنابِ نبویؐ تھا!
دس سو برس اُس دن سے وہ نورِ شہِ والا — استادہ رہا روبروئے خالقِ یکتا!
گہ حمد و ثنا، گہ صفتِ قدرتِ حق تھی!
اُس نور پہ ہر دم نظرِ رحمتِ حق تھی!

بند ۵

اس نور سے فرماتا تھا یہ حضرت معبود   ہے خلق سے تو میری مراد اور مرا مقصود!

عزت کی قسم اپنی جو تو ہوتا نہ موجود   تو رہتی بنا عالم ایجاد کی نابود!

پیدا کبھی کرتا نہ زمیں کو نہ فلک کو!

دوزخ کو نہ جنت کو نہ آدم نہ ملک کو!

بند ۶

جو تیرا محب ہے ہمیں اس سے ہے محبت   جو تیرا عدو ہے ہمیں اس سے ہے عداوت

دی ہم نے تجھے سارے رسولوں سے فضیلت   ہر ایک کی امت سے ہے بہتر تری امت

نائب کسی مرسل کا نہیں تیرے وصی سا

بیٹی تجھے دی فاطمہؑ سی خویش علیؑ سا!

بند ۷

سبطینؑ وہ بخشے تجھے جو ہم کو ہیں پیارے   ہم اُن کے رضا جو وہ رضا جو ہیں ہمارے

ہیں عرش معلیٰ کے وہ تابندہ ستارے   بخشائیں گے اُمت کے تری جرم وہ سارے

جو مرتبے تیرے ہیں وہ اوروں کے کہاں ہیں

تو ختم رُسُلؐ ہے وہ شفیع دو جہاں ہیں!

بند ۸

اک بار یہ سن کر سخن خالق اکرم!   سجدے کے لئے جُھک گیا وہ نور مجسم

بالا کیا سجدے سے سر پاک کو جس دم   پیشانی سے تب نور کے قطرے گرے پیہم!

اس نور کے قطروں سے پیمبر ہوئے پیدا

دریائے نبوت سے یہ گوہر ہوئے پیدا!

بند ۹

تب کرسی و لوح و قلم و عرش معلا!   انجم و مہ و مہر و ملک و گنبد خضرا!

شام و سحر و ظلمت و ضو، جنت و دنیا   اللہ نے سب نور نبیؐ سے کئے پیدا!

حق یہ ہے کہ باعث ہے وہ عالم کی بنا کا

کیا رتبہ ہے کیا فیض ہے محبوب خدا کا

۱۰
اُس نور کو دو حصے کیا حق نے برابر — اور پھر کئے ہر حصے کے دو حصے مکرّر
دو ٹکڑوں سے مخلوق ہوئے احمدؐ و حیدرؑ — پیدا ہوئے دو حصوں سے سبطینِ پیمبرؐ
زہرؑہ کو پھر اس نور سے تنہا کیا پیدا
یوں پنجتنِؑ پاک کا نقشہ کیا پیدا!

۱۱
اللہ رے رُتبے تو محمدؐ کو یہ بخشے! — ہیں سارے رسولوں سے زیادہ شرف اُنکے
ہر چند کہ سب موردِ آفات و بلا تھے — پر ایسے مصائب بھی کسی نے انھیں دیکھے
کیا کیا نہ دیئے رنج انھیں اہلِ جفا نے!
آرام نہ پایا کبھی محبوبِ خدا نے!

۱۲
پہلی تو مصیبت یہ ہے شاہِ دوسرا کی — تھے بطن میں اور کی والد نے قضا کی!
جس دم چھ برس کے ہوئے قدرت ہے خدا کی — مادر نے بھی لی راہ گلستانِ بقا کی!
دو صدمے ہوئے دردِ یتیمی کے جگر پر
دادا کے سوا کوئی نہ باقی رہا سر پر

۱۳
بن باپ کے فرزند کا تھا پالنا مشکل — دادا رہا ہر امر میں پوتے کا متکفّل!
جب آٹھ برس کا ہوا وہ سرورِ عادل — دادا کو بھی درپیش ہوئی گور کی منزل
پھر راحت و آرام کی صورت کہو کیا تھی
تنہائی کی آفت تھی، یتیمی کی بلا تھی!

۱۴
کرتا تھا فرشتوں کو ندا خالقِ اکبر — محبوب مرا گرچہ ہے بے والد و مادر!
ہر آن حفاظت کے لئے میں تو ہوں سر پر — بھیجو صلوٰۃ اور سلام اُس پہ مکرّر!
حاجت ہے محمدؐ کو نہ مادر نہ پدر کی
ہوتا ہے یتیمی سے فزوں قدر گہر کی!

۱۵
خالق کو یہ توقیر تھی جس شاہ کی منظور چالیس برس اس کو ستاتے رہے مقہور
جب حق نے کیا دعوتِ اسلام پہ مامور پس دشمنِ جاں ہوگئے سب کافرِ مغرور
راحت نہ ملی بادشہِ جنّ و بشر کو!
ہر اک نے کسا قتلِ محمدؐ پہ کمر کو!

۱۶
تنگ آن کے اُس شاہ نے کی کعبے سے ہجرت تو بھی نہ ملی ہاتھ سے ملعونوں کے راحت
ہشتاد و سہ بار اُن سے لڑے اہلِ شقاوت منظور تھا کرد یجیے گل شمعِ رسالتؐ
بے دینوں نے کی سخت بدی شاہِ اُممؐ سے
ٹوٹا دُرِ دندانِ نبیؐ سنگِ ستم سے

۱۷
جس وقت ہوا کفر و ضلالت سے جہاں پاک اور دور ہوا گلشنِ دیں سے خس و خاشاک
رونے کی ہے جا، سینے میں ہوتا ہے جگر چاک بیمار مدینے میں ہوئے سیدِ لولاک
اک بار خزاں آگئی ہستی کے چمن میں
طاقت نہ رہی بیٹھنے اٹھنے کی بدن میں

۱۸
حیدرؑ کو کبھی دیکھ کے پاس اپنے بلاتے کس پیار سے داماد کو چھاتی سے لگاتے
پہلو میں کبھی دونوں نواسوں کو بٹھاتے کچھ سوچ کے منہ چومتے اور اشک بہاتے
فرماتے تھے دونوں پہ فدا جانِ محمدؐ!
پژمردہ ابھی سے ہیں یہ ریحانِ محمدؐ

۱۹
رو رو کے پیمبرؐ نے کہا صدقے میں تم پر خالق نے بلایا ہے، تامل کروں کیوں کر
غم میں ہا مرے دے صبر تمہیں خالقِ اکبر ناچار ہے، کیوں کر تمہیں لے جائے پیمبرؐ!
فرزند تلک باپ کے کام آ نہیں سکتا
اس راہ میں ہمراہ کوئی جا نہیں سکتا

۲۰
سُن کر یہ سخن شور ہوا رونے کا برپا بستر پہ ہوئے راست شہِ یثرب و بطحا
نزدیکِ محمدؐ ملک الموت بھی آیا! فرمانِ خدا فوجِ ملائک کو یہ پہنچا
نزدیک سواری ہے رسولِ عربی کی!
۲۱ صف باندھ کے تعظیم کرو روحِ نبیؐ کی

وہ آتا ہے جو عاشقِ صادق ہے ہمارا وہ آتا ہے جس کے لئے عالم کو سنوارا
وہ آتا ہے جو عرشِ معلےٰ کا ہے تارا وہ آتا ہے جو سب سے بہت ہے ہمیں پیارا
ہنگامِ تلطّف ہے، مدارات کا دن ہے
۲۲ معشوق سے عاشق کی ملاقات کا دن ہے

سُکانِ سماوات کو واں پہنچا یہ احکام اور قابضِ ارواح نے یاں اپنا کیا کام
بیت الشرفِ فاطمہؑ میں پڑ گیا کہرام کانپ اُٹھی زمیں، ہل گئے مسجد کے در و بام
فریاد گئی عرش تلک شیرِ خدا کی
۲۳ کونین میں غُل تھا کہ محمدؐ نے قضا کی!

چلاتی تھی یوں بنتِ نبیؐ کوٹ کے سینہ میں لٹ گئی ہے ہے ہوا ویران مدینہ
آرام کا میرے نہ رہا کوئی قرینہ طوفاں میں پڑا آلِ محمدؐ کا سفینہ
بیتاب میں ہوتی تھی جو رہتے تھے سفر میں
۲۴ اب حشر تلک آئیں گے نہ بابا مرے گھر میں

اب کس کے لئے وحیِ خدا لائیگا جبریلؑ احکامِ رسالت کسے پہنچائیگا جبریلؑ
کیا شبرؑ و شبیرؑ کو سمجھائیگا جبریلؑ اب کس کی خبر لینے کو یہاں آئیگا جبریلؑ
اب دوش پہ شفقت سے چڑھائیگا انہیں کون
اس پیار سے چھاتی پہ سلائیگا انہیں کون!

۲۵
ہے ہے مرے بچے ہوئے اب بیکس و مظلوم! ناناکسے کہہ کہہ کے پکاریں گے یہ معصوم!
تاحشر ہوئے دولتِ دیدار سے محروم غمگین تو تھے اور بھی اب ہوگئے مغموم!
ان دونوں کی مظلومی و تنہائی کا غم ہے
مادر بھی تو پنہاں ہے فقط باپ کا دم ہے

۲۶
رُو رُو کے بیاں کرتے تھے یہ حیدرِ کرار مجبور مجھے کر گئے یا احمدِ مختار!
مرنے سے ہوا آپ کے میں بیکس و ناچار! جز ذاتِ خدا کون ہے اب میرا مددگار
صابر رہا ایذا سہی اور فاقہ کشی کی
واللہ کمر ٹوٹ گئی آج علیؑ کی!

۲۷
حیدرؑ یہ بیاں کرتے تھے با زار و افغان اور شبرؑ و شبیرؑ کا تھا حال پریشان
سر ننگے تھے اور چاک تھے کرتوں کے گریباں تھے نانا کی میت کے قریں خاک پہ غلطاں
منہ پر سے عبا کو کبھی سرکاتے تھے دونوں
رو کر کبھی چھاتی سے لپٹ جاتے تھے دونوں

۲۸
نانا کے کبھی چہرے سے چہروں کو ملاتے ہاتھوں کو اٹھا کر کبھی آنکھوں سے لگاتے
خوابیدہ سمجھ کے کبھی بازو کو ہلاتے کرتے کبھی فریاد کبھی اشک بہاتے
کہتے تھے کبھی آنکھیں نہیں کھولتے بابا
آزردہ ہیں ایسے کہ نہیں بولتے بابا

۲۹
یاں غسل و کفن میں متوجہ ہوئے حیدرؑ اصحابِ نبیؐ جمع ہوئے ڈیوڑھی پہ آکر
تھے سب تو شریکِ کفن و دفنِ پیمبرؐ محروم سعادت رہے پر چند بداختر
پُرسا بھی دیا آکے نہ زہراؑ و علیؑ کو!
بے چین کیا روحِ رسولِ عربیؐ کو!

۳۰
کیا ظلم ہے کی جن کی پیمبرؐ نے سفارش
ان سے وہ ستم گار ہوئے برسر کاوش
یہ دولتِ دنیائے دنی کی ہوئی خواہش
سب بھولے پیمبرؐ کے کرم اور نوازش
بس دخترِ سلطان رسالتؐ سے بدی کی
کچھ عزت و توقیر نہ کی آل نبیؐ کی!

۳۱
یہ حفظِ مراتب تھا کہ قرآن جلایا!
بے دینوں نے حق مصحفِ ناطق کا مٹایا!
بس ظلم سے کس جور سے زہراؑ کو ستایا!
محروم رہیں باپ کا ورثہ بھی نہ پایا!
جس خط پہ ہوئی مہر شہ جن و ملک کی
کی چھین کے پرزے وہ سند باغ فدک کی

۳۲
بے اذن جہاں تھی نہ فرشتے کی رسائی
اس گھر کی کی یہ عزت کہ اُسے آگ لگائی
تھی حمل سے محسنؑ کے محمدؐ کی وہ جائی
پہلو پہ گرا در تو یہ فریاد مچائی!
ہے ہے مجھے غم اور دیا باپ کے غم میں
بے جان ہوا محسنِ معصوم شکم میں

۳۳
ہیہات نہ اس ظلم سے بھی ہاتھ اُٹھایا
کوڑا پہ ستم بازوئے زہراؑ پہ لگایا!
مظلوم نے اک آہ کی ایسی کہ غش آیا
آرام لحد میں بھی محمدؐ نے نہ پایا!
رسی تو ادھر بندھتی تھی گردن میں علیؑ کی
مرقد میں ادھر روح تڑپتی تھی نبیؐ کی

۳۴
جو احمدؐ و زہراؑ و علیؑ کو ہوئی ایذا
جو ظلم و ستم شبرؑ و شبیرؑ پہ گذرا
ہوئیں گے کبھی ظالم و مظلوم بھی یکجا!
اب جائے خموشی ہے انیس آگے کہے کیا
جب حشر کو یہ دفترِ جاں سوز کھلے گا!
اس ظلم کا بھی حال اسی روز کھلے گا!

ختم شد

رباعی

کعبے کو یداللہ نے آباد کیا
بُت توڑ کے مصطفےٰ کا دل شاد کیا
اللہ رے جلال اسمِ اعلائے علیؑ
اصنام کو اس نام نے برباد کیا

رباعی

کعبے میں جسے حق کے اُتارا ہوگا،
مرحب سے جواں کو جس نے مارا ہوگا
تلوار سے اِک شقی کی سبحان اللہ
سجدے میں اُسی کا سَر دو پارا ہوگا

رباعی

بیزار علیؑ کو مال و زر سے پایا
طاعت ہی میں ہر شام سحر سے پایا
اللہ نے دی تیغ، نبیؐ نے دختر
رُتبہ یہ اُدھر سے یہ اِدھر سے پایا

سلام

ہوا جو عشق ثنائے ابوترابؑ مجھے
خدا نے کر دیا ذرّے سے آفتاب مجھے
تہہِ زمیں نظر آئے ہیں بوترابؑ مجھے
ملا ہے قبر کی ظلمت میں آفتاب مجھے
زمینِ ہند میں مٹی مری خراب نہ ہو
کرو نجف میں طلب یا ابوترابؑ مجھے
کبھی نہ دوں عرقِ روئے شاہ کو نسبت
ہزار طرح سے چھینٹے جو دے گلاب مجھے
چھلکتے جام رہیں میکدہ رہے آباد
خمِ غدیر کی دے ساقیا شراب مجھے
پدر کے غم میں تڑپتی ہوں، کہتی تھی صغرا
نہ چین آتا ہے اے بی بیو نہ خواب مجھے
نقاب رُخ سے اُلٹ دیجے یا علی اکبرؑ
چمک دکھا کے جلاتا ہے آفتاب مجھے
کئے جو آکے نکیرین نے سوال انیس
بتا دیئے مرے مولا نے سب جواب مجھے

(۶)

حضرت علیؑ کی ولادت

۱
عرشِ خدا مقامِ جنابِ امیرؑ ہے　کُرسی بھی تحتِ بامِ جنابِ امیرؑ ہے
مسطورِ لوح، نامِ جنابِ امیرؑ ہے　آیاتِ حق کلامِ جنابِ امیرؑ ہے
ایسا کسی کو خلق میں رُتبہ ملا نہیں
ساری خدا کی شان ہے، لیکن خدا نہیں

۲
کیا غم ہے اس کو جس کا علیؑ دستگیر ہے　حامیِ حشر ذاتِ جنابِ امیرؑ ہے
معشوقِ خلق، عاشقِ رَبِّ قدیر ہے　جو بادشاہ ہے اسی در کا فقیر ہے
زوجِ بتولِ پاک کو جو مانتا نہیں
حق تو یہ ہے کہ حق کو بھی پہچانتا نہیں

۳
وہ دُرّ شاہوار ہے خلقِ خدا صدف　عالم میں یوں بزرگ ہے شاہنشہِ نجف
قرآں میں جوں ہے سورۂ اخلاص کو شرف　ناحق شناس کچھ نہیں حق ہے اسی طرف
اس بات کو سمجھتا ہے جو خود عقیل ہے
حیدرؑ کی ذات قدرتِ حق کی دلیل ہے

۴
یوں امتِ رسولؐ پہ ہے حقِ مرتضٰےؑ　حق جس طرح سے ہوتا ہے بیٹوں پہ باپ کا
سمجھے نہ مصطفٰےؐ سے علیؑ کو کوئی جُدا　روشن ہے یہ دلیل نہیں فرق مطلقا
اس طرح مصطفٰےؐ و علیؑ کا ظہور ہے
دو آنکھیں جس طرح سے ہیں اور ایک نور ہے

۵

ہے آستانِ شاہِ نجف سجدہ گاہِ خلق
حصن حصینِ امن ہے پشت و پناہِ خلق
واں کا غبار سرمۂ نورِ نگاہِ خلق!
ہے اس کی بارگاہ جو ہے بادشاہِ خلق
واں کی زمیں سے مرتبہ پست آسماں کا ہے
۶ کہتے ہیں جس کو عرش وہ فرش اس مکاں کا ہے

تھے حافظِ کلامِ خدا شاہِ ذوالفقار
لکھا ہے ہونے لگتے تھے دُلدُل پہ جب سوار
دے کر رکاب میں قدمِ پاک کو قرار
قرآن شروع کرتا تھا وہ شیرِ کردگار
کس کا بغیر مصحفِ ناطق یہ کام تھا:
۷ پہونچا ادھر جو پاؤں تو قرآں تمام تھا

عالم میں مرتضیٰؑ کی ولادت کی دھوم تھی
کعبے کے گرد قدسیوں کا اک ہجوم ہے
غل تہنیت کا شام سے لے تا بہ رُوم ہے
کس دبدبے سے آمدِ بابِ علوم ہے
ارکانِ کعبہ راست ہیں، تعظیم کے لئے
۸ محراب خم ہے، شاہ کی تسلیم کے لئے

ہر چند تھے مقربِ حق اور بھی نبیؑ
پیدا ہوا نہ تھا کوئی اس جا بجُز علیؑ
عیسیٰؑ کی والدہ کو نہ مطلق رضا ملی
بنتِ اسد کو پر ہُوا فرمانِ ایزدی
کب رُتبہ تھا یہ اور پیمبر کے واسطے
۹ دیوارِ کعبہ شق ہوئی حیدرؑ کے واسطے

اللہ رے وقار، زہے عزّ و احتشام!
دنیا میں خلق ہونے کا پایا عجب مقام
رونق فزائے کعبہ ہوا جب کہ وہ امامؑ
طاقوں سے کانپ کانپ کے بت گر پڑے تمام
برپا نشانِ کفر جو تھا، دور ہو گیا
کعبہ خدا کے نور سے معمور ہو گیا

۱۰
آیا خدا کے گھر میں جو وہ غیرتِ قمر — تھا شور تہنیت کا ملائک ہیں عرش پر
تھے پرتوِ جمال سے تابندہ بام و در — ہر سنگ بن گیا تھا وہیں آئینے کا گھر
ضو اس قدر تھی حُسنِ علیؑ کے ظہور کی
روشن تھا طورِ کعبہ تجلّی سے نور کی

۱۱
پیدا ہو جس مقام پہ شاہنشہِ نجف — کس طرح اس زمیں کو فلک پر نہ ہو شرف
مُجرے کو سرنگوں تھی ملائک کی صف بہ صف — کیا دُر تھا، جس کا خانۂ کعبہ ہوا صدف
حق ہے کہ قبلۂ دو جہاں وہ ولیؑ ہوا
اعلیٰ جو تھا، تو اسمِ مبارک علیؑ ہوا

۱۲
گردوں پہ یک بہ یک جو ہوئی روشنی عیاں — اور ہو گئی دوچند ضیائے ستارگاں
گھبرا کے تب یہ کہنے لگے ساکنِ جہاں — کچھ تازہ حادثہ ہوا بالائے آسماں
آئی ندا یہ حُسنِ علیؑ کا ظہور ہے!
آدمؑ سے پہلے خلق ہوا جو، وہ نور ہے

۱۳
پیدا ہوا ہے آج دو عالم کا پیشوا — زیبا ہے جس کے جسم پہ تشریفِ اِنّما
دستِ خدا، امیرِ عرب، شاہِ لافتا — بابِ فتوح، قوتِ بازوئے مصطفےٰ!
جانِ یقین ہے، زہد و ورع میں وحید ہے
گنجینۂ علوم خُدا کی کلید ہے!!!

۱۴
بوئے علیؑ جو لے کے گئی خُلد میں نسیم — پھُولے سماتے تھے نہ گُلِ جنّت النعیم
کوثر کے لب سے آئی صدا، شکر اے کریم — پیدا کیا جہان میں تُو نے مرا قسیم
پوری ترے کرم سے ہوئی آرزو مری
پہلے سے اب دوچند ہوئی آبرو مری

۱۵
اُس روز کے جلوس کا ہو کس طرح بیاں — جس روز کی خوشی کرے، خلّاقِ دو جہاں
افلاک سے ملک چلے آتے تھے شادماں — غرفوں سے حوریں تکتی تھیں، کعبے کو ہر زماں
حُبِّ علیؑ کا چشمۂ کوثر کو جوش تھا
فرمانِ حق سے شعلۂ دوزخ خموش تھا

۱۶
مصروفِ اہتمام تھیں ارواحِ انبیاء — پلکوں سے کر رہے تھے مَلک کعبے کو صفا
گُل دستۂ جناں لئے حاضر خلیلؑ تھا — عیسیٰؑ طبق میں لائے تھے واں بھر کے مائدا
موسیٰؑ عصا لئے صفت دُور باش تھا
زم زم سے صحنِ کعبہ میں خضرؑ آب پاش تھا

۱۷
رُوحُ القدس کو پہنچا یہ فرمانِ ایزدی — مژدہ مرے حبیبؐ کو دے جا کے اس گھڑی
گھر میں ہمارے آج تولّد ہوا علیؑ — ہم ہیں خوشی تجھے بھی مبارک ہو یہ خوشی
سِرِّ خفی جو تھا، اسے ہم نے جلی کیا
بھائی تجھے دیا، ترا بازو قوی کیا

۱۸
بھیجا ہے اس کو تیری حفاظت کے واسطے — پیدا کیا ہے اس کو ہدایت کے واسطے
کافی ہے اس کا زور حمایت کے واسطے — ہے یہ دلیل تیری رسالت کے واسطے
بَرپا نشانِ دین ہو، عَلَم ذوالفقار ہو
نزدیک ہے کہ وحیٔ خدا آشکار ہو!

۱۹
موقوف تھا اسی پہ رسالت کا بندوبست — دے گا یہ شیر لشکرِ کفّار کو شکست
اب ہوں گے بت پرست ہزاروں خدا پرست — ہو جائیں گے جہاں کے زبردست زیردست
تیرا کوئی نظیر نہ اس کا نظیر ہے
تو بادشاہِ خلق ہے اور یہ وزیر ہے

۲۰

پیارا بہت ہے یہ ہمیں اے فخرِ مرسلیں برپا کیا ہے ہم نے جہاں میں یہ رکنِ دیں
یہ تاجِ آسمان ہے یہ زینتِ زمیں یہ کعبۂ مُراد ہے یہ قبلۂ یقیں!
جو دوست اس کا ہے وہ ہمارے حضور ہے
۲۱ دشمن جو اس کا ہے مری رحمت سے دور ہے

روح الامیں یہ سُن کے چلے واں سے شادکام آئے خوشی سے پیشِ رسولِؐ ذُوالاحترام
دی تہنیت یہ حق کی طرف سے پس از سلام پیدا ہوا علیِؑ ولی، شاہِ خاص و عام
سُن کر خوشی ہوئی یہ شہِ سرفراز کو
۲۲ پس رکھ دیا زمیں پہ جبینِ نیاز کو

سجدے سے سر اٹھا کے کہا، شکر اے کریم کی مجھ شکستہ دل کی کمر تُو نے مستقیم
بے یار و بے رفیق تھا، میں بے کس و یتیم بھائی مجھے نہیں دیا، دی دولتِ عظیم
ہیں کارسازیاں تری باہر بیان سے
۲۳ ان نعمتوں کا شکر کروں کس زبان سے

فرما کے یہ کلام، شہنشاہ انبیاء آغوش کھولے دوڑے سُوئے خانۂ خدا
پہنچے جو شاد شاد، تو واں دیکھتے ہیں کیا شیرِ خدا ہے سجدۂ معبود میں جھکا
نُورِ خدا سے کعبے میں رونق دوچند ہے
۲۴ بانگِ اذان و صوتِ اقامت بلند ہے

آغوش میں اٹھایا نبیؐ نے بصد خوشی آنکھیں علیؑ نے کھول کے دیکھا رُخِ نبیؐ
پھر وحدتِ خدا پہ فصاحت بیان کی اور دی رسولؐ حق کی رسالت پہ شاہدی
حُسنِ بیان ہر ایک نبیؐ سے زیادہ تھا
کی اس طرح تلاوتِ قرآں کہ یاد تھا

۲۵
جب کر چکا رسول خدا سے یہ سب کلام پس پھر گیا بحالت طفلی وہ نیک نام
لے آئے اپنے گھر میں وصی کو شہ انام مشغولِ پرورش ہوئے شفقت سے روز و شام
الفت یہ تھی کہ دُور نہ رکھتا نگاہ سے
گہوارہ تھا قریب بہت خوابگاہ سے

۲۶
جھولے کے پاس ہر گھڑی شفقت سے جاتے تھے حیدرؑ کے گاہوارے کی ڈوری ہلاتے تھے
منہ چوم کر زبانِ مبارک چُساتے تھے چھاتی پہ اپنی راتوں کو اکثر سُلاتے تھے
فرماتے تھے یہ لشکرِ دیں کا نشان ہے
یہ جسم ہے مرا یہ محمدؐ کی جان ہے

۲۷
تھا بچپنے سے عاشقِ معبود وہ امام جھولے میں تھا نہ غیرِ عبادت کچھ اور کام
تکبیر ہی زبان پہ جاری تھی صبح و شام سوتے میں بھی نکلتا تھا منہ سے خدا کا نام
گر خوش ہوئے تو ذکرِ رسالتؐ پناہ سے
رونا کبھی جو آیا تو خوفِ الٰہ سے!!

۲۸
اعجازِ صغرِ سن میں ہوئے بارہا عیاں اژدر کو چیرا مہد میں واقف ہے اک جہاں
ہمنام حق تھے نامِ خدا جب ہوئے جواں عیسیٰؑ نفس تھے مردوں کو اک دم میں بخشی جاں
کس سے بیاں ہو علم امامِ جلیل کے
استاد فضلِ حق سے ہوئے جبرئیلؑ کے

۲۹
سجدہ کریں ملک وہ علیؑ کی جناب ہے خویشِ رسولؐ، شافعِ یومِ حساب ہے
دستِ علیؑ خدا کے کرم کا سحاب ہے سردارِ اہلبیت ہے جنت کا باب ہے
باہر ہے اس سے جو، ہے وہ ساکن گنشت میں
اِس در سے جو گیا وہی پہونچا بہشت میں

٣٠

کچھ ذکر ایک روز امیرِ عرب کا تھا سلمانِ فارسی سے محمدؐ نے یہ کہا
دشمن نہ ہوتا گر کوئی زوجِ بتولؑ کا کرتا کبھی نہ خلق جہنم کو پھر خدا
دشمن جو ان کے ہیں انھیں دوزخ سے کام ہے
٣١ فردوس شیعیانِ علیؑ کا مقام ہے

میرے لئے ہے گرچہ رسالت کا مرتبہ تین اس میں پر فضیلتیں مجھ سے بھی ہیں سوا
اک یہ کہ حق نے جیسا برادر مجھے دیا! میرے لئے نہیں ہے کوئی مجھ سا دوسرا
بی بی مجھے نہ مالکِ روزِ جزا ملی
٣٢ زوجہ علیؑ کو فاطمہؑ سی پارسا ملی

بیٹے ملے حسینؑ و حسنؑ سیدِ جلیل قدموں پہ جن کے آنکھوں کو ملتا ہے جبرئیلؑ
ان کا تمام خلق میں کوئی نہیں عدیل وہ قاسمِ بہشت ہے مختارِ سلسبیل
اب تو ہی دیکھ رتبہ کو شیرِ الٰہ کے
٣٣ ایسے پسر کہاں ہیں رسالت پناہ کے

بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے اور زر بقدرِ کوہِ اُحد راہ حق میں دے
حج بھی پیادہ پا جو ہزار اُس نے ہوں کئے اور بے گنہ شہید بھی ہو ظلم و جور سے
حُبِّ علیؑ کی مے جو نہیں دل کے جام میں
٣٤ جنت کی بو نہ آئے گی اُس کے مشام میں

بس اے انیس طول سے بہتر ہے اختصار یہ بزم اور آج کا پڑھنا ہے یادگار
کم ہے جو اس سخن پہ جواہر کریں نثار بہتر ہے موتیوں سے نظمِ آب دار
ہے یہ طرزِ خاص کوئی جانتا نہیں
جو جانتا ہے اور کو وہ مانتا نہیں

ختم شد

رُباعی

ہے آج وہ دن کہ انبیاءؑ روتے ہیں!
گردوں پہ مَلک اشکوں سے منہ دھوتے ہیں
دنیا سے محمدؐ کا وصی اٹھتا ہے
بن باپ کے سبطینؑ نبیؐ ہوتے ہیں!

رُباعی

شاہانِ جہاں سب ہیں گدائے حیدرؑ
ہے ابرِ کرم دستِ سخائے حیدرؑ
یعقوبؑ و خلیلؑ و یوسفؑ و آدمؑ و نوحؑ
سب کے مشکل میں کام آئے حیدرؑ

سَلام

دل سیر ہے گدائے جناب امیرؑ کا
خالی کبھی رہا نہیں کاسہ فقیر کا
کیا پوچھتے ہو نام مرے دستگیر کا
دامن نہ چھٹنے پائے جنابِ امیرؑ کا
عاشق ہوں روئے پاکِ جنابِ امیرؑ کا
کعبہ کی سرزمیں پہ ہے بستر فقیر کا
خیبر کا در اکھاڑ لے وہ جلِ شانہٗ
ٹکڑا نمک سے کھائے جو نانِ شعیر کا
یوں شش جہت میں قاتلِ شبیرؑ خوار ہے
ہفتے میں جیسے روز ہے منحوس پیر کا
حکمِ خدا سے قاسمِ رزّاق خلق میں
سب ہاتھ دیکھتے ہیں مرے دستگیر کا
جب مر گئے علیؑ تو مدینہ میں شور تھا!
آج اٹھ گیا شفیق یتیم و اسیر کا

پوچھے کوئی پتہ تو یہ کہہ دیجیو انیسؔ
ہے وادیٔ السّلام میں بستر فقیر کا

(۷)

حضرت علیؑ کی شہادت

۱
ظاہر علیؑ کی ذات سے ہے قدرتِ خدا
بازوئے مصطفےٰ ہے درِ رحمتِ خدا
یعسوبِ دیں، امیرِ عرب، حجتِ خدا
شیرِ خدا پہ ختم ہوئی طاعتِ خدا
قیمت نہ دے سکا کوئی جس کی حجاز میں
سائل کو بخش دی وہ انگوٹھی نماز میں

۲
ہے وہ کلیم عرشِ بریں جس کا طور ہے
خورشید دیں ہے، ایمنِ ایماں کا نور ہے
ہر سمت ذاتِ پاک کا اس کی ظہور ہے
جو ہے علیؑ سے دور، وہ رحمت سے دور ہے
ہے راست پر وہی جسے حیدرؑ سے راہ ہے
حُبِّ علیؑ نہ ہو تو عبادت گناہ ہے

۳
تھا فضلِ حق سے مظہرِ اعجاز وہ امام
خورشید ساتھ بار ہوا اُن سے ہم کلام
جو صبح سے زمیں پہ گزرتا تھا تا بشام
کہتی تھی بوترابؑ سے شب کو خبر تمام
اعجازِ عیسوی، کئی باری دکھا دیئے
تھا یہ اثر زباں میں کہ مُردے جلا دیئے

۴
یوں اُمتِ رسولؐ پہ ہے حقِ مرتضےٰ
حق جس طرح سے ہوتا ہے بیٹوں پہ باپ کا
سمجھے نہ مصطفےٰ کو علیؑ سے کوئی جدا
روشن ہے یہ دلیل نہیں فرق مطلقا
اس طرح مصطفےٰ و علیؑ کا ظہور ہے
دو آنکھیں جس طرح سے ہیں اور ایک نور ہے

۵
اک دن رسولِ حق سے کسی نے یہ عرض کی　　ارشاد آپ کیجئے کچھ رتبۂ علیؑ
فرمایا مصطفٰےؐ نے کہ میں اور مرا وصیؑ　　تھے ایک نور خلقتِ آدمؑ بھی جب نہ تھی
مانندِ روح و جسم کے باہم رہا ہوں میں
۶ مجھ سے جدا نہ وہ ہے نہ اُس سے جدا ہوں میں

میرا وصی ہے بعد مرے مالکِ جہاں　　جسم اس کا میرا جسم ہے جاں اس کی مری جاں
خون اس کا میرا خون ہے لاریب و بے گماں　　ہے مرتضٰی علیؑ کا خدا آپ مدح خواں
اس کے سوا یہ رتبہ ہے کس کا جہان میں
۷ ہے آیۂ مباہلہ حیدر کی شان میں

معجز نمائیوں کا کروں اسکی وصف کیا　　کرتا تھا ماں کے بطن میں تعظیمِ مصطفٰےؐ
تھا وہ ازل سے شیفتۂ ذاتِ کبریا　　ہوتے ہی خلق سجدۂ معبود میں جھکا،
ہیبت سے اہلِ کفر کے ہتھیار گر پڑے
۸ کعبے میں جتنے بُت تھے سب اکبار گر پڑے

اور حال یہ عبادتِ حیدر کا ہے رقم　　حمدِ خدا سوا نہ گزرتا تھا کوئی دم
پڑھتا تھا جب نماز وہ شاہنشہِ اُمم　　خوفِ خدا سے کانپتے تھے سر سے تا قدم
احوال تھا یہ سجدے میں اس خوشخصال کا
۹ ہوتا تھا فاطمہؑ کو گمان انتقال کا

ہر روز روزہ رکھتا تھا وہ سرورِ عرب　　ذکرِ خدا میں کٹتی تھی رو کر تمام شب
دُنیا میں تھے پر اُن کو نہ دنیا کی تھی طلب　　فرماتے تھے یہ آتا تھا وقتِ نماز جب
میں کیا ہوں بندگی ہے مری کس شمار میں
عاجز ہوں میں عبادتِ پروردگار میں

۱۰ فرمانروائے خلق تھا ہر چند وہ امام — لیکن نمک سے کھاتے تھے نانِ جویں مدام
بھوکوں کو کھانے دیتے تھے جاری تھا فیضِ عام — کس لطف سے غریبوں سے ہوتے تھے ہم کلام
غم بیکسوں کے حال پہ کھانے سے کام تھا
۱۱ بھوکوں کو آپ جا کے کھلانے سے کام تھا

جب اہلِ بیت سامنے کھانے کو لاتے تھے — لذت کے کھانے شیرِ خدا کو نہ بھاتے تھے
اک قرص نانِ جو سے زیادہ نہ کھاتے تھے — ہوتا کوئی مُصر تو یہ رو کر سناتے تھے
اس خوف سے ہے دل مرا بیتاب سینے میں
۱۲ میں کھاؤں اور ہو کوئی بھوکا مدینے میں

پوشاک تھی نہ اور بجز کہنہ پیرہن — سو وہ بھی اس لئے تھا کہ ہوگا وہی کفن
ڈھانپا کبھی نہ قاقم و سنجاب سے بدن — یا انتظارِ مرگ تھا یا خوفِ ذوالمنن
جب خانۂ خدا میں عبادت کو جاتے تھے
۱۳ مانندِ بید عضوِ بدن تھرتھراتے تھے

اے مومنو! شجاعتِ حیدرؑ کا تھا یہ حال — کامل تھا صبر و شکر میں وہ شاہِ باکمال
دنیا سے جب کہ اُٹھ گئے محبوبِ ذوالجلال — آزارِ مرتضیٰ کو لگے دینے بد خصال
کیا کیا نہ شیرِ حق پہ مصیبت گزر گئی
۱۴ اعدا کے ظلم و جور سے زہراؑ بھی مر گئی

اس پر بھی ظالموں نے نہ کھینچا ستم سے ہات — گزری مہِ صیام کی اُنیسویں جو رات
مسجد میں مرتضیٰ گئے گھر سے پئے صلوٰۃ — قتلِ علیؑ کی گھات میں تھا اک زبوں صفات
پایا جو محوِ بندگیِ بے نیاز میں
تلوار روزہ دار کو ماری نماز میں

۱۵
اب پیٹنے کی جا ہے غلامانِ مرتضیٰؑ   آقا کی گوشِ دل سے مصیبت سنو ذرا
ایسا کریم، ایسا سخی، ایسا پیشوا   بے جرم حق کے سجدے میں مجروح ہوگیا
فرصت نہ دی نماز کی اس روزہ دار کو
نہلا دیا لہو میں شہِ ذوالفقار کو

۱۶
سجدے میں شیرِ حق کا دو پارہ ہوا جو سر   اک بار کانپنے لگے مسجد کے بام و در
اُبلا لہو کہ ہوگئی محراب خوں سے تر   اک زلزلہ سا بس ہوا نازل زمین پر
گردوں پہ جبرئیل پکارا غضب ہوا
سجدے میں حق کے قتل امیرِ عرب ہوا

۱۷
پہنچی جو گوشِ حضرتِ زینبؑ میں یہ صدا   رو کر جنابِ شبرؑ و شبیرؑ سے کہا
جاؤ خدا کے واسطے مسجد میں تم ذرا   کہتا ہے کوئی قتل ہوا شاہِ لافتا
کس نے کیا شہید امامِ حجاز کو
بابا ابھی تو گھر سے گئے تھے نماز کو

۱۸
یہ سن کے دوڑے جانبِ مسجد حسنؑ حسینؑ   دیکھا کہ رو رہے ہیں نمازی بہ شور و شین
اور خوں میں اپنے لوٹتے ہیں شاہِ مشرقین   سر اپنا پیٹنے لگے زہرا کے نورِ عین
غم سے کلیجے دونوں کے سینوں میں پھٹ گئے
چلّا کے ہائے بابا کہا اور لپٹ گئے

۱۹
گو زخمی سر کو دیکھ کے کرتے تھے یہ بیاں   ٹوٹی بس اب ہماری کمر ہائے بابا جاںؑ
نانا ہمارے سر پہ نہ جیتے ہیں اور نہ ماں   جاویں گے جس طرف نہ ملے گی ہمیں اماں
بیٹوں کو قیدِ غم سے چھڑاؤ تو خوب ہے
ساتھ اپنے ہم کو لیتے ہی جاؤ تو خوب ہے

۲۰
فریاد ہے کہ خانۂ زہراؑ ہوا تباہ زخمی کیا وصیٔ محمدؐ کو بے گناہ
یہ کہہ کے لائے روتے ہوئے تابہ خوابگاہ حضرت کی آنکھیں بند تھیں کرتے تھے آہ آہ
خوں سے عبا تھی سُرخ جراحت میں درد تھا
مانند زعفراں رُخِ پُرنور زرد تھا

۲۱
روئے علیؑ حسنؑ کو گلے سے لگا لگا اور ہاتھ ان کے ہاتھ میں نو بیٹوں کا دیا
عباسؑ نامدار کے حق میں نہ کچھ کہا پیچھے کھڑے تھے سامنے اور رنگ زرد تھا
پاسِ ادب سے باپ سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے
ماں ان کو دیکھتی تھی وہ منہ ماں کا تکتے تھے

۲۲
عباسؑ کو بُلا کے گلے سے لگا لیا ہاتھ اُس کا دے کے ہاتھ میں شبیرؑ کے کہا
اے لال یہ غلام تمہارا ہے باوفا میری طرح سے پیار اُسے کیجیو سدا
آفت کا دن جو تجھ کو مقدر دکھائیگا
اُس روز یہ غلام بہت کام آئیگا

۲۳
عباسؑ سے کہا کہ سُن اے میرے نونہال تو ہے علیؑ کا لال وہ ہے مصطفےٰؐ کا لال
رکھیو ہمیشہ خاطرِ شبیرؑ کا خیال اس کا ملال احمدِ مرسلؐ کا ہے ملال
پیشِ خدا بزرگ ہے رُتبہ حسینؑ کا
مجھکو بھی پاس رہتا ہے اِس نورِ عین کا

۲۴
یہ سُن کے ساری بیبیاں روتی تھیں زار زار اور لوٹتے تھے خاک پہ زہراؑ کے گلعذار
دو دن تلک علیؑ رہے بستر پہ بے قرار فرزندوں کو گلے سے لگاتے تھے باربار
آنسو کبھی رواں تھے کبھی لب پہ آہ تھی
اکیسویں شب آئی تو حالت تباہ تھی

۲۵
تو بج ملک میں شور قیامت ہوا عیاں ۔ تھرا گئی زمین، لگا ہلنے آسماں
جنات پیٹنے لگے با نالہ و فغاں ۔ مابین آسمان و زمیں تھا یہی بیاں
واحسرتا کہ تخت امامت اُلٹ گیا
بس آج زور آلِ محمدؐ کا گھٹ گیا

۲۶
بیٹوں نے بہر غسل اُتارا جو پیرہن ۔ پیوند اس کے دیکھ کے رونے لگے حسنؑ
روکر کہا حسینؑ نے بھائی سے یہ سخن ۔ مدت سے تھا گلے میں یہی جامۂ کہن
جو کہتا تھا کہ رخت بدن چاک چاک ہے
کہتے تھے مشت خاک کی پوشاک خاک ہے

۲۷
معجز نما کو غسل جو دینے لگے پسر ۔ پھرتا تھا آپ جسم مبارک اِدھر اُدھر
آیا تھا خلد سے کفن شاہ بحر و بر ۔ زہراؑ کے لال کہتے تھے سر پیٹ پیٹ کر
بابا رسول پاکؐ سے ملنے کو جاتے ہیں
ہم خلعت اخیر پدر کو پنہاتے ہیں

۲۸
اس وقت یہ حسنؑ سے کسی شخص نے کہا ۔ نیلے نشان دوش پہ کیسے ہیں جا بجا
یہ سن کے اہل بیت میں رونے کا غل ہوا ۔ بولے حسنؑ کہ رات کو لے جاتے تھے سدا
اِک دوش پر اناج فقیروں کیواسطے
اِک دوش پر طعام اسیروں کیواسطے

۲۹
تابوت میں جو رکھ چکے فرزند ارجمند ۔ دل سوزِ غم سے جانے لگا صورت سپند
ڈالی ردائے سبز جو تابوت کر کے بند ۔ آگے سے تب جنازہ ہوا خود بخود بلند
غل تھا جنازۂ شہ مرداں رواں ہوا
دیکھو ہوا پہ تخت سلیماں رواں ہوا

۳۰ بیٹے جو گھر سے لے چلے تابوت شاہ کا　ازواج میں علیؑ کی قیامت ہوئی بپا
غل پڑ گیا کہ ہائے علیؑ ہائے مرتضیٰؑ　اُمّ البنینؑ نکل پڑیں گھر سے برہنہ پا
چلّاتی تھیں مجھے نہیں صورت دکھاتے ہیں
۳۱ شیرِ الٰہ قبر میں سونے کو جاتے ہیں

اور پیچھے اس جنازے کے فضّہ کا تھا یہ حال　خم تھا کمر میں اور کھلے تھے سفید بال
کہتی تھی پیٹ کر سر و زانو بصد ملال　بچّے تباہ ہوگئے یا شاہِ ذوالجلال
پیٹے گا کون خاک کوئی سر پہ ڈالے گی
۳۲ کس کس کو تم بغیر یہ لونڈی سنبھالے گی

فضّہ سے تب حسینؑ نے رو کر کیا کلام　چادر سے سر کو ڈھانپ یہ ہے صبر کا مقام
در بند کر کے بازوئے اُمّ البنینؑ کو تھام　گھر سے کہیں نکل نہ پڑیں بیبیاں تمام
صدمے سے باپ کے دلِ کلثومؑ پھٹ نہ جائے
۳۳ زینبؑ کہیں جنازے سے آکر لپٹ نہ جائے

بس آگے اے انیسؔ نہیں طاقتِ رقم　ہے اشک ریز صفحۂ قرطاس پر قلم
طاری ہے شیعیانِ علیؑ پر ہجومِ غم　کر تو دعا یہ حق سے کہ جب تک ہے دم میں دم
جاری زباں پر نہ کوئی اور حرف ہو
مدّاحیٔ علیؑ میں مری عمر صرف ہو

ختم شد

رباعی

رتبہ جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے　وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی　جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

رباعی

پیدا ہوئے دنیا میں اسی غم کے لئے
رونا ہی جلا ہے چشم پُرنم کے لئے
ہم کو دو دولتیں خدا نے دی ہیں
آنکھیں رونے کو ہاتھ ماتم کے لئے

رباعی

غفلت میں نہ عمر کو بسر کر
انجام پہ اک ذرا نظر کر
اس طولِ عمل سے فائدہ کیا
کل کوچ ہے قصّہ مختصر کر

سلام

ہو گئی بے نور جب شمع مزارِ فاطمہؑ
اُڑ گیا سیماب سا صبر و قرارِ فاطمہؑ

بن گئے اس دن سلیماں بادشاہِ انس و جن
لعل و دُرجن نے کئے جس دن نثارِ فاطمہؑ

سرگذشتِ کربلا کیا پوچھتے ہو دوستو
گر پڑا گھوڑے سے جس دم شہسوارِ فاطمہؑ

پُرخطر صحرا میں اس دم بھولتے مجھ کو نہیں
ہائے ہائے نالۂ شبہائے تارِ فاطمہؑ

دفن کر کے لاشۂ اصغرؑ کو بولے شاہِ دیں
یہ امانت کی سپرد ہم نے تمہارے فاطمہؑ

تا بہ چہلم دھوپ میں اس کا تنِ نازک رہے
خوابگہ ہووے سدا جس کی کنارِ فاطمہؑ



(۸)

جنابِ فاطمہ زہرا

۱

مہرِ سپہرِ عزّ و شرافت ہے فاطمہؑ شرحِ کتابِ عصمت و عفت ہے فاطمہؑ

مفتاحِ بابِ گلشنِ جنت ہے فاطمہؑ نورِ خدا و آیۂ رحمت ہے فاطمہؑ

رتبے میں وہ زنانِ دو عالم کا فخر ہے

حوّا کا افتخار ہے، مریمؑ کا فخر ہے

۲

اللہ رے فاطمہؑ کی بزرگی، زہے شرف بابا ملا تو فخرِ رسولانِ ماسلف

شوہر ملا امیرِ عرب اور شہِ نجف اللہ نے حسینؑ و حسنؑ سے دیے خلف

دونوں امامِ خلق کے حاجت روا ہوئے

مشکل کشا کے بیٹے بھی مشکل کشا ہوئے

۳

ہاں اے زباں خموش ادب کا ہے یہ مقام کوثر سے منہ کو دھولے تو لے فاطمہؑ کا نام

اے دل بجز درود نہ کچھ کیجیو کلام اے کلک اپنے سر کو جھکا دے باحترام

کاغذ پہ پہلے سورۂ مریم کو دم کروں

تب فاطمہؑ کی عصمت و عفت رقم کروں

۴

وہ فاطمہؑ کہ جو ہے سراپا خدا کا نور پرتو ہے جس کے چہرۂ اقدس کا شمعِ طور

گر حور اس کو کہیے تو ہے عقل کا قصور اس کے قدم کی خاک ہے سرمہ برائے حور

کس کو ملا یہ رتبۂ اعلیٰ جہان میں

بھیجی خدا نے آیۂ تطہیر شان میں

۵
اکثر زباں سے اپنی یہ فرماتے تھے نبیؐ — ہے فاطمہؑ کو حق نے بزرگی عطا وہ ہو
پیدا اگر جہاں میں نہ ہوتا مرا وصی — دنیا میں پھر بتولؑ کا ہمسر نہ تھا کوئی
جو سمجھے حور عقل کا اس کے قصور ہے
۶ میں سایۂ خدا ہوں وہ خالق کا نور ہے

شمس الضحیٰ علیؑ ہیں تو بدر الدجیٰ ہے یہ — وہ جسم ہے تو جان و دلِ مصطفیٰ ہے یہ
بحرِ سخا علیؑ ہیں گہرِ بے بہا ہے یہ — عبدِ خدا ہے وہ تو کنیزِ خدا ہے یہ
زاہد ہیں، حق پرست ہیں، خوش خو ہیں نیک ہیں
۷ دونوں خدا کے فضل سے رتبے میں ایک ہیں

حقا کہ فاطمہؑ کے فضائل ہیں بے شمار — دوزخ پہ اور خلد پہ اس کا ہے اختیار
لکھا ہے ہوگا عرصۂ محشر جو آشکار — اُس روز ہوگی نور کے ناقے پہ وہ سوار
تابندہ ہوں گے لعل و زبرجد زمام میں
۸ حوریں جلو میں ہوں گی ملک اہتمام میں

ہوئے گا حکمِ حق سے شفاعت کا سر پہ تاج — قیمت نہ جس کی ہو سکے کونین کا خراج
ہوئے گی اس سے سب کو شفاعت کی احتیاج — غل ہوگا دیکھو مرتبہ فاطمہؑ کو آج
کس دبدبے سے بیٹی پیمبرؐ کی آتی ہے
۹ محشر کو سواری شافعِ محشر کی آتی ہے

آئیں گی اس شکوہ سے محشر میں جب بتولؑ — اور جائیں گی بہشت میں وہ دلبرِ رسولؐ
دیکھیں گے شیعیانِ علیؑ کو جو دل ملول — ہوئے گا حکمِ حق کہ دعا ہے تری قبول
کیا دیکھتی ہے فاطمہؑ کیا انتظار ہے
بخشش میں ان سبھوں کی تجھے اختیار ہے

۱۰
اب زہد و فقرِ فاطمہؓ کا کچھ سناؤں حال فاقے پہ فاقہ کرتی تھی اکثر وہ پُرملال
لاتے جو مُزدِ آب کشی شیرِ ذوالجلال تب جَو منگا کے پیستی تھی وہ نکو خصال
دولت سے کچھ غرض تھی نہ حشمت سے کام تھا
۱۱ آٹھوں پہر خدا کی عبادت سے کام تھا

جُز اِک رِدائے کہنہ نہ تھی دوسری رِدا اس میں بھی لیفِ خرما کے پیوند جا بہ جا
بستر سے تھا کبھی نہ تنِ پاک آشنا فرشِ زمیں تھا خواب گہہ بنتِ مصطفےٰؐ
دنیا میں جیتے جی کبھی راحت نہیں ملی
۱۲ فاقوں میں گر ملی بھی تو نانِ جویں ملی

محتاج تھی، مگر تھا سخاوت کا بھی یہ حال فاقے میں در پہ آن کے جس نے کیا سوال
دے آئی کچھ نہ کچھ اُسے جا کر وہ خوش خصال دنیا کے مال کو نہ سمجھتی تھی کچھ نہ مال
سینے میں دل علائقِ دنیا سے پاک تھا
۱۳ کوہِ طلا بھی سامنے زہرا کے خاک تھا

جس پر یہ کبریا کی عنایت ہو، یہ کرم اُس پر قلیل عمر میں کیا کیا ہوئے ستم
دنیا سے کوچ کر گئے جب سرورِ اُممؐ اُس فاقہ کش پہ ٹوٹ پڑا کوہِ دردوغم
محبوبِ کبریا سا پدر گھر سے اُٹھ گیا
۱۴ سایہ تھا جس کا سر پہ وہی سر سے اُٹھ گیا

اِس صدمے پر بھی درپئے ایذا تھے اہلِ کیں باغِ فدک سوا جو ٹھکانا نہ تھا کہیں
مسجد میں خط سند کا گئی لے کے وہ حزیں اُس کو دیا جواب کہ تیرا یہ حق نہیں
بس چل سکا نہ زوجۂ شیرِ الٰہ کا!
پُرزے کیا نوشتہ رسالت پناہ کا!

۱۵
مانندِ بید غیظ سے تھرائی فاطمہ ‏ روتی نبی کی قبر پہ پھر آئی فاطمہ
چھاتی پہ ہات مار کے چلائی فاطمہ ‏ فریاد کرنے آئی ہے دُکھ پائی فاطمہ

یا شاہ ضبط بلک میری آج ہوگئی
بیٹی تمہاری قوت کو محتاج ہوگئی

۱۶
اتنے میں آئے روتے ہوئے شاہِ لافتا ‏ چادر اُڑھائی فاطمہ کو اور یوں کہا
بس بس خدا کے واسطے کرتی ہو کیوں بُکا ‏ گھر میں چلو کہ روتے ہیں سبطینِ مصطفےٰ

لازم ہے تم کو رحم کہ رحمت کا باب ہو
ایسا نہ ہو کہ خلق پہ نازل عذاب ہو

۱۷
یہ کہہ کے لائے گھر میں جناب بتولؑ کو ‏ غش آیا فرطِ ضعف سے بنتِ رسولؐ کو
اس پر بھی دشمنی تھی یہ قوم جہول کو ‏ رہنے دیا نہ چین سے اُس دلِ ملول کو

پاس ادب رسولؐ کے گھر کا اُٹھا دیا
دروازہ آکے آگ سے اُس کا جلا دیا

۱۸
ڈر سے لگی وہ کہتی تھی آنسو بہا بہا ‏ کیوں گھر مرا جلاتے ہو میں نے ہے کیا کیا
اِک شخص نے ستم یہ کیا وا مصیبتا ‏ دروازہ لات مار کے اُس پر گرا دیا

پہلو پہ آئی ضرب جو بنتِ رسولؐ کے
محسنؑ ہوا شہید شکم میں بتولؑ کے

۱۹
صد حیف رحم آیا کسی کو نہ زینہار ‏ بازو بھی تازیانے سے اُس کا کیا فگار
رسّی گلے میں ڈال کے مثلِ گناہگار ‏ کھینچی خدا کے دوست پہ شمشیر آبدار

غل تھا کہ کل تو احمدِ مختار مر گئے
اور آج فاطمہؑ پہ یہ صدمے گذر گئے

۲۰ اُس روز سے بتولؑ کی حالت ہوئی تباہ — روتی تھیں اپنے حجرے میں پہروں بااشک و آہ
حسرت سے منہ پہ بچوں کے کرتیں کبھی نگاہ — کہتیں کبھی غشی سے کہ آئے پیغمبر الٰہ
کرتی ہے موت قطع سخن اشتیاق کے
ایامِ وصل گزرے دن آئے فراق کے ۲۱

رخصت ہے تم سے اور وصیت یہ ہے مری — بچوں سے میرے رہیو خبردار یا علیؑ!
میرے حسنؑ حسینؑ کو ایذا نہ دے کوئی — مجھ سے جدا یہ رات کو سوئے نہیں کبھی،
مرجاؤں جب تو چھاتی پہ ان کو سُلائیو
دونوں کو پیار کیجو گلے سے لگائیو ۲۲

یہ سُن کے آبدیدہ ہوئے شاہِ مشرقین — اتنے میں آئے مضطر و حیراں حسنؑ حسینؑ
مادر کے منہ کو دیکھ کے روئے بشور و شین — کہنے لگے علیؑ سے یہ احمدؐ کے نورِ عین
مہماں کوئی گھڑی کی محمدؐ کی پیاری ہے
بہلاؤ تم انہیں کہ مجھے دم شماری ہے ۲۳

مسجد میں مرتضےٰؑ گئے روتے پئے نماز — یاں فاطمہؑ نے حق سے کہا اپنے دل کا راز
اے خالقِ زمین و زماں، ربِ بے نیاز — میں ہوں تری کنیز، تو عالم کا کارساز
مقبول یہ دُعا مری ہر آن کیجیو!
مشکل فشارِ قبر کی آسان کیجیو! ۲۴

یہ کہہ کے چُپ ہوئی جو وہ مخدومۂ زماں — زینبؑ یہ بولی فضہ سے با چشمِ خوں فشاں
کچھ کہتے کہتے ہوگئیں خاموش اماں جاں — آئی صدائے احمدِ مختار ناگہاں
چھوڑا جہانِ فانی کو بنتِ رسولؐ نے
صف ماتمی بچھاؤ! قضا کی بتولؑ نے

۲۵
زینبؑ نے سن کے نانا کی آوازِ دردناک　　کھولا جو در تو دیکھا سدھاریں بتولؑ پاک
منہ پیٹا، چھاتی کوٹی، کیا پیرہن کو چاک　　فضہ نے بین یہ کیے سر پر اُڑا کے خاک
شہزادی میری ہائے جہاں سے گزر گئی
فضہ نہ فاطمہؑ کی بلائے کے مر گئی

۲۶
اتنے میں آئے فاطمہؑ زہراؑ کے نونہال　　آنکھوں میں اشک گرد بھرے گیسوؤں کے بال
منہ دیکھا ایک ایک کا بولے بصد ملال　　کیا غش پھر آگیا ابھی اماں کا کیا ہے حال
زینبؑ پکاری قہر ہوا ننگے سر کرو
بابا کو ماں کے مرنے کی جا کر خبر کرو

۲۷
یہ سنتے ہی وہ رونے لگے داڑھیں مار کر　　پھینکیں زمیں پہ ٹوپیاں اپنی اُتار کر
وا حسرتا کہا کئی بار ی پکار کر　　پیراہنوں کو جیب کو پھر تار تار کر
مسجد میں جا کے کہنے لگے بابا جان ہے
گھر میں چلو کہ اٹھ گئیں اماں جہان سے

۲۸
بیٹوں سے مرگِ فاطمہؑ کی سنتے ہی خبر　　غش ہو گئے علیؑ ولی شاہِ بحر و بر
چلائے شیعانِ علیؑ پیٹ پیٹ کر　　تازہ ہوا پھر آج غمِ سیدالبشر
مارا تھا بے گناہ جسے تازیانے سے
وہ فاقہ کرنے والی سدھاری زمانے سے

۲۹
اک دم کے بعد ہوش میں آئے جو مرتضیٰؑ　　دیکھا پچھاڑیں کھاتے ہیں سبطینِ مصطفیٰ
روتے ہیں داڑھیں مار کے اصحاب باوفا　　غل ہے کہ ہائے دخترِ سردارِ انبیاء
پھیلائے ہاتھ دیکھ کے اس شور و شین کو
روئے گلے لگا کے حسنؑ اور حسینؑ کو

۳۰

بیٹوں کو ساتھ لیکے چلا وہ فلک جناب   آئے حرم میں ساتھ جو با دیدۂ پُر آب
زہراؑ کو مُردہ دیکھ کے دل ہوگیا کباب   منہ سے ردا اٹھا کے یہ رو رو کیا خطاب
بی بی علیؑ کو چھوڑ کے دارِ خراب میں
آخر گئیں رسولِ خدا کی جناب میں

۳۱

اب کون لے گا شبرؑ و شبیرؑ کی خبر   چھوٹے سے سن میں ہوگئے بیکس میرے پسر
کیا کہہ کے دیوے ہائے تسلّی انہیں پدر   افسوس ہے کہ ہوگیا ویراں علیؑ کا گھر
جیتے ہیں کب جو ہجر کے صدمے اٹھاتے ہیں
ہم بھی تمھارے پاس کوئی دن میں آتے ہیں

۳۲

سُن کر خدا کے شیر سے پُر درد یہ بیاں   برپا تھا حشر خانۂ زہراؑ کے درمیاں
منہ پیٹتی تھیں بیبیاں با نالہ و فغاں   تھا حالِ دلبرانِ علیؑ یہ کہ الاماں
مُردے سے ماں کے دونوں پسر لپٹے جاتے تھے
حیدرؑ ہٹا ہٹا انھیں چھاتی لگاتے تھے

۳۳

ماتم میں گزری بنتِ نبی کے جو آدھی رات   میت کو دے کے غُسل و کفن شاہِ خوش صفات
گھر سے جنازہ لے چلے بیٹوں کو لیکے سات   زینبؑ پکاریں مار کے چھاتی پہ دونوں ہات
کیا ہے کہ بیٹیوں سے بھی منہ موڑے جاتی ہو
اماں! اکیلے گھر میں ہمیں چھوڑے جاتی ہو

۳۴

بس آگے دفن فاطمہؑ کا کیا سناؤں حال   کاغذ ہے سینہ ریش قلم کی زباں ہے لال
گر دل میں تیرے مرثیہ گوئی کا ہے خیال   بس اے انیسؔ حیدرِ صفدر سے کر سوال
ذہنِ سلیم اپنے کرم سے عطا کرو
یا مرتضیٰ علیؑ مری حاجت روا کرو

ختم شد

سلام

عجب وقت ہے اور عجب انجمن ہے
سلامی یہ محفل علیؑ کا چمن ہے

سلامی یہ آلِ نبیؐ پر ممن ہے
کہ بارہ تو بازو میں اور اک رسن ہے

نہیں انگلیاں پانچ مصرعے ہیں گویا
مرے ہاتھ میں خمسہ پنج تن ہے

کھلا یہ دو رنگی سے برگِ حنا کی
یہ رنگِ حسینؑ اور وہ رنگ حسنؑ ہے

گریباں مرا چھوڑ اے حرصِ دنیا
مرے ہاتھ میں دامنِ پنجتنؑ ہے

کہا ماں نے جاتے ہو اصغرؑ کہاں تم
اشارا کیا قصدِ نہرِ لبن ہے

مکاں دیکھے معراج میں دو نبیؐ نے
کہ ہر ایک جنت میں پرتو فگن ہے

محل اک زمرد کا ہے رشکِ طوبیٰ
تو وہ دوسرا رشکِ لعلِ یمن ہے

کہا سرخ اور سبز کیوں ہیں یہ دونوں
دل اس وقت کچھ خود بخود نعرہ زن ہے

کہا حاملِ وحی نے سر جھکا کر
یوں ہی مرضی حضرتِ ذوالمنن ہے

کروں مختصر عرض ہے طول اس میں
یہ قصرِ حسینؑ اور وہ قصرِ حسنؑ ہے

گلے میں رسن جب بندھی بولے عابدؑ
کہ ہم میں بھی مشکل کشا کا چلن ہے

اسیروں کو دکھلا کے خولیؔ پکارا
یہ کنبہ علیؑ کا اسیرِ محن ہے

نظر آیا مقتل تو عابدؑ پکارے
یہ نعشِ امامِ غریب الوطن ہے

نہیں جسم پر ایک چادر کا سایا
نئی گردش اے آسمانِ کہن ہے

ندا آئی لاشے سے بیٹا نہ رو تو
رہِ حق میں راحت یہ رنج و محن ہے

یہ نیزوں کی چوبیں ہیں تابوت اپنا
یہ دامانِ صحرا ہمارا کفن ہے

نہیں رنج کچھ اپنی عریاں تنی کا
یہ غم ہے کہ زینبؑ اسیرِ محن ہے

انیسؔ اس قدر شور بختی کا شکوہ
یہ دولت ہے تھوڑی کہ شیریں سخن ہے

(۹)

حضرت امام حسن علیہ السلام

۱

سجدے میں قتل جب شہِ خیبر شکن ہوئے زینت دِہِ سریرِ امامت حسنؑ ہوئے
سبطِ رسولؐ جب کہ امامِ زمن ہوئے ممنونِ فیضِ عام سے سب مرد و زن ہوئے
چرچا تھا خوبیوں کا زمیں سے فلک تلک
خُلقِ حسنؑ کا شور تھا عرشِ بریں تلک

۲

حلّالِ مشکلاتِ امیر و غریب تھے اور شاہِ لافتا کے معظّم وزیر تھے
قائم مقامِ سرورِ گردوں سریر تھے یکتا گوہرِ نسب میں عدیم النظیر تھے
نانا، رسولؐ، بادشہِ مشرقین سا
بازو اگر خدا نے دیا تو حسینؑ سا

۳

لکھتا ہے یوں بحار میں راویِ خوش کلام اک دن سوار جاتے تھے شاہِ ذوالاحترام
خُدّام تھے سواری میں سرگرمِ اہتمام جھکتے تھے صف بصف پئے تسلیم خاص و عام
تھی روشنی زیادہ تجلّیِ طور سے
رستے بھرے تھے نورِ الٰہی کے نور سے

۴

ناگاہ آیا سامنے اک مردِ خیرہ سر اور جانبِ امام درشتی سے کی نظر
منہ سے کلامِ سخت کہے اس نے بیشتر ترکِ ادب ہے لاؤں اسے کس زبان پر
سمجھا نہ رتبۂ شہِ عالی مقام کو
دشنام دی امامِ علیہ السّلام کو

جب کر چکا وہ بے ادب یہ سب کلام — حضرت نے اُس کا دیکھ کے مُنہ روک لی لگام
اور مُسکرا کے آپ نے کی سبقتِ سلام — فرمایا کیوں ہے غیظ میں اے مردِ نیک نام
شاید اسیرِ دامِ بلا و محن ہے تو!
مجھ کو گماں یہ ہے کہ غریب الوطن ہے تو!

مجھ سے سوال کر کہ میں حاجت روا کروں — اور دردِ مفلسی ہو تو اُس کی دوا کروں
گر تو مریض ہے تو شفا کی دُعا کروں — مقروض گر تو ہوئے تو اس کو ادا کروں
تنہا ہے گر تو آ کے مرا غم گسار ہو
پیدل ہو گر تو گھوڑے پہ میرے سوار ہو

گر عازمِ سفر ہے تو لے مجھ سے زادِ راہ — بھاگا ہے گر کہیں سے تو یاں آ کے لے پناہ
بھوکا ہے گر تو سیر ہو اے بندۂ الٰہ — عُریاں ہے گر تو لے مرا یہ جامہ و کلاہ
اہلِ کرم ہیں لال جنابِ امیر کے
مہمان چند روز ہو گھر میں فقیر کے

حاضر رہوں گا میں تری خدمت میں با ادب — ہرگز کسی طرح کا نہ ہوگا تجھے تعب
مہماں کو دوست رکھتے ہیں یاں خاصگانِ رب — دیگا حسینؑ تجھ کو زر و مال بے ادب!
ہم آلِ مصطفےٰ ہیں یہ سب گھر رحیم ہے
مجھ سے زیادہ میرا برادر کریم ہے

سُن کر کلامِ بادشہِ آسماں سریر — کانپا مثالِ بید سراپا وہ مردِ پیر
بے اختیار رو کے پکارا کہ اے قدیر — تیرا کوئی عدیل نہ اِس کا کوئی نظیر
شیرِ خدا وصیِ نبیؐ کا کلام ہے
حقا کہ تو امام ہے ابنِ امام ہے

۱۰ حیدرؑ سے بغض تھا مجھے اور آپ سے عناد — مانندِ روح و جسم ہوا آج اتحاد
دل سے تمام محو ہوئے باطنی فساد — اب بخشئے خطا کو یہی ہے مری مراد
تعزیر دیجے تیغ دو پیکر نکالیے
تقصیروار ہوں میں زباں کاٹ ڈالیے

۱۱
چھاتی لگا کے کہنے لگا وہ خدا کا نور — بے تاب کس لئے ہے ترا کچھ نہیں قصور
ایمان لایا تو مرے دل کو ہوا سرور — نزدیک تو بہشت سے ہے اور سقر سے دور
آلِ نبیؐ کی تجھ سے محبت زیادہ ہو
تجھ سے حسنؑ خوشی ہے خدا تجھ سے شاد ہو

۱۲
کیا پرورش تھی بندہ پرور اس حلم کے نثار — ایسا گناہگار ہوا دم میں رستگار
مولا کا علم و فیض ہے عالم پہ آشکار — ہے رحم بے حساب تو بخشش ہے بے شمار
پیدا ہوئے تھے یہ عوضِ خاک نور سے
رحمت سے دل بھرا تھا تنِ پاک نور سے

۱۳
ہمت کو نام پاک کی نسبت سے تھا شرف — لعل و گہر سے بھر دیے تھے سائلوں کے کف
پھرتے تھے کوچہ ہائے مدینہ میں جسطرف — ہوجاتے تھے فقیر غنی دم میں صف بہ صف
انبارِ نان دوش پہ اپنے اٹھاتے تھے!
بھوکوں کو جا کے راتوں کو کھانا کھلاتے تھے

۱۴
اخبارِ صادقین سے ہوتا ہے یہ عیاں — جعدہ تھی ایک زوجۂ شہزادۂ زماں
اس کی طرف سے رہتے تھے مولا جو بدگماں — کہتے تھے لوگ اس کا بتا دیجئے نشاں
فرماتے تھے گریز نہیں ہے ممات سے
قطعِ حیات ہے شدنی اس کے ہات سے

۱۵
آخر ہوا وہ ، کہتے تھے جو شاہِ نامدار
شہد و رطب میں زہر دیا اس نے تین بار
دردِ شکم سے رہتے تھے نالان و بے قرار
سو سو طرح کے رنج تھے اور ایک جانِ زار
کیا بیکسی تھی راحتِ جانِ بتولؑ پر !
جا جا کے لوٹتے تھے مزارِ رسولؐ پر ،

۱۶
مصروف تھے خدا کی عبادت میں صبح و شام
گھر سے کہیں نہ جاتے تھے شہزادۂ انام
یثرب میں اک مکاں تھا بنا کردۂ امامؑ
منظور ہوگیا شبِ رحلت وہیں مقام
رشکِ بہشت و غیرتِ باغِ جناں ہوا
اس شب کو وہ مکان تو بس لامکاں ہوا

۱۷
وہ سبطِ مصطفےٰؐ کی شہادت کی رات تھی
آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی
زہراؑ و مرتضیٰؑ پہ قیامت کی رات تھی
گزری قلق میں فاطمہؑ کے نورِ عین کو
ہجرِ حسنؑ میں نیند نہ آئی حسینؑ کو

۱۸
بستر پہ جلوہ گر جو ہوا وہ فلک جناب
تا نصفِ شب نہ چشم ہوئی آشنائے خواب
زیرِ زمیں تھا خاک بسر قرصِ آفتاب
داغِ جگر دکھاتا تھا جھک جھک کے ماہتاب
تارے زمیں پہ ٹوٹ کے پیہم گرا کئے
چشمِ فلک سے قطرۂ شبنم گرا کئے

۱۹
پڑھ کر نمازِ شب کو جو سوئے شہِ اممؑ
جعدہ نے پھر ملا دیا پانی میں آکے سم
زینبؑ کو چونک کر یہ پکارے بصد الم
بہنا ! ابھی گلے سے نبیؐ کے لگے تھے ہم
رقت یہ تھی کہ اشکوں سے تر روئے پاک تھا
محبوبِ کبریا کا گریبان چاک تھا

۲۰
ناناگلے لگا کے یہ کہتے تھے بار بار! اے بیکس وغریب حسنؑ میں ترے نثار
پھرتے تھے میرے گرد علیؑ کو نہ تھا قرار اماں بلائیں لے لے کے کرتی تھیں مجھکو پیار
پوچھا جو میں نے آپکا کیوں رنگ زرد ہے
روکر کہا کہ آج کلیجے میں درد ہے

۲۱
فرما کے یہ حسنؑ نے اٹھایا زمیں سے جام پایا درست اُس کو جو تھا مُہر کا مقام
تھوڑا سا پانی پی کے پکارا وہ تشنہ کام دوڑو بہن! کہ کام ہمارا ہوا تمام
یہ کہتے کہتے زرد رُخِ پاک ہو گیا
چلاتے تھے کہ ہائے جگر چاک ہو گیا

۲۲
دوڑیں جناب زینبؑ بیکس برہنہ پا دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبےٰؑ،
بولیں یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا ہے ہے بہن نثار ہو بھیا! یہ کیا ہوا
کیا پھر کسی نے زہر دغا سے پلا دیا
کس نے مِرے کلیجے پہ خنجر چلا دیا

۲۳
تکیے لگا دیے تھے حرم نے اِدھر اُدھر بازو کو کوئی تھامتی تھی اور کوئی سر
فرمایا طشت لاؤ، ہوا زہر کارگر رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر
سینے سے منہ میں ٹکڑے کلیجے کے آتے ہیں
نانا بلا گئے تھے سو دنیا سے جاتے ہیں

۲۴
یہ کہتے کہتے غش ہوئے شاہِ فلک جناب غم گیں تو تھے حسینؑ، ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روح احمدؐ و زہراؑ و بوتراب واتھے برنگِ دیدۂ نرگس جناں کے باب
تشریف خُلد کو شہِ ذی جاہ لے گئے
جدّ و پدر جو آئے تھے ہمراہ لے گئے

۲۵
برپا تھا اہلِ بیتِ محمدؐ میں شور و شین بہنیں پچھاڑیں خاک پہ کھاتی کرکے بین
چھاتی پہ ہاتھ مار کے چلاتے تھے حسینؑ اب اُٹھ گیا زمانے سے ہم بیکسوں کا چین
بازو ہمارا ٹوٹ گیا وا مصیبتا
باپ آج مجھ سے چھوٹ گیا وامصیبتا!

۲۶
لاشے کے پاس مادرِ قاسم کا تھا یہ حال رُخ زرد اور پھٹا تھا گریباں، کھلے تھے بال
چلاتی تھی۔ یتیم ہوئے ہائے میرے لال لونڈی نثار اے پسرِ شاہ ذوالجلال
مدت کا ساتھ ہائے غضب آج چھٹ گیا
میں رانڈ ہو گئی میرا اقبال لٹ گیا

۲۷
غسل و کفن امام کو جب دے چکے امام اور جمع ہو چکے درِ دولت پہ خاص و عام
جس دم اٹھا جنازۂ شہزادۂ امام کرتے تھے انبیا رسلف واں پہ اہتمام
تھے شیثؑ و نوحؑ چاک گریباں کئے ہوئے
الیاسؑ و خضرؑ جاتے تھے کاندھا دیئے ہوئے

۲۸
جس دم جنازۂ پسرِ شاہِ لافتا، پہونچا قریبِ مرقدِ پیغمبرِ خدا
یہ دشمنوں پہ مطلبِ شبیرؑ کھل گیا۔ یعنی قریبِ مرقدِ سلطانِ انبیاء
زیبِ کنارِ شاہِ رسلؐ کے مزار ہو
منظور ہے کہ حق کو یہ مرکز قرار ہو

۲۹
از بس کہ نسلِ فاطمہؑ سے تھا انھیں عناد بس مستعد وہ ہو گئے سب بر سرِ فساد
محبوبِ حق کے روضہ پہ آئے وہ بد نہاد بولے کہ پوری ہونے نہ دیویں گے یہ مراد
یہ گھر ہماری ملک کا ہے اور مال کا
حصہ نہیں ہے اس میں محمدؐ کی آل کا

۳۰

برہم ہوئے یہ سن کے امام فلک جناب
تھرایا جسم غیظ سے آنکھیں ہوئیں پر آب
فرمایا دو گے حشر میں کیا حق کو تم جواب
ہے کچھ بھی پاس احمدؐ و زہراؑ و بوترابؑ

اوروں کی قبر ہائے نبیؐ کے قریب ہو
پہلوئے رسولؐ کا نہ حسنؑ کو نصیب ہو

۳۱

تابوت پر جو آنے لگے تیر ناگہاں
آمادہ نبرد ہوئے شاہ انس و جاں
آئی ندائے غیب کہ اے شاہ بیکساں
سر پیٹتی ہے فاطمہؑ زہراؑ بصد فغاں

جنبش میں اس الم سے محمدؐ کی قبر ہے
اے شیر حق کے لال یہ ہنگام صبر ہے

۳۲

زہراؑ کے گھر میں شور قیامت بپا ہوا
ڈیوڑھی پہ آئی دختر حیدرؑ برہنہ پا
بکھرے ہوئے تھے بال گریباں پھٹا ہوا
اک ایک سے یہ کہتی تھی آنسو بہا بہا

غصہ ہے آج فاطمہؑ کے نور عین کو
للہ کوئی جا کے سنبھالے حسینؑ کو

۳۳

جا کر کہے یہ کوئی کہ اے شاہ نامدار
صدقہ نبیؐ کی روح کا کیجو نہ کارزار
بابا کا صبر یاد کرو تم پہ میں نثار
ہے ہے نہ مجتبیٰؑ کا بناؤ وہاں مزار

آرام دو حبیب خدا کے حبیب کو
لے جا کے ماں کے پہلو میں گاڑو غریب کو

۳۴

خاموش اب انیسؔ کہ اک حشر ہے بپا
مجلس میں چار سمت ہے اک شور مرحبا
کر حق سے ہاتھ اٹھا کے بصد عجز یہ دعا
یارب دکھا دے روضۂ سلطان کربلا

اچھی نہیں مریض کو دوری مسیح سے
حسرت یہ ہے کہ رو دوں لپٹ کر ضریح سے

ختم شد

رُباعی

یکتا گہرِ قلزمِ سرمد ہیں حسینؑ
سردارِ اُمم مثلِ محمدؐ ہیں حسینؑ
جب سر کو قدم کیا تو سر کی رہِ عشق
حقا کہ شہیدوں میں سرآمد ہیں حسینؑ

رُباعی

شہ کہتے تھے اللہ کا پیارا ہوں میں
عرشِ اعظم کا گوشوارا ہوں میں!
سارے عالم میں روشنی ہے جس کی
اے لشکرِ شام وہ ستارا ہوں میں

سلام

السّلام اے لحدِ اقدسِ والائے حسینؑ
مہبطِ نورِ خدا طورِ تجلّائے حسینؑ
مرکزِ دائرۂ دین شرفِ کون و مکاں
قبلۂ عالمیاں منزلِ ماوائے حسینؑ
لوحِ قرآں مبیں آئینۂ صدق و صفا
ذو العطا عرشِ خدا خاکِ شفا پائے حسینؑ
عرش سے آکے ملک ہوتے ہیں مجلس میں شریک
اے خوشا مرتبۂ بزمِ معلّائے حسینؑ
یہی بخشش کا وسیلہ ہے یہی راہِ نجات
فرض ہے اُمتِ احمدؐ پہ تولائے حسینؑ
کون سی چشم ہے جاری نہیں جس سے آنسو
کون سا دل ہے کہ جس دل میں نہیں جائے حسینؑ
مالکِ نور تھے دنیا میں صدا مثلِ علیؑ
پارۂ نان و نمک تھا من و سلوائے حسینؑ

ہند میں ہوں پہ شب و روز دُعا ہے یہ انیسؔ
قبر ہو متصلِ قبرِ مُعلائے حسینؑ

(۱۰)

امام حسینؑ کی ولادت

۱

ہاں اے فلکِ پیر! نئے سر سے جواں ہو　　اے ماہِ شبِ چار دہم، نور فشاں ہو
اے ظلمتِ غم دیدہ تو عالم سے نہاں ہو　　اے روشنیٔ صبحِ شبِ عید عیاں ہو
شادی ہے ولادت کی ید اللہ کے گھر میں
خورشید اُترتا ہے، شہنشاہ کے گھر میں

۲

اے شمس و قمر اور قمر ہوتا ہے پیدا　　نخلِ چمن دیں کا ثمر ہوتا ہے پیدا
مخدومِ دو عالم کا پسر ہوتا ہے پیدا　　جو عرش کی ضو ہے وہ گہر ہوتا ہے پیدا
ہر جسم میں جاں آتی ہے مذکور سے جسکے
تو نورِ خدا ہوں گے عیاں نور سے جسکے

۳

اے ماہِ معظم ترے اقبال کے صدقے　　شوکت کے فدا عظمت و اجلال کے صدقے
اُتری برکت فاطمہؑ کے لال کے صدقے　　جس سال یہ پیدا ہوئے اس سال کے صدقے
قرباں سحرِ عید اگر ہو تو بجا ہے
نو روز بھی اس شب کی بزرگی پہ فدا ہے

۴

قربان شبِ جمعۂ شعبانِ خوش انجام　　پیدا ہوا جس شب کو محمدؐ کا گُل اندام
قائم ہوا دیں، اور بڑھی رونقِ اسلام　　ہم پلۂ صبحِ شبِ معراج تھی وہ شام
خورشید کا اجلال و شرف بدر سے پوچھو
کیا قدر تھی اس شب کی شبِ قدر سے پوچھو

۵

شعباں کی ہے تاریخِ سوم روزِ ولادت — اور ہے دہم ماہِ عزا یومِ شہادت
دونوں میں بہر حال ہے تحصیلِ سعادت — وہ بھی عملِ خیر ہے، یہ بھی ہے عبادت
مدّاح ہوں کیا کچھ نہیں اس گھر سے ملا ہے
کوثر ہے صلا اس کا بہشت اس کا صلہ ہے

۶

اے کعبۂ ایماں تری حرمت کے دن آئے — اے رکنِ یمانی تری شوکت کے دن آئے
اے بیتِ مقدس تری حرمت کے دن آئے — اے چشمۂ زمزم تری چاہت کے دن آئے
اے سنگِ حرم جلوہ نمائی ہوئی تجھ سے
اے کوہِ صفا اور صفائی ہوئی تجھ سے

۷

اے ارضِ مدینہ تجھے فوق اب ہے فلک پر — رونق جو سما پہ ہے وہ اب ہو گی سمک پر
خورشیدِ ملا تیرا ستارہ ہے چمک پر — صدقے گلِ تر ہیں ترے پھولوں کی مہک پر
پر جس پہ فرشتوں کے بچھیں فرش وہی ہے
جس خاک پہ ہو نورِ خدا عرش وہی ہے

۸

یا ختمِ رسلؐ گوہرِ مقصود مبارک — یا نورِ خدا رحمتِ معبود مبارک
یا شاہِ نجف شادیِ مولود مبارک — یا خیرِ نسا اخترِ مسعود مبارک
رونق ہو سدا نور دو بالا رہے گھر میں
اس ماہِ دو ہفتہ کا اجالا رہے گھر میں

۹

اے امّتیو! ہے یہ دمِ شکر گزاری — ہر بار کرو سجدۂ شکرِ یۂ باری،
اللہ نے حل کر دیا مشکل کو تمہاری — فردیں عملِ زشت کی اب چاک ہیں ساری
لکھے گئے بندوں میں ولی ابنِ ولی کے
ناجی ہوئے صدقے میں حسینؑ ابنِ علیؑ کے

۱۰
روشن تھا مدینے کا ہر اک کوچہ و بازار جو راہ تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گل زار
کھولے ہوئے تھا آہوئے شب نافۂ تاتار معلوم یہ ہوتا تھا کہ پھولوں کا ہے انبار
گردوں کو بھی اک رشک تھا زینت پہ زمیں کی
ہر گھر میں ہوا آتی تھی فردوس بریں کی

۱۱
کیا شب تھی وہ مسعود و ہمایون و معظم رُخ رحمتِ معبود کا تھا جانبِ عالم
جبریلؑ و سرافیلؑ کو مہلت نہ تھی اِک دم بالائے زمیں آتے تھے اور جاتے تھے باہم
باشندوں کو یثرب کے خبر تھی نہ گھروں کی
سب سنتے تھے آواز فرشتوں کے پَروں کی

۱۲
وہ نورِ قمر اور دُر افشانیٔ انجم تھی جس کے سبب روشنیٔ دیدۂ مردم
وہ چہچہے رضواں کے وہ حوروں کا تبسّم آپس میں وہ ہنس ہنس کے فرشتوں کا تکلم
میکائیلؑ شگفتہ ہوئے جاتے تھے خوشی سے
جبریلؑ تو پھولے نہ سماتے تھے خوشی سے

۱۳
ناگاہ دَرِ حجرہ ہوا مطلعِ الانوار دِکھلانے لگے نورِ تجلّی دَر و دیوار
اسمانے غُل سے یہ کہا دوڑ کے اِک بار فرزند مبارک تمھیں یا حیدرِ کرّار
اسپند کرو فاطمہؑ کے ماہِ جبیں پر
فرزند نہیں چاند یہ اترا ہے زمیں پر

۱۴
دیکھا نہیں اس طرح کا چہرہ کبھی پیارا نقشہ ہے محمدؐ سے شہنشاہ کا سارا
ماتھے پہ چمکتا ہے جلالت کا ستارا اللہ نے اس گھر میں عجب چاند اتارا
تصویر رسولِ عربی دیکھ رہے ہیں
آنکھوں کی ہے گردش کہ نبیؐ دیکھ رہے ہیں

۱۵ مژدہ یہ سنا احمدِ مختار نے جس دم　　پس شکر کے سجدے کو گرے رحمتِ عالم
آئے طرفِ خانۂ زہرا خوش و خرم　　فرمایا مبارک پسر، اے ثانیِ مریم
چہرہ مجھے دکھلا دو مرے نورِ نظر کا!
ٹکڑا ہے یہ فرزند محمدؐ کے جگر کا!

۱۶ کی عرض یہ اسما نے کہ اے خاصۂ داور　　نہلالوں، تو لے آؤں اُسے حجرے سے باہر
ارشاد کیا احمدِ مختار نے ہنس کر　　لے آ! کہ نواسا ہے مرا طاہر و اطہر
اس چاند کو تاجِ سرِ افلاک کیا ہے،
یہ وہ ہے خدا نے جسے خود پاک کیا ہے

۱۷ میں اس سے ہوں اور مجھ سے ہے یہ، تو نہیں ماہر　　یہ نور الٰہی ہے، یہ ہے طیّب و طاہر
اسرار جو مخفی ہیں وہ اب ہوئیں گے ظاہر　　یہ آیتِ ایماں ہے، یہ ہے حجّتِ باہر
بڑھ کر مددِ سیّدِ لولاک کرے گا
کفّار کے قصّے کو یہی پاک کرے گا

۱۸ جس دم یہ خبر مخبرِ صادق نے سنائی　　اسما، اُسے اک پارچۂ نرم پہ لائی،
بُو اُس گلِ تازہ کی محمدؐ نے جو پائی　　ہنسنے لگے، سُرخی رخِ پُرنور پہ آئی
منہ چاند سا دیکھا جو رسولِ عربیؐ نے
لپٹا لیا چھاتی سے نواسے کو نبیؐ نے

۱۹ جان آگئی، یعقوبؑ نے یوسفؑ کو جو پایا　　قرآں کی طرح، رحلِ دو زانو پہ بٹھایا
منہ ملنے لگے منہ سے، بہت پیار جو آیا　　بوسے لیے، اور ہاتھوں کو آنکھوں سے لگایا
دل ہل گیا کی جب کہ نظر سینۂ و سر پر
چوما جو گلا چل گئی تلوار جگر پر

۲۰
جوش آیا تھا رونے کا مگر تھام کے رقت   اِس کان میں فرمائی اذاں اُس میں اقامت
حیدرؑ سے یہ فرمایا کہ اے شاہِ ولایت   کیوں تم نے بھی دیکھی مرے فرزند کی صورت
پُر نور ہے گھر، تم کو ملا ہے قمر ایسا!
دنیا میں کسی نے نہیں پایا پسر ایسا!

۲۱
کیوں کر نہ ہو تم سا پدر اور فاطمہؑ ماں   دو شمس و قمر کا ہے یہ اِک نیّرِ تاباں
کی عرض یہ حیدرؑ نے کہ اے قبلۂ ایماں   حق اس پہ رکھے سایۂ پیغمبرِ ذی شاں
اعلیٰ ہے وہ سب سے جو مقامِ شہِ دیں ہے
بندہ ہوں میں، اور یہ بھی غلامِ شہِ دیں ہے

۲۲
عالم میں ہے یہ سب برکت آپ کے دم سے   سرسبزیٔ دنیا ہے اسی ابرِ کرم سے
تا عرش پہنچ جاتا ہے سر فیضِ قدم سے   عزت ہے غلاموں کی شہنشاہِ اُمم سے
کچھ اس میں نہ زہراؑ کا ہے باعث نہ علیؑ کا
سب ہے یہ بزرگی کہ نواسا ہے نبیؐ کا

۲۳
فرمانے لگے ہنس کے شہِ یثرب و بطحا   بھائی کہو فرزند کا کچھ نام بھی رکھا
کی عرض یہ حیدرؑ نے کہ اے سیدِ والا   سبقت کروں حضرت پہ یہ مقدور ہے میرا
فرمایا کہ موقوف ہے یہ ربِّ عُلا پر!
میں بھی سبقت کر نہیں سکتا ہوں خدا پر

۲۴
بس اتنے میں نازل ہوا جبریلِ خوش انجام   کی عرض کہ فرماتا ہے یہ خالقِ علّام
پیارا ہے نہایت ہمیں زہراؑ کا گل اندام   یا ختمِ رسلؐ ہم نے حسینؑ اس کا رکھا نام
یہ حُسن میں سردارِ حسینانِ زمن ہے
مشتق تو ہے احسان سے تصغیرِ حسنؑ ہے

۲۵
حےؔ سے ہے اشارہ کہ ہے یہ حامیٔ امت ۔۔۔ سمجھیں گے اسی سبطؑ کو سب عینِ سعادت
نےؔ اس کی بزرگی میں ہے یٰسین کی آیت ۔۔۔ ہے نونؔ سے ظاہر کہ یہ ہے نورِ نبوت،
ناجی ہے وہ اس نام کو لے گا جو دہن سے
۲۶ یہ حُسن میں دس حصّے زیادہ ہے حَسَنؑ سے

دو نور کے دریاؤں کو ہم نے کیا اِک جا ۔۔۔ تب اس سے ہوا گوہرِ نایاب یہ پیدا
تو قیصر میں بے مثل شجاعت میں ہے یکتا ۔۔۔ اب اور نہ ہوگا کوئی اِس حُسن کا لڑکا
ہم جانتے ہیں جو نہیں ظاہر ہے کسی پر
۲۷ کام اس سے جو لینا ہے وہ ہے ختم اسی پر

فیاض نے کونین کی دولت اسے دی ہے ۔۔۔ دی ہے جو علیؑ کو وہ شجاعت اسے دی ہے
صبر اس کو عنایت کیا ہمّت اسے دی ہے ۔۔۔ اِن سب کے سوا اپنی محبت اُسے دی ہے
اعلیٰ ہے، معظّم ہے، مکرّم ہے، وَلی ہے
۲۸ ہادی ہے، وفادار ہے، زاہد ہے، سخی ہے

جب کر چکے ذکرِ کرم مالکِ تقدیر ۔۔۔ جبریلؑ نے پاس آن کے دیکھا رُخِ شبّیرؑ
کی شکلِ علی کہہ کے محمّدؐ سے یہ تقریر ۔۔۔ یا شاہ! یہ سر رُو تو ہے صاف آپ کی تصویر
جب کی ہے زیارت تو پئے تسلیم جھکے ہیں!
۲۹ اس نور کو ہم عرش پہ بھی دیکھ چکے ہیں،

ہے اس پہ ازل سے نظرِ رحمتِ معبود ۔۔۔ یہ پیشتر آدم سے بھی تھا عرش پہ موجود
ہے ذاتِ خدا صاحبِ فیض و کرم و جود ۔۔۔ تھا خلقِ دو عالم سے یہی طلب و مقصود
مظلومی و غربت ہے عجب نام پہ اس کے
سب روتے ہیں، اور روئیں گے انجام پہ اس کے

۳۰
ہے یہ سبب تہنیت و تعزیت اِس دم — ہے شادی و غم گلشن ایجاد میں توام
پنہاں ہے جسے چھاتی سے قبلۂ عالم — بے جرم و خطا ذبح کریں گے اسے اظلم
گر حشر بھی ہوگا تو یہ آفت نہ ٹلے گی،
سجدے میں چھُری حلقِ مبارک پہ چلے گی

۳۱
ہوگا یہ محرّم میں ستم اے شہِ ذی جاہ — چھپ جائے گا آنکھوں سے اسی چاند میں یہ ماہ
تاریخ دہم جمعے کے دن عصر کے وقت آہ — نیزے پہ چڑھائیں گے سرِ پاک کو گمراہ
کٹ جائے گا جب سر تو ستم لاش پہ ہونگے
گھوڑوں کے قدم سینۂ صد پاش پہ ہونگے

۳۲
چلّائے محمّد کہ میں بسمل ہوا بھائی — اے وائے اخی! کیا یہ خبر مجھ کو سنائی
دل ہِل گیا برچھی سی کلیجے میں در آئی — یہ واقعہ سن کر جیے گی مری جائی
ممکن نہیں دنیا میں دوا زخمِ جگر کی
کیوں کر کہوں زہرؑا سے خبر مرگِ پسر کی

۳۳
جس وقت سُنی فاطمہؑ نے یہ خبرِ غم — شادی میں ولادت کی بپا ہو گیا ماتم
چلّاتی تھی سر پیٹ کے وہ ثانیٔ مریمؑ — بیٹی یہ چھُری چل گئی، یا سیّدِ عالم
خنجر کے تلے چاند سی تصویر کی گردن
کٹ جائے گی ہے ہے مرے شبیرؑ کی گردن

۳۴
خاموش انیسؔ آہ بہت رنج و محن ہے — مجلس میں بپا ماتمِ سلطانِ زمن ہے
صد شکر کہ تو ناظمِ اقلیمِ سخن ہے — ہاں موتیوں سے بھرنے کے قابل یہ دہن ہے
رکھ دل کو غنی ذکرِ امامِ ازلی میں۔
قدر اس کی ہے سرکارِ حسینؑ ابنِ علیؑ میں

ختم شد

(۱۱)

امام حسینؑ کے بچپن کے دو معجزے

۱
حقا کہ عجب مرتبۂ سبطِ نبیؐ ہے　　　کیا خالقِ اکبر نے شرافت اسے دی ہے
ہے فاطمہؑ ماں، نانا نبیؐ، باپ علیؑ ہے　　　بچپن سے وہ مقبولِ جنابِ احدی ہے
جبرئیلِ سوا کیا کوئی اِس راز کو جانے
جس چیز پہ ہٹ کی ہے وہ بھیجی ہے خدا نے

۲
درگاہِ الٰہی میں یہ تھی عزت و توقیر　　　اُٹھتی تھی جو طاعت کے لئے مادرِ دلگیر
جبریلؑ سے فرماتا تھا یہ مالکِ تقدیر　　　جھولے کو جھلاؤ کہ نہ بے چین ہو شبیرؑ
زہراؑ کے پسر سے کوئی پیارا نہیں ہم کو
ایذا اُسے ہوئے، یہ گوارا نہیں ہم کو

۳
نادار ہے، محتاج ہے خاتونِ قیامت　　　اور کرتی ہے وہ آسیہ گردانی کی محنت
تو کہیو کہ خادم کو عنایت ہے یہ خدمت　　　تم دودھ پلاؤ کہ ہو شبیرؑ کو راحت
خدمت مجھے جھولے کے جھلانے کی جو دی ہے
شبیرؑ نہ روئے یہی خالق کی خوشی ہے

۴
اِک سال ہوئی شہرِ مدینہ میں گرانی　　　دانا ہوا نایاب کہ برسا نہ تھا پانی
خلقت نے مناجات بھی کی نذر بھی مانی　　　جز اشک زمیں پر نہ ہوئی قطرہ فشانی
غلے کے لئے خلق ترستی تھی زمیں پر
پانی کے عوض آگ برستی تھی زمیں پر

۵ تھا قحط سے ہر سمت مدینے میں تلاطم آدم کو نہ آتی تھی نظر صورت گندم
پژمردہ زراعت تھی، سراسیمہ تھے مردم شادابی گلزار جہاں ہو گئی تھی گم
ہر غنچے کا منہ زرد تھا اور خشک زباں تھی
ایام بہاری میں نہالوں پہ خزاں تھی

۶ تب مل کے گئے پاس محمدؐ کے بصد غم کی عرض کہ اے قبلۂ دیں! قبلۂ عالم
ہیں اب تبھی دستئ امت کے تو محرم! پانی جو نہ برسے گا، تو بچنے کے نہیں ہم
آپ آیۂ رحمت ہیں عطا کیجیے مولاؐ
مینھ برسے، خدا سے یہ دعا کیجیے مولاؐ

۷ حضرتؐ نے انھیں مضطرب الحال جو پایا دل آپؐ کا امت کی غریبی پہ بھر آیا
شبیرؑ کا منہ چوم کے اس طرح سنایا اللہ نے ہے عقدہ کشا تم کو بنایا
حق سے طلب بارش و باراں کرو پیارے
مشکل مری امت پہ ہے آساں کرو پیارے

۸ زانوئے پیمبرؐ سے اٹھے سبطِ پیمبرؐ قبلے کی طرف منہ کیا اور کھول دیا سر
خالق سے کہا چھوٹے سے ہاتھوں کو اٹھا کر بندوں پہ بس رحم کر اے خالق اکبر
راحت کی گرانی ہوئی، ارزانی ہے غم کی
مشتاق ہے خلقت تری باران کرم کی

۹ جس دم یہ محمدؐ کے نواسے نے دعا کی گردوں پہ گھٹا چھا گئی قدرت سے خدا کی
برسانے لگی پانی کو تحریک ہوا کی یہ رعد نے بجلی کے چمکتے ہی صدا دی
عالم کی طرف رحمت حق کی جو نظر ہے
فرزند محمدؐ کی دعا کا یہ اثر ہے

۱۰
مینہ برسا جو صدقے سے حسینؑ ابن علیؑ کے سب دوڑ کے قدموں پہ گرے سبطِ نبیؐ کے
شبیرؑ سے احمدؐ نے کہا مارے خوشی کے سینے سے لو لگ جا او رسولِ عربیؐ کے
گردن کو سوئے قبلہ جھکانے کے میں صدقے
۱۱ ان چھوٹے سے ہاتھوں کو اٹھانے کے میں صدقے

شبیرؑ گلے لگنے کو ہنستے ہوئے آئے منہ چوم کے ہات آنکھوں سے حضرتؐ نے لگائے
آنسو بھی مگر متصل آنکھوں سے بہائے اصحاب نے پوچھا تو سخن لب پہ یہ لائے،
بخشا ہے خدا نے یہ اثر اس کی زباں میں
۱۲ اک روز یہی پانی کو ترسے گا جہاں میں

جن ہاتھوں سے تم سب کے لئے کی ہے مناجات تلواروں سے کٹ جائیں گے اک روز یہی ہات
پانی نہیں ملنے کا اسی پیاسے کو ہیہات برسائیں گے مینہ تیروں کا اس پیاسے پہ بدذات
بجلی سی ہر ایک تیغِ ستم آئے گی اس پر
۱۳ میداں میں گھٹا شام کی چھاجائیگی اس پر

اے مومنو! آقا کی سنی تم نے فضیلت بچپن سے گنہگاروں کے ہیں آیۂ رحمت
تھی اُن پہ ہر اک امر میں خالق کی عنایت جب مانگی دُعا، ہو گیا وا بابِ اجابت
یہ عزت و توقیر ہے اس عقدہ کشا کی
۱۴ خالق نے اسے عید کی پوشاک عطا کی

تھا عید روز ہزادہ نبیؐ کا جو پیارا رنج اُس کا خدا کو بھی نہ ہوتا تھا گوارا
بھائی کو ملا بچۂ آہو جو قضا را پوچھا یہ حسنؑ سے نہ رہا ضبط کا یارا،
بھائی کہو یہ بچہ تمہیں کس نے دیا ہے
لایا ہے کوئی نذر کو یا مول لیا ہے

۱۵

بولے یہ حسنؑ ہم انھیں ازبس کہ ہیں پیارے بچہ یہ دیا ہے ہمیں نانا نے ہمارے
شبیرؑ یہ سن جانبِ مسجد جو سدھارے الفت سے نبی ہاتھ اٹھا کر یہ پکارے
آ چھاتی سے لگ اے گلِ بستانِ محمدؐ
۱۶ اس چاند سی صورت پہ فدا جانِ محمدؐ

پاس اپنے بلاتے رہے شاہنشہِ خوش خو شبیرؑ رہے دور بھرے آنکھوں میں آنسو
کہتے تھے نبی صدقے ترے اے مرے گل رو کس نے تجھے آزردہ کیا مجھ سے تو کہہ تو
بابا نے کیا شور کہ کچھ ماں نے کہا ہے؟
۱۷ کیوں آن کے چھاتی سے لپٹتے نہیں کیا ہے؟

لو پاس اب آؤ تمھیں چھاتی سے لگا دیں ہم اونٹ بنیں اور تمھیں کاندھے پہ چڑھا دیں
غف غف کریں اور صحن میں مسجد کے پھرا دیں لے جاؤ جدھر تم ہم ادھر دوڑتے جا دیں
دنیا میں محمدؐ سا ہے رہوار تمھارا
۱۸ جبریلؑ سا خادم ہے جلودار تمھارا

کیوں تیوری چڑھائی ہے میں اس غصے کے قرباں دل سینے میں بیتاب ہے نانا کا مری جاں!
آزردہ ہو وہ پیار کی چتون نہیں اس آں کس چیز کو دل چاہتا کس شے کے ہو خواہاں
جو مانگو گے نانا وہ منگا دیوے گا تم کو
۱۹ میں دے نہ سکوں گا تو خدا دیوے گا تم کو

نانا سے یہ کہنے لگا زہراؑ کا وہ دلدار تھا مجھ کو یقیں سب سے زیادہ ہو مرا پیار
پھیلائے ہاتھوں کو ندا اے سیدِ ابرار میں آپ کے سینے سے نہیں لپٹوں گا زنہار
بچہ دیا آہو کا جنھیں پیار انھیں کیجے
منہ چوم کے کاندھے پہ بھی اسوار انھیں کیجے

۲۰
نزدیک تھا یہ کہہ کے کرے چشم کو پُرنم   گھبرا کے یہ فرمانے لگے سیّدِ عالم
لو آؤ مری جاں کہا مان لو اِس دَم   بچّہ تمہیں ہرنی کا منگا دیں گے ابھی ہم
یہ سُن کے بھی نانا کے نہ پاس آتے تھے شبیرؑ
بڑھتے تھے نبیؐ پیچھے ہٹے جاتے تھے شبیرؑ

۲۱
اصحاب سے فرمایا کہ کام اِس گھڑی آؤ   شبیرؑ مرا روتا ہے سب مل کے مناؤ
مشکل میں محمّدؐ ہے تجسّس کرو جاؤ   بچّہ کوئی ہرنی کا جو ہاتھ آئے تو لاؤ!
یہ روئیگا مطلوب جو اس کا نہ ملے گا
ہلتا ہے ابھی دل مرا پھر عرش ہلے گا

۲۲
اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمدؐ مُرسل   جو حضرت جبرئیلؑ ہوئے عرش سے نازل
کی عرض محمّدؐ سے کہ آساں ہوئی مشکل   منظورِ خدا ہے کہ نہ شبیرؑ ہو بے دل
دو خوش خبری شیرِ الٰہی کے پسر کو
بچّہ لئے ہرنی چلی آتی ہے اِدھر کو

۲۳
سُن کر یہ خبر شاد ہوئے احمدؐ مختار   بچّہ کو لئے ہرنی بھی حاضر ہوئی اک بار
شبیرؑ سے فرمانے لگے سیّدِ ابرار   بھجوا دیا اللہ نے تمھیں جس کے طلب گار
جو مانگتے ہو ہاتھ وہ آتا ہے تمہارے
اے لال خدا ناز اٹھاتا ہے تمہارے

۲۴
ہرنی نے ملیں آنکھیں محمّدؐ کے قدم پر   اور بچّے نے شبیرؑ کے قدموں پہ رکھا سر
فرمایا نبیؐ نے تیرا آنا ہوا کیوں کر   کی عرض یہ ہرنی نے کہ اے عاشقِ داور
کیا مصر و حلب کیا ختن و سرحدِ چیں کا
احوال نہیں آپ سے پوشیدہ کہیں کا

۲۵

اللہ نے دو بچے کئے تھے مجھے امداد — قیدِ غمِ اولاد سے تھی خلق میں آزاد
ایک بچہ تو پہلے ہی پکڑ لایا تھا صیاد — دودھ اس کو پلاتی تھی کہ حق کا ہوا ارشاد
شبیرؑ کے کچھ دل پہ الم ہونے نہ پاوے
۲۶ جلدی اسے پہنچا دے کہ وہ رونے نہ پاوے

پیارا ہے ہمیں وہ اسد اللہ کا پیارا — فرزند ہے اُس پر مرے محبوب نے وارا
خاتونِ قیامت کی وہ آنکھوں کا ہے تارا — معشوق ہم اُسکے ہیں وہ عاشق ہے ہمارا
وہ رویا تو سب جن و ملک رونے لگیں گے
۲۷ لرزے گی زمیں ساتوں فلک رونے لگیں گے

یہ سن کے روانہ ہوئی میں واں سے بہ سرعت — طے ہو گئی اک دن میں کئی دن کی مسافت
ممکن ہے کہ حیواں کو نہ انساں سے ہو وحشت — گویا مجھے یاں تک کوئی پہنچا گیا حضرت
اس طرح سے طے راہ کو ہوتے نہیں دیکھا
۲۸ پر شکر کہ شبیرؑ کو روتے نہیں دیکھا

یہ سن کے پڑھا شکر کا حضرتؐ نے دوگانا — ہرنی ہوئی واں چھوڑ کے بچے کو روانا
شبیرؑ سے احمدؐ نے کہا صدقے ہو نانا — اللہ پہ تھا شاق ترا اشک بہانا
کس مرتبہ تم پر کرمِ ذاتِ خدا ہے
۲۹ لو ہرنی کا بچہ یہ عنایاتِ خدا ہے

تھے نرگسی آنکھوں میں بھرے جب تو آنسو — ہنسنے لگے آیا جو نظر بچۂ آہو
افراطِ بشاشت سے ہوا سرخ وہ گل رو — فرمانے لگے اُس سے یہ پیغمبرِ خوش خو
ہم نے دیا بچہ تمھیں تم کیا ہمیں دو گے
لو اب بھی نہ بولو گے کہ چھاتی سے لگو گے

۳۰

فرمایا نبیؐ نے جو نواسے سے یہ ہنس کر — شرما گیا زہرا کا پسر سر کو جھکا کر
پھر جوشِ محبت میں پھرا گردِ پیمبر — اور دستِ ادب باندھ کے قدموں پہ رکھا سر
کی عرض کہ نادم ہوں یہ کیوں بے ادبی کی
اب بخشیے تقصیر حسینؑ ابنِ علیؑ کی

۳۱

کس پیار سے حضرت نے مجھے پاس بلایا — اور دستِ مبارک کو کئی بار بڑھایا
روٹھا میں رہا چھاتی سے لگنے کو نہ آیا — کیوں آپ نے بچپن سے مرا ناز اٹھایا
سن پائیں تو بابا کہیں افسردہ ہوں مجھے
ڈرتا ہوں نہ اماں کہیں آزردہ ہوں مجھے

۳۲

فرمایا محمدؐ نے یہ چھاتی سے لگا کر — تم جرم و خطا سے ہو بری اے مرے دلبر
اللہ کے بھی پیارے ہو اے جانِ پیمبرؐ — ماں باپ بھی قربان فدا میں بھی ہوں تم پر
روٹھوں گا میں تم سے یہ عبث فکر ہے بیٹا
معصوم سے تقصیر کا کیا ذکر ہے بیٹا

۳۳

یہ پیٹنے اور رونے کی جا گر ہے محبو! — بچپن میں خدا نے جسے رونے نہ دیا ہو
کیا کیا دیئے آزار ستمگاروں نے ان کو — رویا غمِ اولاد میں وہ سیدِ خوش خو
بچہ جسے ہرنی کا ملا آگے نبیؐ کے
میداں میں چھری چل گئی بچوں پہ اسی کے

۳۴

خاموش انیس آگے نہیں طاقتِ تحریر — عالم جسے روتا ہے وہ مظلوم ہے شبیرؑ
خالق سے دعا مانگ کہ اے مالکِ تقدیر — دکھلا مجھے آنکھوں سے مزارِ شہِ دلگیر
محسوب ہوں زوارِ امامِ دوسرا میں
مر جاؤں تو مدفون ہو جوارِ شہدا میں

ختم شد

رباعی

توقیر ترے ہی آستانے سے ملی
عزت ترے در پہ جھکانے سے ملی
مال و زر و آبرو و ایماں
کیا کیا دولت ترے خزانے سے ملی

رباعی

مظلوم نہ شاہِ بحر و بر سا ہوگا
مینہ تیروں کا یوں کسی پہ برسا ہوگا؟
پیاسے رہے کربلا میں جس طرح حسینؑ
یوں گھر بھی پانی کو نہ ترسا ہوگا

سلام

سدا ہے فکرِ ترقی بلند بینوں کو
ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمینوں کو
پڑھیں درود نہ کیوں دیکھ کر حسینوں کو
خیالِ صنعتِ صانع ہے پاک بینوں کو
یہ جھریاں نہیں ہاتھوں پہ ضعفِ پیری نے
چنا ہے جامۂ اصلی کی آستینوں کو
لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو
غضب ہے اہلِ ستم اس میں جائیں دَرّانہ
جس آستاں پہ ملائک رکھیں جبینوں کو
بجا ہے اسلئے اکبرؑ سے تھا حسینؑ کو عشق
کہ دوست رکھتا ہے اللہ بھی حسینوں کو
لگا وغا میں ٹپکنے لہو جو قبضے سے
چڑھا لیا شہؑ والا نے آستیوں کو

خیالِ خاطرِ احباب چاہیئے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

(۱۲)

حضرت عباسؑ کی ولادت

۱

عباسؑ علیؑ شیرِ نیستانِ نجف ہے تابندہ دُرِ تاجِ سلیمانِ نجف ہے
سروِ چمنِ خضر بیابانِ نجف ہے آئینۂ روئے مہِ کنعانِ نجف ہے
طفلی سے اسے عشقِ امامِ دوسرا تھا
شبیرؑ اُس پہ فدا تھے، وہ شہِ دیں پہ فدا تھا

۲

عباسؑ علی گوہرِ دریائے شرف ہے تو لعل نہ پہونچیں جسے وہ دُرِ نجف ہے
غازی کی وفاداری کا غُل چار طرف ہے کیوں شیر نہ ہو شیرِ الٰہی کا خلف ہے
حقا کہ زمانے میں بہادر نہیں ایسا
اس مُہ صدفِ برج میں اک دُر نہیں ایسا

۳

عباسؑ علی یوسفِ کنعانِ علیؑ ہے! شمشادِ قبا پوشِ گلستانِ علیؑ ہے
شبیرؑ کا دل، روحِ حسنؑ، جانِ علیؑ ہے شوکت سے دلاور کی عیاں شانِ علیؑ ہے
ہاتھ اس کے نہ کیوں کر رہے میدانِ وغا کا
فرزندِ زبردست ہے وہ دستِ خدا کا

۴

ہم طلعتِ یوسفؑ تھا وہ اولادِ علیؑ میں تھی قوتِ خیبر شکنِ شیرِ جری میں
ہمت نہ یہ جرأت نہ یہ شوکت تھی کسی میں تھا ایک جواں لشکرِ اللہ و نبیؐ میں
مشہور ہے اس صاحبِ شمشیر کی طاقت
آنکھ اس سے ملائے یہ نہیں شیر کی طاقت

۵
اللہ نے دی عزت و توقیرِ یداللہ　　مشہور ہوئے وارثِ شمشیرِ یداللہ
ہر بات میں رنگینیٔ تقریرِ یداللہ　　صورت کا یہ انداز کہ تصویرِ یداللہ
روشن ہوا دل قدرتِ اللہ کو دیکھا
دیکھا شہِ مرداں کو جو اس ماہ کو دیکھا

۶
لشکر شکن و صفدر و زور آور و خوش رو　　فرزندِ یداللہ تو شبیرؑ کا بازو!
خلقِ حسنی ، غربتِ شاہنشہ خوش خو　　ساری وہی ہمت، وہی خصلت، وہی خو بو
ایسا نہ ہوا کوئی نہ ہووے گا جہاں میں
کیا کیا صفتیں جمع تھیں اس ایک جواں میں

۷
سروِ چمنِ مرتضوی تھا قدِ بالا!　　فرزندِ نبیؑ نے جسے آغوش میں پالا
عضوِ بدن ایسے کہ کہے دیکھنے والا　　ہے نور کے سانچے میں خدا نے اسے ڈھالا
رخ ایک طرف حسن سے اعضا نہیں خالی
خوبی سے سراپا میں کوئی جا نہیں خالی

۸
رعب ایسا کہ شیروں کا جگر خوف سے تھرائے　　زور ایسا کہ قوت اسدُ اللہ کی یاد آئے
حلم ایسا کہ تصویرِ حسنؑ آنکھوں میں پھر جائے　　حُسن ایسا کہ یوسفؑ بھی جسے دیکھ کے شرمائے
نظارۂ خورشید گوارا تھا نظر کو
اس رُخ پہ ٹھہرنے کا نہ یارا تھا نظر کو

۹
خورشیدِ منیرِ فلک نور ہے عباسؑ　　مصباحِ شبستانِ سرِ طور ہے عباسؑ
سقائے حرم خلق میں مشہور ہے عباسؑ　　حیدرؑ کی طرح صاحبِ مقدور ہے عباسؑ
لاکھوں ہوں تو خوف اس کو دمِ رزم نہیں ہے
ایسا کوئی عالم میں اولوالعزم نہیں ہے

۱۰
کیا فیض ہے کیا اسمِ مبارک میں اثر ہے   ہنگامِ مرض تقویتِ قلب و جگر ہے
کیسی ہی مہم سخت ہو اک آن میں سر ہے   بازو پہ جو باندھے تو سرِ دست ظفر ہے
کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں
۱۱ آفت میں سپر ہے تو سروہی ہے وغا میں

اللہ نے بخشی ہے عجب نام کو تاثیر   شیعوں کی پناہ اور عدو کے لئے شمشیر
وہ مشکلِ لاحل جو نہ حل ہو کسی تدبیر   یا حضرتِ عباسؑ کہا پھر نہیں تاخیر
اعجاز و کرامت اسے کہئے تو بجا ہے
۱۲ بے دست ہے اور نخلِ علیؑ عقدہ کشا ہے

عین اس کا ہے وہ چشمہ کہ فیض اس سے ہوا عام   یہ علم کا آغاز ہے اور شرع کا انجام
با سے ہے برکت اور الف اوّلِ اسلام   ہے سین سعادت پہ اسی نام کا انجام
یہ اسمِ مقدس تو سعیدِ ازلی ہے
۱۳ اعلیٰ نہ ہو کیوں کر کہ شریک اس کا علیؑ ہے

سلطانِ سریرِ حشم و جاہ ہیں عباسؑ   عالم کے شجاعوں کے شہنشاہ ہیں عباسؑ
آئینۂ تصویرِ یداللہ ہیں عباسؑ   شبیرؑ تو خورشید ہیں اور ماہ ہیں عباسؑ
اقبال و جلال ان کا زمانے پہ جلی ہے
۱۴ وہ نورِ محمدؐ ہے تو یہ نورِ علیؑ ہے

کیا کیا نہ جواں مرد ہوئے خلق میں پیدا   لیکن کوئی عباسؑ کی جرأت کو نہ پہنچا
ہر شہر میں غازی کی شجاعت کا ہے شہرا   ہر لب پہ ہے یہ ذکر کہ یکتا ہے وہ یکتا
ایسا نہ ہوا کوئی نہ ہوئے گا جہاں میں
جو اہلِ وفا ہے اسے روئے گا جہاں میں

۱۵
دنیا میں ہما نے یہ سعادت نہیں پائی　　فردوس میں طوبیٰ نے یہ رفعت نہیں پائی
حمزہ نے یہ ہمت یہ شجاعت نہیں پائی　　جعفر نے یہ توقیر یہ شوکت نہیں پائی
سقائے حرم ہیں خلفِ شاہ نجف ہیں
واں ایک بزرگی ہے تو یاں لاکھ شرف ہیں

۱۶
تھراتا ہے خورشید جلال و حشم ایسا　　لاکھوں سے بھی ہٹتا نہیں ثابت قدم ایسا
نام ایسا، دل ایسا، شرف ایسا، کرم ایسا　　جھک جاتی ہے شاخِ سر طوبیٰ علم ایسا
قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباسؑ
دامن دُرِ مقصود سے بھر دیتے ہیں عباسؑ

۱۷
لکھے کوئی کیا الفتِ سردارِ علمدار　　دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زنہار　　قمری بھی نہیں سرو کی اس طرح طلب گار
اک آن فراق ان میں شب و روز نہیں ہے
پروانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے

۱۸
اللہ رے نسب واہ ری توقیر زہے جاہ　　دادا تو ابو طالبِؑ غازی سا شہنشاہ
عمّ جعفرِ طیّار، ہژبرِ صفِ جنگاہ　　اور والدِ ماجد کو جو پوچھو! اسداللہ
فخر ان کو غلامی کا حسینؑ ابنِ علیؑ کی
مادر کو کنیزی کا شرف بنتِ نبیؐ کی

۱۹
فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلین اٹھانا　　معراج تھی رومال کھڑے ہو کے ہلانا
ساتھ آنا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا　　تھی عین تمنّا قدم آنکھوں سے لگانا
شہ سوتے تو تکیے پہ نہ سر دھرتے تھے عباسؑ
مانند قمر پھیرے کے سحر کرتے تھے عباسؑ

۲۰
فرماتے تھے شبیرؑ کہ اے میرے گل اندام تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات میں آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو سحر و شام
لازم ہے ادب آپ ہیں سردار ہمارے
جاگے تو زہے طالعِ بیدار ہمارے

۲۱
ہر چند نہ تھا بطن سے زہراؑ کے وہ مہرو لیکن کہے بات آتا ہے اس طرح کا بازو
بچپن سے جو چھوڑا نہ تھا شبیرؑ کا پہلو تھی طبع میں ساری گلِ زہراؑ ہی کی خوشبو
خُلق اُس میں، جواں مردیِ شاہِ نجف اس میں
تھے علمِ امامت کے سوا سب شرف اس میں

۲۲
پیدائشِ عباسؑ کا یہ حال ہے تحریر جب خُلد کو دنیا سے ہوئیں فاطمہؑ رہ گیر
یاور تھی زبس مادرِ عباسؑ کی تقدیر ہم بسترِ حیدرؑ ہوئی وہ صاحبِ توقیر
جس روز سے آئی تھی یداللہ کے گھر میں
رہتی تھی شب و روز تمنا یے پسر میں

۲۳
دعوائے کنیزی تھا اُسے بنتِ نبیؐ سے تھا اُنس بہت، آلِ رسولِ عربیؐ سے
مطلب تھا نہ اپنی اُسے راحت طلبی سے آگاہ تھی، شبیرؑ کی عالی نسبی سے
مصروف وہ فضہ سے بھی خدمت میں سوا تھی
تو جان سے فرزندوں پہ زہراؑ کے فدا تھی

۲۴
حیدرؑ سے کبھی پوچھتی تھی، یا شہؑ صفدر دونوں میں بہت چاہتے تھے کس کو پیمبرؐ
اُس بی بی سے فرماتے تھے یہ، فاتحِ خیبر اُلفت تھی محمدؐ کو نواسوں سے برابر!
یہ دونوں دل و جانِ رسولِؐ دوسرا تھے
صدقے کبھی اُس پر تھے، کبھی اس پہ فدا تھے

۲۵

جب مصحفِ ناطق سے سُنی اُس نے یہ تقریر　　کی حق سے مناجات کہ اے مالکِ تقدیر

گر دے تو مجھے ایک پسر، صاحبِ توقیر　　میں اُس کو خوشی ہو کے کروں فدیۂ شبیرؑ

ممتاز غلاموں میں جو گُل فام ہو میرا!

۲۶ زہراؑ کی کنیزوں میں بڑا نام ہو میرا!

شبیرؑ کا تھا نام مناجات میں شامل　　کس طرح نہ مقبول کرے خالقِ عادل

جلد اُس کو ثمر، نخلِ دعا کا ہوا حاصل　　اللہ نے بخشا پسرِ نیک شمائل

دکھلائی جو تصویرِ پسر، بختِ رسا نے

۲۷ عباس علیؑ نام رکھا شیرِ خدا نے

شبیرؑ کو عباسؑ کی مادر نے بلایا　　اور گود میں فرزند کو دے کر یہ سنایا

لو واری، وفادار غلام آپ نے پایا　　نعلین اُٹھائے گا تمھاری، مرا جایا

آقا ہو، شہنشاہ ہو، سردار ہو اسکے

۲۸ مالک ہو تمھی اور تمھی مختار ہو اسکے

چھاتی سے لگا کر اُسے بولے شہِ خوش خُو　　یہ تقویتِ روح ہے اور قوتِ بازو

اس گل سے وفاداری کی آتی ہے مجھے بُو　　کتنا مرے بابا سے مشابہ ہے یہ گل رو

یہ شیر، مددگاریِ شبیرؑ کرے گا

۲۹ اللہ اسے صاحبِ توقیر کرے گا

جب سات برس کا ہوا وہ گیسوؤں والا　　ماں نے کہا، تم نے مری جاں ہوش سنبھالا

مانی تھی یہ نذر اور تمھارا سی واسطے پالا　　اب تم کو کروں گی میں نثارِ شہِ والا

حق اُلفتِ زہراؑ کا ادا کرتی ہوں بیٹا

جو عہد کیا اُس کو وفا کرتی ہوں بیٹا

۳۰
خوش ہو کے یہ کی حضرتِ عباسؑ نے تقریر — یہ عین تمنا ہے کہ ہوں فدیۂ شبیرؑ
حاضر ہوں، کرو جلد فدا ہونے کی تدبیر — لازم نہیں اماں! عملِ خیر میں تاخیر
گو عمر میں چھوٹا ہے گل اندام تمہارا
پر خلق میں ہووے گا بڑا نام تمہارا

۳۱
مادر کو یہ فرزند کی تقریر خوش آئی — لے لے کے بلائیں اسے پوشاک پنہائی
پکڑے ہوئے ہات، آگے یداللہؑ کے لائی — کی عرض کہ لونڈی نے جو دولت ہے یہ پائی
تھا دَین ادا کرنے کا، اس کے مرے سر پر
آپ اس کو فدا کیجئے زہراؑ کے پسر پر

۳۲
کچھ سوچ کے فرزند سے حیدرؑ نے یہ پوچھا — شبیرؑ پہ ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
عباسؑ بتا دے مجھے، مرضی ہے تری کیا — وہ اہلِ وفا جوڑ کے ہاتوں کو یہ بولا
میں عاشقِ فرزندِ رسولِؐ دوسرا ہوں
سَو بار جو زندہ ہوں تو سَو بار فدا ہوں

۳۳
رو کر اسد اللہؑ نے دیکھا سوئے شبیرؑ — جنگاہ کی آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویر
پیاسوں کا خیال آگیا، حالت ہوئی تغیر — یاد آئی بھری مشک، کلیجے پہ لگا تیر
طاقت نہ رہی ضبط کی احمدؐ کے وصی کو
نزدیک تھا، صدمے سے غش آجائے علیؑ کو

۳۴
خاموش انیسؔ اب کہ تڑپتا ہے دلِ زار — کافی ہے رلانے کو تری درد کی گفتار
اس جنس کا گو آج نہیں کوئی خریدار — فیاض ہے لیکن شہِ مظلوم کی سرکار
افسردہ نہ ہو غنچۂ امید کھلے گا
کھل جائیں گی آنکھیں وہ صلا تجھ کو ملے گا

ختم شد

رباعی

جس وقت نزدیک وقتِ رحلت ہوگا　　یارو کیا ہی مقامِ حسرت ہوگا
کوئی عملِ نیک نہ ہوگا جز یاس　　آخر کو وہی رفیقِ تربت ہوگا

رباعی

کونین کی دولت ہے عنایت تیری　　ماں باپ سے بھی سوا ہے شفقت تیری
مستوجبِ دوزخ ہوں اگر عدل کرے　　یارب بخش دے تو رحمت تیری

سلام

آکے جو بزمِ عزا میں روگئے　　بخش دی وہ فردِ عصیاں دھوگئے
یاد آیا دامنِ مادر کا چین　　پاؤں پھیلا کر لحد میں سوگئے
اشک کیا نکلیں کڑے احوال پر　　سنتے سنتے قلب پتھر ہوگئے
موت آئی ہے مجتو الفراق　　آج وعدے سب برابر ہوگئے
ہاتھ سے جاتا رہا نقدِ حیات　　جان دے کر آئے بے جاں ہوگئے
عالمِ فانی میں کیا تم کو ملا　　اور کچھ اپنی گرہ سے کھوگئے
راحت آبادِ عدم ہے خوب جا　　پھر نہ آئے وہ جہاں سے جوگئے
ہتھکڑی اور بیڑیوں کو دیکھ کر　　دست و پا عابدؑ کے ٹھنڈے ہوگئے
چھد گیا مثلِ گہر ناوک سے حلق　　لعل سی جاں اپنی اصغرؑ کھوگئے
خون گردن سے جو نکلا گرم گرم　　بھر کے آہِ سرد ٹھنڈے ہوگئے
آکے تربت پر پکارے شاہِ دیں　　ہائے آج اصغرؑ اکیلے ہوگئے
عالمِ پیری میں یہ غفلت انیس　　رات بھر جاگے سحر کو سوگئے

(۱۳)

بیعت کے مسئلے سے شہادت تک

۱

جس دم یزید شام میں مسند نشیں ہوا   سب ملک روسیاہ کے زیرِ نگیں ہوا
شبیرؑ سے زیادہ اسے بغض و کیں ہوا   ایذائے اہلِ بیت کے درپے لعیں ہوا
کہتا تھا سلطنت کا تو ساماں درست ہے
۲ سختی نہ اِن پہ ہو تو ریاست ہی سست ہے

خط حاکمِ مدینہ کو لکھا بہ شد و مد   مضمون یہ تھا، کہ تب ہے اطاعت تری سند
بیعت بری، حسینؑ سے لے تو بہ جبر و کد   میں فوج بھیجتا ہوں کرے گی تری مدد
بیعت کریں، تو جلد اِدھر بھیج دیجیو
۳ راضی نہ ہوں، تو کاٹ کے سر بھیج دیجیو

پہنچا اُسے مدینے میں جب نامۂ یزید   پڑھ کر وہ خط بہت متردد ہوا ولید
دل میں کہا یہ ظلم تو ہے عقل سے بعید   میں فاطمہؑ کے لال کو کیوں کر کروں شہید
دعوائے سلطنت بھی نہیں، بے قصور ہے
۴ ایسے کنارہ کش پہ ستم کیا ضرور ہے

آخر کسی کو بھیج کے شہ کو کیا طلب   بھائی، بھتیجے شاہ کے حاضر تھے سب کے سب
فرمایا اُس سے جا کے میں آؤں گا وقتِ شب   معلوم ہے مجھے، جو بُلانے کا ہے سبب
سب جانتے ہیں، بیعتِ فاسق حرام ہے
اُس کی طلب نہیں یہ اجل کا پیام ہے

گھبرا گئے یہ سُن کے عزیز و رفیق و یار — قاسمؑ نے رکھ لی سامنے شمشیرِ آب دار
اکبرؑ نے بھی طلب کیا اسبابِ کارزار — آئے کمالِ غیظ میں، عباسِؑ نام دار
کہہ کر یہ بات صورتِ شیر اُٹھ کھڑے ہوئے
٦ حاکم کے گھر نہ جائیں گے ہم بے لڑے ہوئے

زینبؑ کے دونوں بیٹوں کو اُس دم رہی نہ تاب — جا کر حرم سرا میں کہا باصد اضطراب
حاکم کے گھر میں جاتے ہیں شاہِ فلک جناب — اماں! ہمارے نیمچے لا دیجیے شتاب
بگڑے گی گر، تو خون کے دریا بہائیں گے
٧ کام آج بھی نہ آئے تو کس کام آئیں گے

سُن کر سخن یہ، ہوگیا زینب کا رنگ زرد — آنسو بھر آئے آنکھوں میں، اُٹھا جگر میں درد
بولی کلیجہ تھام کے، اور آہ بھر کے سرد — کیا والیِ مدینہ ہے آمادۂ نبرد؟
ایسی علیؑ کے لال سے تقصیر کیا ہوئی
٨ کیا جرم، کیا گناہ ہوا کیا خطا ہوئی

بھائی کو میرے پاس بلاؤ! سنوں میں حال — کیا بات ہے جو خاطرِ اقدس پہ ہے ملال
تنہا چلا نہ جائے کہیں فاطمہؑ کا لال — بھائی پہ کچھ بنے گی تو کھولوں گی سر کے بال
شاید دغا ہو، جنگ کا ساماں لیے چلیں
٩ حاکم کے گھر میں ساتھ مجھے بھی لیے چلیں

زینبؑ یہ کہہ رہی تھیں کہ آئے امامِ دیںؑ — منہ دیکھ شہؑ کا، رونے لگیں زینبِؑ حزیں
فرمایا شہؑ نے روتی ہو کیوں؟ خوف کچھ نہیں — حاکم کے گھر میں جائے گا حیدرؑ کا جانشیں
وہ اور ہے جگر، تمھیں جس کا خیال ہے
یاں مجھ پہ ہات اُٹھائے کوئی کیا مجال ہے

۱۰ سمجھا چکے بہن کو جو حضرت بہ چشمِ تر ؛ باندھی شہِ نجفؑ کے کمربند سے کمر
ڈالا عبائے پاکِ محمدؐ کو دوش پر لے کر عصا نبیؐ کا چلے شاہِ بحر و بر
یوں ساتھ تھے عزیز شہِؑ کم سپاہ کے
۱۱ جیسے ستارے چرخ پہ ہوں گردِ ماہ کے

حاکم کے در پہ پہنچے تو کہنے لگے امامؑ تم سب رہو یہیں کہ نہیں واں تمہارا کام
پر جب کروں پکار کے حاکم سے میں کلام درآنہ آئیو کہ مدد کا ہے وہ مقام
گھبراتے اتنا کیوں ہو کہ میں بے قصور ہوں
۱۲ نے تم ہو مجھ سے دور نہ میں تم سے دور ہوں

پاسِ ادب سے کہہ نہ سکے کچھ رفیق و یار بولے یہ بات جوڑ کے عباسؑ نام دار
دل کو غلام کے، نہیں آئے گا یاں قرار سائے کی طرح ساتھ نہ چھوڑیگا جاں نثار
شاید نہ پہنچے یاں تلک آواز دُور کی
۱۳ کفشیں لئے رہے گا یہ خادم حضور کی

سمجھا کے بھائی کو، گئے حاکم کے پاس شاہؑ اُس نے کہا، معاویہ نے لی عدم کی راہ
پڑھیئے خطِ یزید کو اے شاہِ دیں پناہ پڑھ کر وہ خط، امامؑ نے کھینچی جگر سے آہ
فرمایا، سر کٹے تو کٹے، کچھ الم نہیں
۱۴ دانستہ دیں ہات سے عزت وہ ہم نہیں

ہم ہیں ستونِ دین و نشانِ رہِ یقیں خالق نے اپنے راز کا ہم کو کیا امیں
واللہ ہم ہیں وارثِ سردارِؐ مرسلیں روشن ہمارے نورِ امامت سے ہے زمیں
گردش سے گو زمانے کی، مظلوم آج ہیں
فضلِ خدا سے عرشِ معلّیٰ کے تاج ہیں

۱۵
یہ کہہ کے اُٹھ کھڑے ہوئے شاہِ ذوالاحترام	قبرِ رسولؐ پر اسی شب کو گئے امامؑ
لپٹے مزارِ پاک سے اور یہ کئے کلام	رخصت کرو حسینؑ کو یا سیّدِ انام
تربت میں لے کے جلد لگا لیجے سینے سے
اعدا نکالے دیتے ہیں مجھ کو مدینے سے

۱۶
یہ جو کہا امامؑ نے آنسو بہا بہا	بس یک بیک مزارِ نبیؐ کانپنے لگا!!
آئی مزارِ پاکِ محمدؐ سے یہ صدا	ماں باپ میرے تجھ پہ فدا، اور میں فِدا
تیرے اَلم سے خنجرِ کیں دل پہ چلتے ہیں
جاتا ہے تو، تو قبر سے ہم بھی نکلتے ہیں

۱۷
واں سے وداع ہو کے گئے ماں کی قبر پر	دیکھا کہ بیٹھی روتی ہیں زینبؑ برہنہ سر
کہتی ہیں اپنے لال کی، تم کو نہیں خبر	بھائی مرا مدینے سے ہے عازمِ سفر
ملتی نہیں پناہ شہِ دیں پناہ کو
سب چاہتے ہیں قتل کریں بے گناہ کو

۱۸
زینبؑ کو روتا دیکھ کے روئے بہت امامؑ	رخصت کا ماں کی قبر کو جھک کر کیا سلام
شب بھر تو گھر میں روتے رہے شاہِ خاص و عام	وقتِ سحر وطن سے چلے سیّدِ انام!!
رستے پہ شہر کے تو سواری کا شور تھا!
اہلِ وطن کے نالہ و زاری کا شور تھا!

۱۹
مایوس تھے جو فاطمہؑ کے نورِ عین سے	ملتے تھے آنکھیں پائے شہِ مشرقین سے
اُس رات کوئی گھر میں نہ سویا تھا چین سے	غُل تھا مدینہ ہوتا ہے خالی حُسینؑ سے
رخصت حرم سے عورتیں آ آ کے ہوتی تھیں
کوٹھوں پہ پردے والیاں منہ ڈھانپے روتی تھیں

۲۰
آئی تھی جب عماری زینبؑ قریبِ بام　　ان عورتوں سے کہتی تھی یہ خواہرِ امامؑ
اے بی بیو! برائے خدا ہے یہ میرا کام　　شبیرؑ کی سلامتی کی دُعا کیجو صبح و شام
وہ دن خدا کرے کہ خوشی تم کو پاؤں میں
۲۱ بھائی کو لے کے خیر سے پھر گھر میں آؤں میں

ناکے تلک تو ساتھ تھا خلقت کا اژدہام　　سب کو وداع کر کے روانہ ہوئے امامؑ
اہلِ حرم کو ساتھ لئے باصد احترام　　اس رکنِ دیں نے کعبے میں جا کر کیا قیام
تھا قصدِ حج حبیبؐ خدا کے حبیبؑ کو
۲۲ واں بھی مِلا نہ چین حسینؑ غریب کو

صحرائے کربلا میں ہوا جب ورودِ شاہؑ　　اُس رہبرِ زمانہ کی واں آکے روکی راہ
منظور تھا کہ ہو دیں بنی فاطمہؑ تباہ　　چاروں طرف سے قتل کو آنے لگی سپاہ
دریا تھا گرد موج زن افواجِ شام کا
۲۳ تھا جوں حباب بیچ میں خیمہ امامؑ کا

پیارے مسافروں کو جو شب خوں کا خوف تھا　　خیمے کے گرد پھرتے تھے عباسؑ باوفا
مانندِ شیر دیتے تھے ہر بار یہ صدا　　بیدار! ہوشیار! جوانانِ مرتضےٰؑ
نزدیک صبحِ جنگ ہے، کچھ رات اب نہیں
۲۴ آقا بھی جاگتے ہیں، یہ غفلت کی شب نہیں

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے　　جلوہ کیا سحر کے رُخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے　　مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲۵؎
ناگاہ آسماں پہ ہوا صبح کا ظہور		پھیلی سپیدی ہو گئی ظلمت جہاں سے دور
کافور کی طرح سے اڑا روئے مہ کا نور		یاد خدا میں زمزمہ کرنے لگے طیور
آثار صبح کے جو عیاں ہوتے جاتے تھے
حضرت نماز پڑھتے تھے اور روتے جاتے تھے

۲۶؎
پھیرا سلام جب تو اٹھائے دعا کو ہات		خالق سے کی یہ عرض کہ اے رب پاک ذات
سب راتیں ہو چکیں نہیں باقی ہے کوئی رات		ہے روزِ قتل قطع ہوئی مدتِ حیات
طاعت کا وقت ہاتھ سے کھویا نہیں کبھی
شاہد ہے تو کہ شام سے سویا نہیں کبھی

۲۷؎
شرمندہ ہوں کہ کس لئے آیا تھا کیا کیا		جو حق بندگی تھا نہ وہ بھی ادا کیا
تو نے کرم حسینؑ پہ لا انتہا کیا		یاں تک کہ ساری خلق کا حاجت روا کیا
صدمہ ہے آج فاطمہؑ کے نورِ عین پر
آسان کر دے قتل کی مشکل حسینؑ پر

۲۸؎
ہتھیار سج کے صحن میں آئے امامِ پاک		دیکھا کہ اہلِ بیتؑ گریباں کئے ہیں چاک
فرمایا الوداع کہ اب ہوں گے ہم ہلاک		ناموس مصطفیٰؐ نے اڑائی سروں پہ خاک
بانوئے شاہ خاک پہ غش کھا کے گر پڑیں
زینبؑ قدم پہ شاہ کے گھبرا کے گر پڑیں

۲۹؎
ہو کر وداع گھوڑے پہ حضرت ہوئے سوار		حلقہ کئے تھے گرد عزیز و رفیق و یار
مانندِ گل شگفتہ تھا ہر ایک گلعذار		تھی فاطمہؑ کے باغ پہ وہ آخری بہار
مرنے کے شوق میں قدم آگے جو بڑھتے تھے
ہنس ہنس کے باتیں کرنے میں کیا پھول جھڑتے تھے

۳۰
نکلے پئے جہاد عزیزانِ شاہِ دیںؑ نعرے کئے کہ خوف سے ہلنے لگی زمیں
رُوباہ کی صفوں میں چلے شیرِ خشمگیں کھینچی جو تیغ بھُول گئے صف کشی لعیں
بجلی گری پروں پہ شمال و جنوب کے
۳۱ کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

تلواریں برسیں صبح سے نصف النہار تک ہلتی رہی زمین لرزتے رہے فلک
کانپا کئے پَروں کو سمیٹے ہوئے مَلک نعرے نہ پھر وُہ تھے نہ وہ تیغوں کی تھی چمک
ڈھالوں کا دور برچھیوں کا اوج ہوگیا
۳۲ ہنگامِ ظہر خاتمۂ فوج ہوگیا

آئی ندائے غیب کہ شبیرؑ! مرحبا اس ہات کے لئے تھی یہ شمشیر مرحبا
یہ آبرو، یہ جنگ، یہ توقیر، مرحبا دکھلادی ماں کے دودھ کی تاثیر مرحبا
غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
۳۳ بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

بس اے انیسؔ! ضعف کو لرزاں ہے بند بند عالم کو یادگار رہیں گے یہ چند بند
نکلے قلم سے ضعف میں کیا کیا بلند بند عالم پسند بند ہیں، سُلطاں پسند بند
یہ فضل اور یہ بزمِ عزا یادگار رہے!
پیری کے دولے ہیں خزاں کی بہار ہے ختم شد

رُباعی

چل جلد اگر قصد سفر رکھتا ہے تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا میں کس نے پائی ہے جو سر رکھتا ہے دردِ سر رکھتا ہے

(۱۴)

حضرت مسلم ابنِ عقیلؑ

۱

جب کوفیوں نے کوفے میں مسلمؑ سے دغا کی
جو عہد کیا، ایک نے اُس پر نہ وفا کی
کی شرم خدا سے، نہ محمدؐ سے حیا کی
مظلوم پہ، بیکس پہ، مسافر پہ جفا کی
پانی نہ دمِ مرگ دیا تشنہ دہن کو
کس ظلم سے ٹکڑے کیا آوارہ وطن کو

۲

جانے کی کہیں راہ نہ تھی، بند تھے رستے
کوئی چلے آتے تھے کمر ظلم پہ کستے
گھیرے تھے سوارانِ ستم گار کے دستے
تھے نیچے پرے، اور کوٹھوں سے پتھر تھے برستے
جب وار نہ چل سکتا تھا، اس شیرِ ژیاں پر
انگارے لعیں پھینکتے تھے سوختہ جاں پر

۳

زخمی ہوا اُس شہؑ کے ہراول پہ یکایک
تلوار سے کٹ کر گرے لب ہائے مبارک
پہلو پہ لگیں برچھیاں اور چھاتی پہ ناوک
دنداں بھی شکستہ ہوئے پتھر چلے یاں تک
آلودہ تھی سب ریشِ مبارک جو لہو سے
چھاتی پہ ٹپکتا تھا لہو ہر بُنِ مُو سے

۴

جب غش میں گرا خاک پہ وہ بیکس و ناچار
اعدا نے کیا مسلمِ بیکس کو گرفتار
اُس زخمی کے بازو رسن باندھ کے یکبار
کوٹھے پہ جدا کرنے کو سر لے گئے کفار
ٹکڑے محمدؐ کا ہوا دل بھی جگر بھی
مارا گیا مسلم بھی ہوئے قتل پسر بھی

بیٹوں نے تو پایا بھی کفن آبِ رواں کا　　اور باپ کو کیسا کفن اور غسل کہاں کا
کوٹھے پہ تو سر کٹ گیا اس شیرِ ژیاں کا　　اور جائے کفن سنگوں نے تنِ پاک کو ڈھانکا
خندق میں بھی رہنے دیا نَے غار میں لاشہ
۶ـ　رسّی سے پھرے کھینچتے بازار میں لاشہ

اعدا سے دمِ قتل جو کچھ کی تھی وصیّت　　اس کو بھی بجا لائے نہ وہ اہلِ شقاوت
سب غاصبوں نے غصب کی جو کچھ بھی بضاعت　　مقروض گیا خلق سے وہ صاحبِ ہمّت
نیزے پہ گیا شام کی جانب سرِ مسلمؑ
۷ـ　محتاج رہا گور کا بھی پیکرِ مسلمؑ

مکّے سے اُدھر ہو چکے تھے شاہؑ رَوانا　　منظور تھا کوفے کو بسرعت انھیں جانا
مانع رہے اَحباب پہ حضرتؑ نے نہ مانا　　تھا مدِّنظر امر جو کچھ دل میں تھا ٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشقِ رب کو
۸ـ　یعقوبؑ نمط جاتے تھے یوسفؑ کی طلب کو

ہر منزل و ہر دشت میں کرتے تھے یہ تقریر　　پہنچا دے کہیں منزلِ مقصود پہ تقدیر
طے جلد ہو یہ راہ، گوارا نہیں تاخیر　　اب وصل کا معشوق کے مشتاق ہے شبّیرؑ
بھائی کی جُدائی کا بڑا رنج و تعب ہے
۹ـ　مسلمؑ سے ملاقات نہ ہووے تو غضب ہے

جاتا تھا اسی سوچ میں وہ عاشقِ باری　　جس دم کہیں سائے میں ٹھہرتی تھی سواری
پردے کو اٹھا، مسلمِ مظلوم کی پیاری　　حضرت سے یہ کہتی تھی چچا جان! میں واری
کب چاند سی صورت ہمیں دکھلائیں گے بابا
کوفے سے ہمیں لینے کو کب آئیں گے بابا!

۲۰ فرماتے تھے تب شاہ کہ اے باپ کی شیدا گھبرائی ہے کیوں جلد ملے گا ترا بابا !
میرا بھی یہی حال ہے جو حال ہے تیرا بھائی کی ملاقات کو میں بھی ہوں تڑپتا
میں ساتھ ہوں بابا کے بھی ملنے کا یقیں ہے
۲۱ صغرا کو تو دیکھو کہ کوئی پاس نہیں ہے

یہ کہہ کے چلے واں سے جو روتے شہِ والاؑ وارد ہوا اک دشت میں وہ دلبرِ زہراؑ
برپا کئے واں خیمہ اُردوئے معلّا دن ڈھل گیا جب، اور لگا پھیلنے سایا
شہؑ نے کہا اب دیکھئے صحرا کو بھی چل کر
۲۲ بیٹھے سَرِرہ خیمے سے کرسی پہ نکل کر

اس روز تھے مغموم بہت حضرتِ شبیرؑ خاموش تھے خویش و رفقا صورتِ تصویر
ہر سُو نگراں تھے مگر افسردہ و دلگیر تھا دھیان خبر پوچھوں جو آئے کوئی رہگیر
رخساروں پہ آنکھوں سے کبھی اشک رواں تھے
۲۳ لب پر کبھی دنیا کی مذمت کے بیاں تھے

قاصد کوئی نامہ تھا جو مسلمؑ کا نہ لایا تشویش میں تھا حیدرِ کرّار کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا بھجوا کے کسی کو اسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِ دیں کو
۲۴ نعلینِ مبارک پہ لگا ملنے جبیں کو

لے ہات میں ہات اُس کا اُٹھے سیّدِ والاؑ لے جا کے کنارے اُسے اس طرح سے پوچھا
اے شخص تُو آتا ہے کدھر سے مجھے بتلا وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہوں میں شاہا
شہؑ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے !
مسلمؑ مرے بھائی کی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے ؟ !

۱۵

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ!
مسلمؑ کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ
بازار میں کھینچے لئے پھرتے ہیں سرِ راہ
دونوں سروں کی شام میں جانے کی خبر ہے
لاشوں کو سرِ دار چڑھانے کی خبر ہے

۱۶

جب شہؑ نے سُنی یہ خبرِ مسلمِ بے پر
رقّت کا ہوا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینے میں تڑپنے لگا دل مثلِ کبوتر
منہ کر کے سوئے کوفہ کہا، ہائے برادر!
بُلوا کے مدینے سے ہمیں مر گئے مسلمؑ
ہم کوفے تک آئے تو سفر کر گئے مسلمؑ

۱۷

حضرت نے کہا کان میں زینبؑ کے یہ رو کر
کس طرح نہ روؤں کہ ستم ہو گیا مجھ پر
میرے لئے مارا گیا مسلمؑ سا برادر
بیکس کو ہوا گور و کفن بھی نہ میسّر
اِک کوفی کے ہاتھ آ گئے فرزند بھی اُس کے
پردیس میں مارے گئے دلبند بھی اُس کے

۱۸

بیٹی ہے کہاں دخترِ مسلم کو تو لاؤ
جلدی اُسے لا کر مری چھاتی سے لگاؤ
رو کر کہا کلثومؑ سے زینبؑ نے کہ جاؤ
کبریٰؑ و سکینہؑ کی مصاحب کو بلاؤ
دیکھو کہیں یاں ہو گی کہ واں ہو گی سکینہؑ
وہ بھی وہیں ہووے گی جہاں ہو گی سکینہؑ

۱۹

یہ سُنتے ہی کلثومؑ بلانے کو چلی تھی،
جو سامنے کبریٰ و سکینہ نظر آئی،
تھی ساتھ ہی اُن دونوں کے مسلم کی بھی بیٹی،
حضرت کے قریب آ کے بدستور وہ بیٹھی
یوں پیار تو کرتے تھے لپٹتی تھی جب آ کر
اُس روز بہت پیار کیا چھاتی لگا کر

۲۰
حضرت نے پھر آہستہ یہ فرمایا بہن سے — لے آؤ وہ دو میں نے جو رکھوائے ہیں بُندے
زینبؑ انہیں لے آئیں جو شبیرؑ کے آگے — حضرت نے وہ کانوں میں بھتیجی کے پنہائے
آنکھوں کو کبھی ملتے تھے رخسار سے اسکے
۲۱ منہ پر کبھی رکھ دیتے تھے منہ پیار سے اسکے

کیں اور بھی چیزیں کئی منگوا کے عنایت — اور سر پہ بھی ہاتھ اس کے پھرایا بصد الفت
شک دل میں پڑا لڑکی کے دیکھی جو یہ شفقت — کہنے لگی کچھ سوچ کے اور تھام کے رقت
اِس لُطفِ فراواں کا سبب کیا ہے چچا جاں
۲۲ الطاف بھتیجی پہ یہ کیسا ہے چچا جاں

انداز مجھے آج وہی ہے نظر آتا — جس طرح یتیموں پہ کوئی رحم ہے کھاتا
اس پیار پہ دل ہے مرا ٹکڑے ہوا جاتا — کچھ تو ہے کہ دل سینے میں تسکیں نہیں پاتا
کوفے سے بڑی دُور سفر کر گئے بابا،
۲۳ کیوں آپ نہیں کہتے ہیں کیا مر گئے بابا،

یہ کہہ کے وہ بیٹی تو کہا شاہ نے رو رو — بابا کی جگہ اپنے تم اب مجھ کو ہی سمجھو
ماں ہے تری اب میری بہن زینبؑ خوش خو — کبریٰؑ و سکینہؑ سے زیادہ ہے مجھے تو
غم بے پدری کا تجھے معلوم نہ ہوگا
۲۴ سب ہوگا پر اِک مسلمِ مظلوم نہ ہوگا

یہ سنتے ہی سر پیٹ کے چلّائی وہ دختر — ہے ہے مرے بابا میں تمہیں پاؤں کی کیونکر
میں جیتی رہی آپ گئے جانبِ کوثر — کس بے کسی سے قتل ہوئے صدقے میں تم پر
مہمان پہ کچھ رحم بھی کھایا نہ کسی نے
تلواریں چلیں تم پہ بچایا نہ کسی نے

۲۵
بیٹی کی سُنی زوجۂ مُسلمؑ نے جو زاری　　سر پر سے رِدا گر پڑی گھبرا کے پکاری
کیا آئی خبر کیا ہوا کیوں روتی ہو واری　　بیٹی نے کہا ٹوٹ گئی آس ہماری
اب کیا کہوں تقدیر مری سو گئی اماں
پردیس میں بن باپ کی میں ہو گئی اماں

۲۶
تم رانڈ ہوئیں ناک سے اب نتھ کو بڑھاؤ　　اب روؤں گلے مِل کے میں، تم سے اِدھر آؤ!
اب ماتمی صف پیٹنے رونے کی بچھاؤ　　بالوں کو پریشان کرو خاک اُڑاؤ!!
تم آٹھ پہر رہتی تھیں مشتاق خبر کی
آئی ہے سنانی مرے مظلوم پدر کی

۲۷
پیغام رنڈاپے کا سُنا بیٹی سے جو دم　　منھ پیٹ کے ہاتھوں سے پکاری وہ بصد غم
ہے ہے مرے والی مرے صاحب مرے ہمدم　　لاشے پہ وہاں کس نے کیا ہوئے گا ماتم
میں جیتی ہوں صدمہ ہے مری جانِ حزیں پر
کس بے کسی سے لاش پڑی ہوگی زمیں پر

۲۸
بے دَرد میں زخموں کو سِیا ہووے گا کس نے　　سر نزع میں زانو پہ لیا ہووے گا کس نے
بے کس تجھے کفن تم کو دیا ہووے گا کس نے　　تربت میں تمہیں دفن کیا ہووے گا کس نے
پردیس میں فرزند کہاں چھٹ گئے ہونگے
نرغے میں مرے بچوں کے دم گھٹ گئے ہونگے

۲۹
اتنے میں صدا حضرتِ زہراؑ کی یہ آئی　　اے زوجۂ مسلم الم و غم کی ستائی
تو رانڈ ہوئی آج محمدؐ کی دُہائی　　وارث کی سُنائی تجھے قسمت نے سنائی
تھرا رہی ہے قبرِ نبیؐ تیری فغاں سے
پُرسا تجھے دینے کو میں آئی ہوں جناں سے

۳۰
وارث جو ترا لال پہ میرے ہوا قرباں　　اے رانڈ بہو مجھ پہ ترا اب ہوا احساں
تنہائی کا تو مسلمِ بےکس کی نہ کر دھیاں　　میں پاس تھی جس دم وہ ہوا خوں میں غلطاں
آگے میرے کوفے میں ترا راج لٹا ہے
وارث کا ترے سر مرے زانو پہ کٹا ہے

۳۱
لاش اُس کی لعیں کھینچے لئے جاتے تھے جب آہ　　سر ننگے پڑی پھرتی تھی میں لاش کے ہمراہ
کرتے تھے رسولِ عربی نالۂ جاں کاہ　　لائے تھے کفن خلدِ بریں سے اسدُاللہ
کفنا کے علیؑ قبر میں لاش اس کی دھرینگے
محبوبِ خدا آپ اُسے دفن کرینگے

۳۲
زہرا کا بیاں سُن کے یہ برپا ہوا محشر　　تڑپے پسرِ مسلمِ مظلوم زمیں پر
چھاتی سے لگا کر انہیں کہنے لگے سرور　　اب صبر کرے تم کو عطا خالقِ اکبر
جو ہونا تھا سو ہو چکا اس کشتۂ غم پر
اب باقی رہا وہ ہے جو کچھ ہونا ہے ہم پر

۳۳
اب تم کو یہ بہتر ہے کہ پھر جاؤ وطن کو　　مادر کو بھی ہمراہ لو اور چھوٹی بہن کو
ماتم میں گوارا نہ کرو رنج و محن کو　　وہ کہنے لگے سُن کے یہ حضرت کے سخن کو
اب جنگ سے مُنھ موڑ کے جائیں گے نہیں ہم
حضرت کے قدم چھوڑ کے جائیں گے نہیں ہم

۳۴
ہے وقتِ دعا حق سے انیس اب تو دعا کر　　جو حاجتیں ان لوگوں کی عصیں ان کو روا کر
ان تعزیہ داروں پہ تو الطاف و عطا کر　　مقروض جو مومن ہوں تو قرض ان کا ادا کر
محتاج نہ ہوں تیرے سوا اور کسی کے
اور حشر میں ہوں ساتھ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

ختم شد

(۱۵)

فرزندانِ مسلمؑ

۱

جب قتل ہوا ایلچیِ سیّدِ والا بچّوں پہ عجب حادثۂ تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ یتیموں کا رہا پوچھنے والا تھے ننھے سے سینوں میں کلیجے تہ و بالا
گیسو بھی پریشان تھے کُرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گردِ یتیمی سے اَٹے تھے

۲

پردیس میں معصوموں کا دشمن تھا زمانہ نے بیٹھنے کی جا تھی، نہ رہنے کا ٹھکانا
بن باپ کئی روز سے کھایا نہ تھا کھانا تقدیر میں غم کھانا تھا یا اشک بہانا
سہمے ہوئے آپس میں یہی کہتے تھے اکثر
ساتھ آئے تھے، افسوس چلے باپ کو کھو کر

۳

یہ کہتے تھے اور روتے تھے وہ بے پدر و بے پر تقدیرِ اجل پھرتی تھی دونوں کی نظر میں
تھا شور منادی کا یہ ہر راہ گذر میں بیٹوں کو نہ مسلمؑ کے چھپائے کوئی گھر میں
بتلا دے کسی حجرے میں گر بند ہیں دونوں
حاکم کے گنہگار کے فرزند ہیں دونوں

۴

دو طفلِ حسیں بھاگے ہیں کل قاضی کے گھر سے کر لیجو گرفتار، جو آنکلیں اِدھر سے
خورشید سے ماتھے ہیں تو چہرے ہیں قمر سے چھوٹے سے عمامے ہیں جو لپٹے ہوئے سر سے
گوندھی ہوئی زلفیں لبِ دوش پڑی ہیں
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی ہیں

۵ ہر سمت کے پہ تھا حکم یہ اُن دونوں کی خاطر　　دربار میں غُل تھا کہ کرو جلد اُنھیں حاضر
اور پھرتے تھے حیراں وہ مدینے کے مُسافر　　کوئی نہ مددگار تھا، نے حافظ و ناصر
پھرتی تھی اَجل ساتھ جدھر جاتے تھے دونوں
۶ پتّا بھی کھڑکتا تھا تو ڈر جاتے تھے دونوں

اِک پیر زن اتنے میں نظر آگئی ناگاہ　　داماد کے آنے کی کھڑی دیکھتی تھی راہ
یُوں کہنے لگے اس سے بصد عجز وہ ذی جاہ　　اِک دو پہر اس گھر میں اَماں دو ہمیں للّٰہ
معصوم ہیں ہم، بے وطن و زار و حزیں ہیں
۷ مظلوم ہیں، سیّد ہیں، گنہگار نہیں ہیں

اِس بستی میں دیندار نظر آئی ہیں تو　　وہ بولے کہ تم دونوں ہو کس باغ کے گُل رو
تم سے تو عجب طرح کی آئی مجھے خوشبو　　کہنے لگے تب چپکے سے وہ دیکھ کے ہر سو
رکھتے ہیں قرابت تو رسولِ عربی سے
۸ مسلمؑ کے پسر ہیں، ہمیں کہیو نہ کسی سے

دونوں نے بہ منّت جو کہا اُس سے یہ رو رو　　تھی مومنہ، معصوموں پہ رحم آگیا اُس کو
کہنے لگی میں تم کو چھپا رکھوں گی کچھ ہو　　میں صدقے گئی، آؤ مری بی بی کے پیارو
مہماں ہوئے جا کر ستم ایجاد کے گھر میں
۹ دونوں کو اجل لے گئی جلّاد کے گھر میں

کھانا بھی نہ کھایا، نہ پیا دونوں نے پانی　　اور سوئے بہم مسلمؑ مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی موت کی گویا تھی نشانی　　دروازے پہ آپہنچا اُدھر ظلم کا بانی
چلّایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کوسوں کا تھکا آیا ہوں در کھول دے آ کر

۱۱۰

یہ سن کے ضعیف کا لگا کانپنے اندام بولی یہ بھلا آنے کا ہے کون سا ہنگام
دربار سے ہر روز تو آتا تھا سرِ شام چلّا کے وہ بولا کہ کہیں تھا تجھے کیا کام
در کھول نہیں آگ لگا دیتا ہوں گھر کو
۱۱۱ لے تو نہیں آتی تو گرا دیتا ہوں در کو

در کھولا تو کس غیظ سے آیا وہ بدافعال پھینکا کہیں خنجر، کہیں تلوار، کہیں ڈھال
تھی ریش تو اکٹھی ہوئی، مونچھوں کے کھڑے بال اور دیدۂ بدبین تھے جوں ساغرِ خوں لال
آواز بھی ایسی کہ گزرتی تھی فلک سے
۱۱۲ ہلتی تھی زمیں پاؤں کے رکھنے کی دھمک سے

اس طیش میں کھانا بھی نہ جلّاد نے کھایا پھر خوابِ اجل نے اسے بستر پہ گرایا
باقی تھی پہر رات کہ پھر ہوش جو آیا ابلیس نے سوتے ہوئے فتنے کو جگایا
پھولوں کی مہک حجرے سے دالان میں آئی
۱۱۳ آواز بھی کچھ رونے کی پھر کان میں آئی

تاریک مثالِ دلِ کافر تھا وہ سب گھر ہر سو صفتِ گرگ لگا ڈھونڈنے اُٹھ کر
ظالم نے سرہانے سے لیا ہات میں خنجر پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر
واں مُسلِم مظلوم کے پیارے نظر آئے
۱۱۴ اک برج میں دو عرش کے تارے نظر آئے

جاگے جو کئی رات کے تھے وہ جگر افگار سوتے تھے دھرے پیار سے رخسار پہ رخسار
تصویر سے بستر پہ کشیدہ تھے تنِ زار باہیں جو گلے میں تھیں تو با دیدۂ خونبار
اک سینے کا تھا عکس جو اک سینے کے اندر
آئینہ نظر آتا تھا آئینہ کے اندر

۱۵ بازو پہ جو چھوٹے کے پڑا دستِ جفا کار — تو کون ہے کہنے لگا وہ چونک کے اک بار
جھنجھلا کے کہا اس نے کہ میں گھر کا ہوں مختار — تب بھائی کو چونکا کے یہ بولا وہ دل افگار
جس بات کا دھڑکا تھا وہ آفت کی گھڑی ہے
۱۶ کیا سوتے ہو اٹھو کہ اجل سر پہ کھڑی ہے

گھبرایا ہوا خوف سے اٹھا وہ دل آرام — ظالم نے کہا کون ہو تم بیکس و ناکام
وہ بولے اماں دیگا جو بتلائیں تجھے نام — اس نے کہا ہاں دونگا تو بولے وہ گل اندام
کھینچے ہوئے ہے ہاتھ میں تو تیغِ جفا کو
۱۷ ڈر لگتا ہے تجھ سے ہیں ضامن دے خدا کو

مکار لگا کہنے کہ سب ہے ہمیں منظور — پیماں شکنی ہوئے یہ اپنا نہیں دستور
ڈر ڈر کے یہ کہنے لگے وہ بیکس و مجبور — اے شخص ہمیں ہیں پسرِ مسلمِ مغفور
تھا قتل کا ڈر اس لئے گھبرا کے چھپے ہیں
۱۸ کر رحم کہ دامن میں ترے آکے چھپے ہیں

سنتے ہی جفا کار نے بس آنکھ کو موڑا — یوں بازوؤں کو زور سے پکڑا کہ نہ چھوڑا
رسّی سے انھیں باندھ لیا عہد کو توڑا — بچوں نے کئی بار بندھے ہاتھوں کو جوڑا
جب کھینچتا تھا گر کے مچلتے تھے وہ بچے
۱۹ پر حجرے سے باہر نہ نکلتے تھے وہ بچے

دکھلاتا تھا خنجر انھیں جب کرتے تھے فریاد — بچوں پہ یہ دکھ ہائے یتیموں پہ یہ بیداد
دروازے تلک کھینچتا لایا ستم ایجاد — کمزور تھے یہ اور زبردست وہ جلاد
کرتے بھی پھٹے ٹوپیاں بھی گر گئیں سر سے
مجرم کی طرح باندھ دیا دونوں کو در سے

۲۰
جس وقت نمودار ہوئے صبح کے آثار   دریا پہ چلالے کے یتیموں کو جفا کار
چلاتی چلی پیچھے ضعیفہ جگر افگار   بن باپ کے بچے ہیں یہ ظالم نہ انہیں مار
کیوں فاطمۂ زہرا کو رُلاتا ہے کفن میں
دو پھول تو رہنے دے محمد کے چمن میں

۲۱
بچوں سے لپٹی تھی جو وہ کھولے ہوئے سر   تلوار کے ہولوں سے ہٹاتا تھا ستمگر
وہ کہتی تھی تو ان کے عوض قتل مجھے کر   بچے یہ مرے مہماں ہیں یہ بیکس و مضطر
آنکھوں سے قدم ان کے لگانے نہیں پائی
کھانا بھی غریبوں کو کھلانے نہیں پائی

۲۲
جس وقت ہٹانے پہ بھی لپٹی کئی باری   تلوار اسے جھنجھلا کے ستمگار نے ماری
پہلے تو کہا لو میں تصدق ہوئی واری   گرتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ پکاری
دوڑے کوئی معصوم گرفتار بلا ہیں
بچوں کو چھڑا دے کہ یہ بےجرم و خطا ہیں

۲۳
روتے تھے ضعیفہ کی محبت پہ وہ مہ رو   بہ بہ کے گریباں تلک آتے تھے آنسو
کھینچے لئے جاتا تھا یتیموں کو جفا جو   اک ہاتھ میں تلوار تھی اک ہاتھ میں گیسو
خوں دیکھ کے دونوں جو ضعیفہ کا ڈرے تھے
دہشت سے بندھے ہاتھوں کو آنکھوں پہ دھرے تھے

۲۴
بچوں کو لئے نہر پہ پہنچا جو وہ بے پیر   اور دیکھی یتیموں نے چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گئے ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے تقریر   کر رحم کہ معصوم ہیں ہم بیکس و دلگیر
مظلوم ہیں، حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا، رحم مرے دل میں نہیں ہے

۲۵
وہ بولے کہ مطلوب ہے گر درہم و دینار
راضی ہیں ہمیں بیچ لے چل کر سرِ بازار
وہ جنس نہیں جس کا نہ ہو کوئی خریدار
ہم سے کہیں ملتے ہیں غلامانِ وفادار
یوسفؑ کی طرح موتیوں میں جبکہ تلیں گے
ان لعلوں کے عقدے تجھے اس وقت کھلیں گے

۲۶
گر یہ نہیں مطلب تو نہ کر بدعتِ بے جا
دل آب ہے دہشت سے، لرزتا ہے کلیجا
دربارِ ستمگار میں جیتا ہمیں لے جا
وہ بولا کہ حاکم ہی نے ہے قتل کو بھیجا
آلودہ لہو میں رُخِ انور نہیں دیکھے
جیتا تمہیں دیکھا ہے کٹے سر نہیں دیکھے

۲۷
لڑکوں نے کہا مالک و مختار خدا ہے
کر لیویں نمازیں تو ادا سر پہ قضا ہے
وہ بولا نمازوں سے بھلا فائدہ کیا ہے
جانوں کو بچالیں یہ نمازیں تو بجا ہے
وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

۲۸
نامرد نے حملہ کیا تلوار اٹھا کر
سر رکھ دیا چھوٹے نے وہیں جلد بڑھا کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کو بڑا بھائی ہٹا کر
جا بیٹھا تہِ تیغِ دو دم سر کو جھکا کر
تلوار چمکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

۲۹
یہ کہتا تھا تلوار بڑے پر نہ علم کر
ڈر قہرِ خدا سے یہ جفا کر نہ ستم کر
وہ کہتا تھا پہلے مرا سر تن سے قلم کر
مل لیویں گلے بھائی کے وقفہ کوئی دم کر
اک وار میں سر دونوں کے تن پر سے اتر جائیں
ہیں ساتھ ہی رسّی میں بندھے ساتھ ہی مر جائیں

ع
ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر   بالائے زمیں کٹ کے ستارہ سا گرا سر
دریا میں ستمگار نے پھینکا تنِ اطہر   چلّا کے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں
۳۱ع وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں

آیا جو شقی تیغِ علم کر کے دوبارا   چلّانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا   جلّاد نے تن پر سے سر اُس کا بھی اتارا
دم بھی نہ زخموں کا لگا شمشیرِ عدو میں
۳۲ع بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

جب تک کہ تڑپتا رہا اس کا تنِ لاغر   ٹھہرا رہا پانی پہ بڑے کا تنِ اطہر
چھوٹے کو بھی جب ڈال دیا نہر کے اندر   جا لپٹا بصد شوق برادر سے برادر
گہ ڈوبتے تھے گاہ اُبھر آتے تھے دونوں
۳۳ع خورشید سے دریا میں نظر آتے تھے دونوں

خاموش انیسؔ! اب کہ ہے دل پر الم و رنج   یہ مرثیہ تو لیں گے جواہر میں سخن سنج
دنیا کی دورنگی سے نہ کر دل میں کشش و رنج   مومن جو ہیں اُنکے لئے یاں رنج ہے واں گنج
مطلب نہ کسی سے نہ علاقہ ہے کسی سے
لیویں گے صلہ اِس کا حسینؑ ابن علیؑ سے

ختم شد

رباعی

دولت کی ہوس ہے نہ طمع مال کی ہے   خواہش منصب کی ہے نہ اقبال کی ہے
ہے ذات تری جواد و غفار و غنی   امید تجھی سے ترے افضال کی ہے

سلام

بھرا ہے غمِ شہؑ سے سینہ ہمارا — سلامی یہی ہے خزینہ ہمارا
دلِ صاف رکھتے ہیں ہم پاک طینت — نہیں جرم رکھتا نگینہ ہمارا
پکارے نبیؐ قبرِ سرور پہ آکے — اسی خاک میں ہے دفینہ ہمارا
ہوئی سخت ایذا زمانے کے ہاتھوں — گرا سنگ پر آبگینہ ہمارا
پٹتی جو بیٹی تو کہتے تھے حضرت — ق — بس اب ساتھ چھوڑ دسکینہ ہمارا
نہ چھاتی سے لپٹو کراب شمرِ رَن میں — دبائے گا زانو سے سینہ ہمارا
بجز پنجتن کچھ نہیں نقش دل پر — ان اسموں کا گھر ہے نگینہ ہمارا
چلے شہؑ وطن سے تو کہتے تھے سجادؑ — اب اس سال مشکل ہے جینا ہمارا
یکایک صدا قبرِ احمدؐ سے آئی — ہوا آج خالی مدینہ ہمارا
ازل سے ہے نامِ علیؑ نقش دل پر — وہ دُرِ نجف ہے نگینہ ہمارا
کہا شہؑ نے قاتل سے زانو نہ رکھ تو — ق — کہ زخموں سے ہے چور سینہ ہمارا
عبث بے گنہ قتل کرتا ہے ظالم — زمانے کی زینت ہے جینا ہمارا
علیؑ ہیں درِ شہرِ علمِ نبوت — شفق دیں کا گھر ہے مدینہ ہمارا
کہا وقتِ مرگِ پسر رو کے شہؑ نے — ترے بعد ہے موت جینا ہمارا
حرم کہتے تھے اٹھا یہ لیے میں طوفان — کہ خشکی میں ڈوبا سفینہ ہمارا
عمرؔ سے کہا حُر نے ناجی ہمیں ہیں — ق — پسندِ خدا ہے خزینہ ہمارا
تجھے حُبِّ دنیا مجھے حُبِّ حیدرؑ — وہ کشتی تری یہ سفینہ ہمارا

کہا شہؑ نے بھائی نہ چھوڑے گا مجھ کو
وہ دولت سمجھتا ہے جینا ہمارا

(۱۶)

مدینے سے کربلا تک

۱
فرزندِ پیمبرؐ کا مدینے سے سفر ہے — سادات کی بستی کے اجڑنے کی خبر ہے
در پیش ہے وہ غم کہ جہاں زیر و زبر ہے — گُل چاک گریباں ہیں، صبا خاک بسر ہے
گُل رُو صفتِ غنچہ کمر بستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورتِ گلدستہ کھڑے ہیں

۲
رُخصت کے لیے لوگ چلے آتے ہیں باہم — ہر قلب حزیں ہے تو ہر اک چشم ہے پُر نم
ایسا نہیں گھر کوئی کہ جس میں نہیں ماتم — غُل ہے کہ چلا دلبرِ مخدومۂ عالم
خُدّام کھڑے پیٹتے ہیں قبرِ نبیؐ کے
روضے پہ اُداسی ہے رسولِ عربیؐ کے

۳
تدبیرِ سفر میں ہیں ادھر سبطِ پیمبرؐ — گھر میں کبھی آتے ہیں کبھی جاتے ہیں باہر
اسباب نکلواتے ہیں عباسؑ دلاور — تقسیمِ سواری کے تردد میں ہیں اکبرؑ
شہؑ کو جنھیں لے جانا ہو وہ پاتے ہیں گھوڑے
خالی ہوا اصطبل، چلے آتے ہیں گھوڑے

۴
عوراتِ محلّہ چلی آتی ہیں بصد غم — کہتی ہیں یہ دن رحلتِ زہراؑ سے نہیں کم
پُرسے کی طرح رونے کا غُل ہوتا ہے ہر دَم — فرش اُٹھتا ہے کیا، بچھتی ہے گویا صفِ ماتم
غُل ہوتا ہے ہر سمت جُدا ہوتی ہے زینبؑ
ہر اک کے گلے ملتی ہے اور روتی ہے زینبؑ

۵

لے لے کے بلائیں یہی سب کرتی ہیں تقریر　　اس گرمی کے موسم میں کہاں جاتے ہیں شبیرؑ
سمجھاتیں نہیں بھائی کو لے شاہ کی ہمشیر　　مسلمؑ کا خط آئے تو کریں کوچ کی تدبیر
لِلّٰہ ابھی قبرِ پیمبرؐ کو نہ چھوڑیں
گھر فاطمہ زہراؑ کا ہے اس گھر کو نہ چھوڑیں

۶

ان بی بیوں سے کہتی تھیں یہ شاہ کی ہمشیرؑ　　بہنو! ہمیں یثرب سے لئے جاتی ہے تقدیر
اس شہر میں رہنا نہیں ملتا کسی تدبیر　　یہ خط پہ خط آئے ہیں کہ مجبور ہیں شبیرؑ
مجھ کو بھی ہے رنج ایسا کہ کچھ کہہ نہیں سکتی
بھائی سے جدا ہو کے مگر رہ نہیں سکتی

۷

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ پکارے شہِ عادلؑ　　تیار رہیں دروازے پہ سب ہودج و محمل
طے شام تلک ہوگی کہیں آج کی منزل　　رخصت کر دو لوگوں کو کہ اب رونے سے حاصل
چلتی ہے ہوا سرد ابھی وقتِ سحر ہے
بچّے کئی ہمراہ ہیں، گرمی کا سفر ہے

۸

بیت الشّرفِ خاص سے نکلے شہِ ابرار　　روتے ہوئے ڈیوڑھی پہ گئے عترتِ اطہارؑ
فرّاشوں کو عباسؑ پکارے یہ بہ تکرار　　پردے کی قناتوں سے خبردار خبردار!
باہر حرم آتے ہیں رسولؐ دوسرا کے
شقّہ کوئی جھک جائے نہ جھونکے سے ہوا کے

۹

عباسِ علیؑ سے علی اکبرؑ نے کہا تب　　ہیں قافلہ سالارِ حرم حضرتِ زینبؑ
پہلے ہوں وہ اسوار تو محمل میں چڑھیں سب　　حضرتؑ نے کہا ہاں یہی میرا بھی ہے مطلب
گھر میں مرے زہراؑ کی جگہ بنتِ علیؑ ہے
میں جانتا ہوں ماں مرے ہمراہ چلی ہے،

۱۰

زینت دہ محمل جو ہوئی دخترِ زہراؑ
ناقوں پہ چڑھے سب حرمِ سیّدِ والا
آنے لگے رہوار کھلا گرد کا پردہ!
عباسؑ سے بولے یہ شہِ یثرب و بطحا
صدمہ ہے بچھڑنے کا مرے روحِ نبیؐ پر
رخصت کو چلو قبرِ رسولِ عربی پر

۱۱

پیدل شہِ دیںؑ روضۂ احمدؐ پہ سدھارے
تربت سے صدا آئی کہ آ میرے پیارے
تعویذ سے شبیرؑ لپٹ کر یہ پکارے
ملتا نہیں آرام نواسے کو تمھارے
خط کیا ہے اجل کا یہ پیام آیا ہے نانا!
آج آخری رخصت کو غلام آیا ہے نانا!

۱۲

یہ کہہ کے مَلا قبر سے شہؑ نے جو رُخِ پاک
ہلنے لگا صدمے سے مزارِ شہِ لولاکؐ
جنبش جو ہوئی قبر کو تھرّا گئے افلاک
کانپی جو زمیں صحنِ مقدس میں اڑی خاک
اس شور میں آئی یہ صدا روضۂ جد سے
تم آگے چلو ہم بھی نکلتے ہیں لحد سے

۱۳

اس ذکر پہ رو رو کے شہؑ سر کو جھکائے
واں سے جو اُٹھے فاطمہؑ کی قبر پہ آئے
پائینِ لحد گر کے بہت اشک بہائے
آواز یہ آئی کہ میں صدقے مرے جائے
ہے شور ترے کوچ کا جس دن سے وطن میں
پیارے میں اُسی دن سے تڑپتی ہوں کفن میں

۱۴

پہلو میں جو تھی فاطمہؑ کے تربتِ شبّرؑ
اُس قبر سے لپٹے بہ محبت شہِ صفدرؑ
چلّائے کہ شبیرؑ کی رخصت ہے برادر
حضرت کو تو پہلو ہوا امّاں کا میسّر!
قبریں بھی جُدا ہیں تہِ افلاک ہماری
دیکھیں ہمیں لے جائے کہاں خاک ہماری

۱۵
چلاتی تھیں رانڈیں کہ چلی شہ کی سواری لے گا خبر اب کون مصیبت میں ہماری
آنکھوں سے یتیموں کے دُرِ اشک تھے جاری مضطر تھے اپاہج ضُعفا کرتے تھے زاری
کہتے تھے گدا ہم کو غنی کون کرے گا
محتاجوں کی فاقہ شکنی کون کرے گا

۱۶
روتے ہوئے وہ لوگ پھرے شاہ سدھارے جو صاحبِ قسمت تھے وہ ہمراہ سدھارے
کس شوق سے مردانِ حق آگاہ سدھارے عابد طرفِ خانۂ اللہ سدھارے
اترے نہ مسافر کسی مخلوق کے گھر میں
عاشق کو کشش لے گئی معشوق کے گھر میں

۱۷
روشن ہوئی کعبہ کی زمیں نورِ خدا سے مکّے نے شرف اور بھی پایا شرفا سے
جھک جھک کے ملے سبطِ پیمبرؐ غربا سے آباد ہوا شہر نمازوں کی صدا سے
خوش ہو کے ہوا خواہ یہ کہتے تھے علیؑ کے
سب باپ کی خو بُو ہے نواسے میں نبیؐ کے

۱۸
کعبے میں بھی اک دن نہ ملا شاہؑ کو آرام کوفے سے چلے آتے تھے اُتے سحر و شام
اعدا نے گزرنے نہ دیئے حج کے بھی ایام کھولا پسرِ فاطمہؑ نے باندھ کے احرام
عازم طرفِ راہِ الٰہی ہوئے حضرتؑ
تھی ہشتم ذالحجہ کہ راہی ہوئے حضرتؑ

۱۹
ملتا تھا کوئی مردِ مسافر جو سرِ راہ یوں پوچھتے تھے اس سے بحسرت شہِ ذیجاہ
ایسا کوئی صحرا بھی ہے اے بندۂ اللہ اک نہر سوا جس میں ہو چشمہ نہ کوئی چاہ
کیا ملتا ہے اس دشت میں اور کیا نہیں ملتا
ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ صحرا نہیں ملتا

۲۰
وہ عرض یہ کرتا تھا کہ سبطِ شہ لولاکؐ ہے سخت پُر اندوہ وہ صحرائے افلاک
ہنستا ہوا واں جائے تو ہو جاتا ہے غمناک سنتا ہوں وہاں دن کو اُڑاتا ہے کوئی خاک
دن رات کو آتی ہے صدا سینہ زنی کی
درویش کی ممکن ہے سکونت نہ غنی کی!!

۲۱
چلاتی ہے عورت کوئی ہے ہے مرے فرزند اس دشت میں ہو جائے گا تو خاک کا پیوند
تلواروں کے ٹکڑے یہیں ہوں گے ترے دلبند پانی یہیں ہو جائے گا بچوں پہ ترے بند
پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گرے گا
ہے ہے یہیں خنجر تری گردن پہ پھرے گا

۲۲
اِک شیر ترائی میں یہ چلاتا ہے دن رات کٹ جائیں گے یاں ہات مرے لال کے ہیہات
کیا حال کہوں نہر کا اے شاہِ خوش اوقات پانی تو نہیں شور پہ مشہور ہے یہ بات
طائر بھی دمِ تشنہ دہانی نہیں پیتے
وحشی کبھی واں آن کے پانی نہیں پیتے

۲۳
اس جا نہ اُترتا ہے نہ دم لیتا ہے رہ گیر ہے شور کہ اس آب میں ہے آگ کی تاثیر
پیاسوں کیلئے اس کی ہر اک موج ہے شمشیر اس طرح ہوا چلتی ہے جس طرح چلیں تیر
بجھتی نہیں واں پیاس کسی تشنہ گلو کی
بو آتی ہے اس نہر کے پانی میں لہو کی

۲۴
اُس شخص سے یہ کہہ کے چلے قبلۂ عالم اللہ نے چاہا تو بسائیں گے اسے ہم
عاشق پہ بلا آتی ہے بعد بلا ہر دم غم اور بڑھا وصل کا عرصہ جو رہا کم
آفت یہ نئی فوجِ شہنشاہ میں آئی
مسلمؑ کی شہادت کی خبر راہ میں آئی

۲۵
وارث کیلئے زوجۂ مسلمؑ کا تھا یہ حال محمل سے گری پڑتی تھی بکھرائے ہوئے بال
روتے تھے بہن کیلئے عباسؑ خوش اقبال وہ کہتی تھی ساتھ آئے تھے چھوٹے مرے دو لال
پوچھو تو کدھر وہ مرے پیارے گئے دونوں
۲۶
فرماتے تھے شبیرؑ کہ مارے گئے دونوں

میدانِ شہادت میں جو وارد ہوئے سرورؑ واں گھاٹ پہ اُترا ہوا تھا شام کا لشکر
برپا ہوئے ریتی پہ خیامِ شہِ صفدرؑ پانی نہ کئی دن ہوا پیاسوں کو میسر
عباسؑ کو پانی کے نہ ملنے کا الم تھا
۲۷
بھائی کی بھی تھی فکر، سکینہؑ کا بھی غم تھا

وہ باغ تو سب تین پہر میں ہوا پامال اب سروِ گلستانِ محمدؐ کا سنو حال
دشمن تو ہیں نو لاکھ اور اک فاطمہؑ کا لال سر تیغوں سے زخمی ہے، بدن تیروں سے غربال
پہنچا نہیں دو روز سے پانی جو دہاں میں
۲۸
ہیں پیاس سے کانٹے گلِ زہراؑ کی زباں میں

عمامۂ محبوبِ خدا خون میں تر ہے مخدومۂ عالم کی ردا خون میں تر ہے
بہتا ہے لہو سر سے، گلا خون میں تر ہے سارے تنِ اطہر کی قبا خون میں تر ہے
گرمی کی بھڑک تھی کہ جھکے جاتے تھے شبیرؑ
۲۹
رہوار کی گردن پہ جھکے جاتے تھے شبیرؑ

آتی تھی صدا حضرتِ زہراؑ کی یہ اس آن صدقے ترے اے قومِ دغا پیشہ کے مہمان
لو چلتی ہے اور دھوپ کی شدت سے مری جان کچھ رک لو سائے کے لئے، سر پہ میں قربان
یہ دھوپ کا صدمہ نہ سہا جائیگا واری
دو روز کے پیاسے ہو غش آجائے گا واری

بند ۳۰
قبضے میں ہے مولا کے یدُ اللہ کی شمشیر　　پر صبر کے جوہر انھیں دکھلاتے ہیں شبیرؑ
ہر زخم پہ ہے شکر، ہر اِک تیر پہ تکبیر　　فرماتے ہیں راضی ہوں میں اے مالکِ تقدیر
کھانے کی، نہ پانی کی نہ راحت کی طلب ہے
یارب! مجھے امت کی شفاعت کی طلب ہے

بند ۳۱
یہ کہتے تھے حضرت کہ بڑھے برچھیوں والے　　اور آگئے پسِ پشت سواروں کے رسالے
دینے کو پیادے گئے تلواریں نکالے　　زہراؑ کے جگر بند پہ چلنے لگے بھالے
غُل تھا کہ کرو ٹکڑے محمدؐ کے جگر کو
گھوڑے پہ سنبھلنے نہ دو زہراؑ کے پسر کو

بند ۳۲
ناگاہ گرے گرم زمیں پر شہِ ابرار　　آثار قیامت کے ہوئے رَن میں نمودار
اور ہائے پئے قتل بڑھا شمرِ ستمگار　　گردن پہ نمازی کے پھرا خنجرِ خونخوار
فرزندِ زبر دستِ یدُ اللہ کو مارا
شبیرؑ کو کیا احمدِؐ ذی جاہ کو مارا

بند ۳۳
خاموش انیسؔ! آہ بہت رنج دمن ہے　　مجلس میں بپا ماتمِ سُلطانِ زمن ہے
صد شکر کر تو ناظمِ اقلیمِ سخن ہے　　یاں موتیوں سے بھرنے کے قابل یہ دہن ہے
رکھ دل کو غنی ذکرِ امامِ اَزلی میں
قدر اس کی ہے سرکارِ حسینؑ ابنِ علیؑ میں

رباعی

جھکتے ہیں قوی بھی ناتواں کے آگے　　کیا قدر زمیں کی آسماں کے آگے
نرمی سے مطیع سنگ ہوتے ہیں　　دنداں صف بستہ ہیں زباں کے آگے

رباعی

ناداں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں
یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
اِک روز خدا کو منہ دکھانا ہے مجھے
بندوں کو میں کس منہ سے خداوند کہوں

رباعی

حیدر کو غنی سب کو غرضمند کہوں
بے حد ہیں شرف اُنکے میں تا چند کہوں
ہے شیرِ خدا میں بخدا شانِ خدا
اُس بندے کو سو بار خداوند کہوں

سلام

کوئی انیس کوئی آشنا نہیں رکھتے
کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے
نہ روئے بیٹوں کے غم میں حسینؑ واہ رے صبر
یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے
حسینؑ کہتے تھے سوئیں گے پاؤں پھیلا کر
سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے
سوائے کوثر و تسنیم و خلد و باغِ بہشت
یہ اشک وہ ہیں گہر جو بہا نہیں رکھتے
قناعت و گہرِ آبرو و دولتِ دیں
ہم اپنے کیسہ خالی میں کیا نہیں رکھتے
ہمیں تو دیتا ہے رازق بغیر منتِ خلق
وہی سوال کریں جو خدا نہیں رکھتے
فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے
کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے
مسافرو شبِ اول بہت ہے تیرہ و تار
چراغِ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے
خدا نے آیۂ تطہیر جن کو بھیجا تھا
وہ پردہ دار سروں پر ردا نہیں رکھتے
سکینہ کہتی تھی کیوں کر نہ دم گھٹے اُماں
وہاں ہیں بند جو حجرے ہوا نہیں رکھتے
فلک پہ شور تھا کٹتا ہے حلقِ پاکِ رسولؐ
حسینؑ تیغ کے نیچے گلا نہیں رکھتے
محسینؑ تیغوں کے آگے سے کس طرح ہٹتے
بڑھا کے پیچھے قدم پیشوا نہیں رکھتے

(۱۷)

کعبے سے حسینیوں کا سفر

۱

کعبے سے کیا جب کہ سفر قبلۂ دیں نے — چھوڑا وہ مکاں دوشِ محمدؐ کے مکیں نے
پائی نہ اماں رازِ الٰہی کے امیں نے — عزمِ سفرِ مرگ کیا گوشہ نشیں نے
در پے تھے عدو سبطِ رسولِ مدنی کے
مہلت نہ ملی حج کی نواسے کو نبیؐ کے

۲

یارانِ وطن سے بھی چھٹے گھر سے بھی چھوٹے — بیٹی سے چھٹے، قبرِ پیمبرؐ سے بھی چھوٹے
کچھ بس نہ چلا، تربتِ شبّرؑ سے بھی چھوٹے — اور فاطمہؑ کے مرقدِ انور سے بھی چھوٹے
مضطر کیا بے دینوں نے کعبے میں بھی آکے
راحت نہ ملی شہر میں نے گھر میں خدا کے

۳

کعبے میں مدینے سے تھے یہ سوچ کے آئے — تھے اہلِ حرم کو بھی اسی واسطے لائے
اللہ کے گھر میں کوئی شاید نہ ستائے — سو واں بھی یہ تھا خوف کہ حج کرنے نہ پائے
اللہ نے پیدا کیا کعبے میں علیؑ کو
اور جائے سکونت نہ ملی سبطِ نبیؐ کو

۴

احرام تلک باندھ چکے تھے شہِ ابرارؑ — جو کھل گیا احمدؐ کے نواسے پہ یہ اسرار
ہیں قافلۂ حاج کے ہمراہ ستم گار — یا قتل کریں طوف میں یا کرلیں گرفتار
پایا جو تردّد کا محل سرورِ دیں نے
عمرے سے دیا حج کو بدل سرورِ دیں نے

اعمالِ میں حج کے تو یہ ہے حکم خدا کا پشّے کو نہ دو عالمِ اِحرام میں ایذا
اللہ کا وہ گھر او یہ محمدؐ کا نواسا سیّد کے ستانے کو وہاں آئے تھے اعدا
گر کھولتا احرام نہ پیارا وہ نبیؐ کا
۶ کعبے میں گلا کاٹتے فرزندِ علیؑ کا

مضطر تھے شبِ ہشتمِ ذی الحجہ کو شبیرؑ تھا قصدِ مصمم کہ سوئے کوفہ ہوں رہگیر
کرتے تھے کبھی پاس سے رو رو کے یہ تقریر اب یاں سے کہاں دیکھئے لے جاتی ہے تقدیر
پھر کر جو وطن جائیں تو جانا نہ ملے گا
۷ اب ہم کو بجز قبر ٹھکانا نہ ملے گا

تھے سبطِ نبیؐ کوچ کی تدبیر میں اُس رات کی آ کے جو ابنِ حنفیہؓ نے ملاقات
بھائی سے بغلگیر ہوئے شاہِ خوش اوقات کی عرض محمدؐ نے کہ اے قبلۂ حاجات
کوفہ کی طرف جانے میں اندیشۂ جاں ہے
۸ مکہ میں مکیں ہوں کہ بزرگوں کا مکاں ہے

حیدرؑ ہیں نہ زہراؑ نہ حسنؑ ہیں نہ پیمبرؐ تم چار بزرگوں کی نشانی ہو برادر
حضرت ہی کے رہنے سے مدینہ ہے منوّر سُن سُن کے فروغ آپ کا جلتے ہیں ستمگر
اس شمع کو بھی گُل نہ کریں مجھکو یہ غم ہے
۹ اب پنجتن پاک میں حضرت ہی کا دم ہے

حضرت نے کہا ہوتا ہوں ناچار روانا بھاتا ہے کسے اپنا وطن چھوڑ کے جانا
میں بیکس و مظلوم ہوں دشمن ہے زمانہ اب تو ہے مدینہ میں نہ مکہ میں ٹھکانا
حاسد ہے کوئی درپئے آزار ہے کوئی
حامی ہے کوئی اور نہ مددگار ہے کوئی

۱۰
کرتا نہ سفر گر مجھے کوئی رہنے دیتا — باہر کبھی روضہ سے محمدؐ کے نہ جاتا
میں کیا کروں بھائی مجھے کچھ بن نہیں پڑتا — مرقد سے بزرگوں کے مقدر ہے چھڑاتا
بے دینوں کو جینا مرا منظور نہیں ہے
ہو جاؤں یہیں قتل تو کچھ دور نہیں ہے

۱۱
اس امر کا درپے ہے یزیدِ ستم ایجاد — باقی رہے دنیا میں محمدؐ کی نہ اولاد
ڈرتا ہوں یہاں قتل کریں گر مجھے جلاد — حرمت حرمِ کعبہ کی ہو جائے گی برباد
کعبہ سے میں نکلوں یہ گوارہ مجھے کب ہے
ناچار ہوں دوری کا سبب پاسِ ادب ہے

۱۲
ابنِ حنفیہؓ نے کہا تب بہ سماجت — گر جائیے تو سوئے یمن جائیے حضرت
واں آپ کے والد کے ہے شیعوں کی سکونت — وہ لوگ ہیں سب اہلِ وفا اہلِ مروت
کیجیے گا سرافراز تو قدموں پہ گریں گے
پھر جائے زمانہ وہ نہ حضرت سے پھریں گے

۱۳
بالفرض یمن میں بھی جو آرام نہ پائیں — شہروں سے کنارہ کریں جنگل کو بسائیں
تکلیف بیاباں میں سہیں رنج اٹھائیں — پر بہرِ خدا کوفہ کی سرحد میں نہ جائیں
بچوں پہ کریں رحم کہ چھوٹے ابھی سن ہیں
اس راہ میں کم پانی ہے اور گرمی کے دن ہیں

۱۴
فرمایا جہاں جاؤں کروں قصد جدھر کا — چھوڑے گی اجل ساتھ نہ زہراؑ کے پسر کا
اب دھیان ہے شبیرؑ کو بچوں کا نہ گھر کا — اب کا یہ سفر مجھ کو وسیلہ ہے ظفر کا
گر کوچ سوئے کوفہ نہ ہووے گا برادر
پھر کون مری قبر میں سوئے گا برادر

۱۵
چڑھنے لگے رہوار پہ جب سبطِ پیمبرؐ　　فریاد سوئے کعبہ یہ کی ہاتھ اُٹھا کر
چھٹتا ہوں ترے گھر سے میں اے خالقِ اکبر　　اِس سال ہوا حج بھی نہ خادم کو میسّر
پاس آن کے دَر سے جو ترے دُور چلا ہوں
تو عالم و دانا ہے کہ مجبور چلا ہوں

۱۶
بچّے مِرے ہمراہ ہیں، گرمی کا سفر ہے　　رستہ بھی خطرناک ہے، منزل پہ بھی ڈر ہے
پر فضل و کرم پر ترے، بندے کی نظر ہے　　ناگاہ صدا آئی، کہ کیا تجھ کو خطر ہے
ہر حال میں سایہ، ترے سَر پر ہے ہمارا
ہم پاس ہیں تیرے، ترا دل گھر ہے ہمارا

۱۷
کعبے کی جُدائی سے عبث ہوتا ہے مضطر　　حاجی سے مجاہد کا کہیں رُتبہ ہے بہتر
جس راہ میں جاتا ہے تو اے سبطِ پیمبرؐ　　اک ایک قدم پر ہے ثوابِ حجِ اکبر
الفت ہمیں تیری ہے، تجھے چاہ ہماری
یہ گھر ہے ہمارا، تو وہ ہے راہ ہماری

۱۸
گھر چھوڑ کے جنگل کو چلا شہر کا والی　　بطحا ہوا برباد، مدینہ ہوا خالی
تھا سایۂ حق، سایۂ شاہنشہِ عالی!　　شیعوں پہ تباہی ستم ایجادوں نے ڈالی
بھولیں گے نہ اشفاق حسینؑ ابنِ علیؑ کے
پائیں گے کہاں ہائے نواسے کو نبیؐ کے

۱۹
لکھی ہے زرارہ بنِ صالح نے روایت　　اِک دَم میں ہوئی فوجِ ملائک کی یہ کثرت
جُز حق نہ شمار ان کا تھا ممکن کسی صورت　　اُس وقت زرارہ سے یہ کہنے لگے حضرت
یا ورمرے دیکھے؟ مرے غم خواروں کو دیکھا
کیوں سیّدِ بیکس کے مددگاروں کو دیکھا؟

پھر کہنے لگے ہنس کے زرارہ سے یہ سرورؑ		خالق کی عنایت سے یہ ساماں ہے میسّر
چاہوں تو کروں جنگ میں اس فوج سے جاکر		کس زیست پہ ہوں طالبِ جمعیّتِ لشکر
خود ہے مجھے منظور کہ سر تن سے جدا ہو
۲۱		تا مغفرتِ اُمّتِ محبوبِ خدا ہو

یہ کہہ کے زرارہ سے چلے سرورِ ذی شاں		جو آئی پرا باندھے ہوئے فوجِ بنی جاں
سردار نے کی عرض کہ اے دین کے سلطاں		ہم شیعہ ہیں، بخشا ہے علیؑ نے ہمیں ایماں
ہم آپ کو لڑنے کے لئے جانے نہ دیں گے
۲۲		فرزندِ یداللہ پہ آنچ آنے نہ دیں گے

کس قوم سے درپیش ہے حضرت کو لڑائی		مولا نے غلاموں کی نہ کیوں جان بچائی
کون ایسے ہیں سرکش؟ انھیں کچھ شرم نہ آئی		کرتے ہیں محمدؐ کے نواسے سے لڑائی
جنگ ان سے کریں دیجے ہمیں حکم وغا کا
۲۳		جو آپ کا دشمن ہے وہ دشمن ہے خدا کا

شہؑ نے کہا، شرم آتی ہے کیا نام بتاؤں		وہ اُمّتِ احمدؐ ہیں، مَیں کیا اُن کو ستاؤں
غیر ان کو جو سمجھوں، تو بلانے پہ نہ جاؤں		سب مجھ کو گوارا ہے جو تکلیف اٹھاؤں
کیوں کر انھیں برباد کروں، حجّتِ حق ہوں
۲۴		لازم ہے مجھے رحم کریں رحمتِ حق ہوں

جنّات یہ سُن کر گئے کرتے ہوئے زاری		اور آگے بڑھی سبطِ پیمبرؐ کی سواری
یوں جاتا تھا وہ قافلۂ عاشقِ باری		جس طرح گلستاں سے چلے بادِ بہاری
پڑتی تھی یہ گرمی کہ مسافر تھے قلق میں
ڈوبے ہوئے تھے فاطمہؑ کے پھول عرق میں

۲۵
غربی کی اسی طرح اٹھاتے ہوئے ایذا / طے منزلیں کرتے تھے شہِ یثرب و بطحا
جو کوفے سے اک مردِ مسافر ہوا پیدا / مستفسرِ حال اُس سے ہوئے سیدِ والا
دل ٹکڑے ہوا سینے میں اُس خستہ جگر کا
رونے لگا منہ دیکھ کے زہراؑ کے پسر کا

۲۶
رو کر کہا، اے حیدرِ کرّار کے جانی / کیا عرض کروں قتل ہوئے، مسلمؑ وہانی
جس دم یہ سُنا شہؑ نے مسافر کی زبانی / آنکھوں سے بہے اشک، جگر ہو گیا پانی
فرمایا کہ راحت میں ہماری خلل آیا!
منزل پہ نہ پہنچے کہ پیامِ اجل آیا!

۲۷
واں شہؑ نے رفیقوں کو بلا کر یہ سنایا / بیعت سے مری کوفیوں نے ہاتھ اٹھایا
مسلمؑ کا بھی سر کاٹ کے نیزے پہ چڑھایا / میں پھر کے نہیں جانے کا، آیا تو اب آیا
اب شب کو چلا جائے وہ گھر جانا ہو جس کو
اب ساتھ وہی دے مرا، مر جانا ہو جس کو

۲۸
یہ سنتے ہی رونے لگے، مسلمؑ کے وہ دلدار / اسلام کے لشکر میں تلاطم ہوا اک بار
سر کھول کے پیٹے حرمِ احمدِ مختار / تھا شور کہ آفت میں پھنسے سیدِ ابرار
کوفے میں بلا کر یہ دغا کرتے ہیں اعدا
اب دیکھیں نبیؐ زادے سے کیا کرتے ہیں اعدا

۲۹
مسلمؑ کی خبر سے یہ ہوا خوف دلوں پر / چھپ چھپ کے اُسی شب کو روانہ ہوئے اکثر
یا تھے کہیں خیمے، کہیں پالیں، کہیں بستر / یا تین پہر رات میں خالی ہوا لشکر
تا شام تو سب یاورِ سلطانِ زمن تھے
ظاہر جو ہوئی صبح، تو ہفتاد و دو تن تھے

٣٠
جب واں سے نمازِ سحری پڑھ کے چلے شاہ　　مُسلم کو حرم روتے چلے جاتے تھے ہمراہ
وارد ہوئے اک دشتِ بلاخیز میں ناگاہ　　چلنے سے رُکا، واں فرسِ سرورِ ذی جاہ
فرمایا کہ کیا جانیئے یہ کون سی جا ہے
ہاتف نے صدا دی کہ یہی دشتِ بلا ہے

٣١
یہ سُنتے ہی رَہوار سے اُترے شہِ والا　　اور چاہا کہ برپا کریں خیمہ لبِ دریا
مانع ہوئے یک بار پرا باندھ کے اَعدا　　حضرت نے کہا خیر جو کچھ مرضیٔ مولا
جو ہم پہ جفا ہوگی رہِ حق میں سہیں گے
ساحل سے کنارا کیا ریتی پہ رہیں گے

٣٢
ہفتم سے محرّم کی تو پانی بھی ہوا بند　　فرزندِ پیمبرؐ کے تڑپنے لگے فرزند
تھی فاطمہؑ کے مہر میں وہ نہر بھی ہر چند　　غاصب نہ ہوئے پانی کے دینے پہ رضامند
حق اپنا محمدؐ کے نواسے نے نہ پایا
اِک پانی کا قطرہ کسی پیاسے نے نہ پایا

٣٣
چوبیس ۲۴ پہر پیاس میں بچوں نے گذارے　　ہچکی علی اصغرؑ کو لگی پیاس کے مارے
آخر ہوئی جب دسویں شب اور چھپے تارے　　شہ رَن کو نمازِ سحری پڑھ کے سدھارے
واں جاتے ہی تیغوں سے قلم ہو گیا لشکر
تھا ایک تو کم اور بھی کم ہو گیا لشکر

٣٤
خاموش انیس اب کہ بہت رونے کا ہے جوش　　ہوگی نہ محبوں کو تری یاد فراموش
اللہ نے بخشی ہے جنہیں چشمِ خطا پوش　　کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقل و ذی ہوش
تعریف کریں خاص تو ہے کام کی تعریف
کب اہلِ سخن مانتے ہیں عام کی تعریف

ختم شد

(۱۸)

میدانِ کربلا

۱
جب کربلا میں داخلۂ شاہِ دیں ہوا دشتِ بلا نمونۂ خُلدِ بریں ہوا
سَر جُھک گیا فلک کا یہ اوجِ زمیں ہوا خورشید محوِ حُسنِ حُسینِؑ حَسیں ہوا
پایا فروغ نیّرِ دیں کے ظہور سے
جنگل کو چاند لگ گئے زہرؑا کے نور سے

۲
دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے ذرّوں میں روشنئ تجلیٔ طور ہے
اِک آفتابِ رُخ کی ضیا دور دور ہے کوسوں زمین، عکس سے دریائے نور ہے
اللہ رے حُسن، طبقۂ عنبر سرشت کا
میدانِ کربلا ہے نمونہ بہشت کا

۳
ہے آبِ نہر صورتِ آئینہ جلوہ گر تاباں ہے مثلِ چشمۂ خورشید پر بھنور
لہریں بسانِ برق چمکتی ہیں سر بسر پانی پہ مچھلیوں کی ٹھہرتی نہیں نظر
یہ آب و تاب ہے کہ گُہر آب آب ہیں
دریا تو آسماں ہے، ستارے حباب ہیں

۴
صحرا پہ ہر طرف شہِ دیں نے نگاہ کی سب تھم گئی سپاہ شہِ کم سپاہ کی
فرمایا آج چھُٹ گئے ایذائے راہ کی ہاں اب پسند کرو جگہ خیمہ گاہ کی
آگے کہیں نہ جائیں گے اس ارضِ پاک سے
اُلفت ہماری خاک کو ہے یاں کی خاک سے

۵
مشتاق اِس نواح کا تھا فاطمہؑ کا لال　　　رہتا تھا خواب میں بھی اسی دشت کا خیال
آفاق میں یہ ارضِ مقدس ہے بے مثال　　　سبزہ یہاں کا رحمتِ خالق سے ہے نہال
اب تک کسی صدف کو نہ ایسے گہر ملے
گردوں کو ایک اس کو بہتر قمر ملے

۶
کی سروِ بوستانِ حسنؑ نے یہ گفتگو　　　آتی ہے اس زمیں کے گلوں سے دُلہن کی بُو
اکبرؑ یہ بولے، تھی ہمیں صحرا کی آرزو　　　عباسؑ سے یہ کہنے لگے شاہِ نیک خُو
یاں کون سی جگہ تمہیں بھائی پسند ہے
اُس شیر نے کہا کہ ترائی پسند ہے

۷
پھیلا جو نورِ مہرِ امامت دمِ زوال　　　ذرّوں سے واں کے آنکھ ملانا ہوا محال
سارے نہال فیضِ قدم سے ہوئے نہال　　　اختر بنے جو پھول تو شاخیں بنیں ہلال
پتّے تمام آئینۂ نور ہو گئے
صحرا کے نخل سب، شجرِ طور ہو گئے

۸
زہراؑ کے اختروں سے زمیں آسماں ہوئی　　　غازی جہاں چلے وہ زمیں کہکشاں ہوئی
سب ارضِ پاک غیرتِ باغِ جناں ہوئی　　　ایسا مکیں ملا کہ رفیعُ المکاں ہوئی
دامن جو پاک صاف تھا دشتِ مَصاف کا
احرام باندھا کعبے نے اس کے طواف کا

۹
ہاتف نے دی صدا کہ زہے شانِ کربلا　　　مختارِ کائنات ہے مہمانِ کربلا
پھولوں سے آج بھر گیا دامانِ کربلا　　　بس اب نواں بہشت ہے بستانِ کربلا
خورشیدِ دیں کے فیض سے کیا کیا شرف ملے
روشن ہے جس سے عرش وہ دُرِّ نجف ملے

۱۰
یہ دشتِ ہولناک کہاں یہ چمن کہاں — جنگل کہاں، بتولؑ کے گل پیرہن کہاں
کنبہ کہاں نبیؐ کا، یہ دارِ محن کہاں — قبریں کہاں شکستہ دلوں کی؟ وطن کہاں
آئے ہیں ڈھونڈتے ہوئے اس ارضِ پاک کو
سچ ہے کہ خاک کھینچتی ہے اپنی خاک کو

۱۱
خوشبو سے ان گلوں کی ہوا دشت باغ باغ — غنچے کھلے، ہرے ہوئے بلبل کے دل کے داغ
پہنچا سرِ فلک پہ ہر اک کوہ کا دماغ — دریا نے بھی حبابوں کے روشن کئے ایاغ
خورشید بن گئے طبقے ارضِ پاک کے
تاروں کو گرد کر دیا ذرّوں نے خاک کے

۱۲
جنگل میں بن گیا شجرِ طور ہر درخت — بالیدگی سے ہو گئے ٹکڑے گلوں کے رخت
آئی صدا فلک سے کہ جاگے زمیں کے بخت — اب اس زمیں پہ سوئے گا مختارِ تاج و تخت
رفعت کا اِس کی فرش سے غل عرش تک گیا
لو آج خاک کا بھی ستارہ چمک گیا

۱۳
بولے فرس کو روک کے شاہِ فلک وقار — منزل پہ ہم پہونچ گئے احسانِ کردگار
آگے نہ اب بڑھائے کوئی یاں سے راہوار — یہ وہ زمیں ہے جس کے لئے دل تھا بے قرار
قربان اِس مکانِ سعادت نشان کے
پایا دُرِ مراد بڑی خاک چھان کے

۱۴
اُترو مسافرو! کہ سفر ہو چکا تمام — کوچ اب نہ ہوگا، حشر تلک ہے یہیں مقام
مقتل یہی زمیں ہے، یہی مشہدِ امام — اونٹوں سے بار اُتار کے برپا کرو خیام
بھر لگاؤ شوق سے اس ارضِ پاک پر
چھڑکا ہوا ہے آبِ بقا یاں کی خاک پر

۱۵ سجدے کریں گے جس پہ مَلک وہ زمیں ہے یہ　　جس پر کھُدا ہے نقشِ شفا وہ نگیں ہے یہ
بطحا یہ ہے، مدینۂ اربابِ دیں ہے یہ　　کعبہ یہ ہے، نجف یہ ہے، خُلدِ بریں ہے یہ
تھی اِس زمیں کی قدر رسولانِ پاک کو
آنکھوں سے سب لگا گئے ہیں یاں کی خاک کو

۱۶ اُترا یہ کہہ کے کشتیٔ اُمّت کا ناخُدا　　جتنے سوار تھے وہ ہوئے سب پیادہ پا
حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا　　دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا نہر کیا فضا
اکبرؑ شگفتہ ہو گئے صحرا کو دیکھ کر!
عباسؑ جھومنے لگے دریا کو دیکھ کر

۱۷ بولے یہ اشک بھر کے شہنشاہِ سربلند　　کیوں یہ مقام ہے تمھیں شاید بہت پسند
کی مسکرا کے عرض کہ اے شاہِ ارجمند!　　بس یاں تو خود بخود ہوئی جاتی ہے آنکھ بند
سیراب یہیں رہیں گے عنایت جو رب کی ہو
بس کیا کہوں حضور ترائی غضب کی ہے

۱۸ گرمی میں ایسی سرد ہوا یا شہِ انام　　ہے لیٹنے کی جا یہ زمینِ فلک مقام
مشہور ناصریہ ہے شاید اسی کا نام　　جی چاہتا ہے یاں سے سرکئے نہ ایک گام
ایسی جگہ بس اب نہ ملے گی کسی جگہ
کیا لطف ہے جو قبر بھی ہوئے اسی جگہ

۱۹ روتے ہوئے وہاں سے بڑھے آپ چند گام　　گویا زمیں کی سیر کو اُترا مہِ تمام
انجم کی طرح گرد تھے حیدرؑ کے لالہ فام　　شکلیں وہ نور کی وہ تجمّل وہ احتشام
زلفیں ہوا میں اُڑتی تھیں ہاتھوں میں ہاتھ تھے
لڑکے بھی بند کھولے ہوئے ساتھ ساتھ تھے

۲۰
تکنے لگے پہاڑوں کو مسلمؑ کے دونوں لال　　　پھولوں سے کھیلنے لگے زینبؑ کے نونہال
سبزے سے واں کے ابنِ حسنؑ خوش ہوئے کمال　　　کی عرض اس زمیں کا ہر اک گُل ہے بے مثال
اے خسروِ زمیں یہ جگہ ہے جلوس کی
۲۱ خوشبو ہے یاں کی خاک میں عطرِ عروس کی

صحرا سے آئے پھر سوئے دریا شہِ اُمم　　　الیاسؑ شاد ہو کے پکارے زہے حشم
ابھریں درود پڑھتی ہوئی مچھلیاں بہم　　　بولے حباب آنکھوں پہ شاہا ترے قدم
پانی میں روشنی ہوئی حُسنِ حضور سے
۲۲ لے لیں بلائیں پنجۂ مرجاں نے دور سے

ٹھہرے کنارِ نہر جوانانِ ماہ رو　　　دھویا کسی نے رخت، کسی نے کیا وضو
گھوڑے جو آئے پیاس بجھانے کنارِ جو　　　بھر لائے اشک آنکھوں میں شبیرؑ نیک خو
کھینچی اک آہِ سرد ترائی کو دیکھ کر
۲۳ ہاتھوں سے دل پکڑ لیا بھائی کو دیکھ کر

بولے، یہ ہات جوڑ کے عباسؑ نامور　　　خیمہ کہاں بپا کریں یا شاہِ بحر و بر؟
ایذا ہے محملوں میں بہت اہلِ بیتؑ پر　　　بچے ہیں نازکی میں گلوں سے زیادہ تر
کب سے عماریوں کے ہیں پردے چھٹے ہوئے
۲۴ گرمی کے مارے دم ہیں سبھوں کے رُکے ہوئے

کچھ سوچ کر امامِ دو عالم نے یہ کہا　　　زینبؑ جہاں کہیں وہیں خیمہ کرو بپا
پیچھے ہٹے یہ سنتے ہی عباسؑ باوفا　　　جا کر قریبِ محملِ زینبؑ یہ دی صدا
حاضر ہے جاں نثار امامِ غیور کا
برپا کہاں ہو خیمۂ اقدس حضور کا

۲۵
بولی یہ سُن کے دخترِ خاتونِ روزگار — اس امر میں بھلا مجھے کیا دخل، میں نثار
خشکی ہو یا ترائی، چمن ہو کہ سبزہ زار — ہر جا مسافروں کا نگہباں ہے کردگار
مختارِ کائنات کے تم نورِ عین ہو
اُترو وہاں، جہاں مرے بھائی کو چین ہو

۲۶
آرام کو ترس گئے جب سے چھٹا ہے گھر — کن آفتوں میں پانچ مہینے ہوئے بسر
یہ آندھیاں، یہ گرمی کے ایام، یہ سفر — دن بھر چلے ہیں دھوپ میں، جاگے ہیں رات بھر
گرمی سے کھیت خشک تھے، جنگل اُجاڑ تھا
ایک ایک کوس راہِ جبل میں پہاڑ تھا

۲۷
عاقل ہو تم تو نامِ خدا سے علیؑ کے لال — مجھ سے زیادہ بھائی کی راحت کا ہو خیال
دریافت کر لو پہلے کسی سے یہاں کا حال — واری کسی طرح کا نہ آقا کو ہو ملال
گوشہ ملے ہمیں، نہ فضا ہو، نہ سیر ہو
اب تو یہی پڑی ہے کہ جانوں کی خیر ہو

۲۸
آج اس زمین پر ہمیں لایا ہے آسماں — اب دیکھئے دکھاتی ہے تقدیر کیا یہاں؟
آقا کی خیریت کی دعا مانگو بھائی جاں — یارب! مسافروں کو مبارک ہو یہ مکاں
دشمن بہت ہیں بادشہِ خوش خصال کے
بھائی! بہن نثار ذرا دیکھ بھال کے

۲۹
بھائی سے اس زمیں کی سُنی ہی بہت صفت — ہے وہ امام واقفِ اسرارِ شش جہت
جو جو مُسن ہیں اُن سے بھی لازم ہے مصلحت — صدقے گئی حبیبؑ سے بھی کر لو مشورت
ساحل پہ دشمنوں میں کسی کا عمل نہ ہو
بھیّا مجھے یہ ڈر ہے کہ ردّ و بدل نہ ہو

۳۰
دستِ ادب کو جوڑ کے اس شیر نے کہا
تشویش کچھ نہ کیجئے اے بنتِ مرتضیٰؑ!
ہر چند مصلحت مری کیا اور عقل کیا
لیکن کوئی ترائی سے بہتر نہیں ہے جا!
جو مہرِ فاطمہؑ میں ہے یہ وہ فرات ہے
گرمی میں قربِ نہر کا آبِ حیات ہے

۳۱
جس سرزمیں پہ دلبرِ زہراؑ عمل کرے
زہرہ کسی کا کیا ہے جو ردّ و بدل کرے
مانع وہ ہو جو دینِ نبیؐ میں خلل کرے
کافر ہے جو حسینؑ سے ردّ و بدل کرے
دخل اس میں روم کا ہے نہ سلطانِ شام کا
دنیا کی سب زمیں پہ ہے قبضہ امام کا

۳۲
حضرت کے حکم کا مترصد ہے جاں نثار
ارشاد یہ ہوا کہ دیا تم کو اختیار!!
آیا حضورِ سبطِ پیمبرؐ وہ ذی وقار
کی عرض، خیمہ نہر پہ کرتا ہے خاکسار
اُتریں یہیں، یہ مرضیٔ آلِ رسولؐ ہے
بولا وہ بحرِ فیض کہ اچھا قبول ہے

۳۳
ہر دم رہے انیسؔ زباں پر خدا خدا!
بحرِ جہاں میں کون کسی کا ہے آشنا!
دلداری و محبت و دل جوئی و وفا!
معدوم ہے بصورتِ عنقا و کیمیا
گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہو
ہم نے تو ایک دل بھی نہ پایا جو صاف ہو

ختم شد

رباعی
ایوانِ فلک جناب دیکھا ہم نے
فردوسِ بریں کا باپ دیکھا ہم نے!
جا پہنچے نجف میں خاک ہو کر صد شکر
دربارِ ابوترابؑ دیکھا ہم نے!

رباعی
میزانِ کرم میں جرم تُل جاتے ہیں
فردوس میں مثلِ بوئے گل جاتے ہیں
انگشتِ علیؑ سے بابِ خیبر کی طرح
عقدے ہوں ہزاروں تو کھل جاتے ہیں

رباعی

افسوس یہ عصیاں یہ تباہی دل کی
کی خوب انیسؔ خیر خواہی دل کی
کپڑے اُجلے پہن کے نازاں ہوئے تم
بڑھتی گئی دن رات سیاہی دل کی

رباعی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے
یارانِ شباب پاس سے دور ہوئے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیسؔ
جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

سلام

جُز پنجتنؑ کسی سے تولّا نہ چاہیے
غیر از خدا کسی کا بھروسا نہ چاہیے
ہم عازمِ سفر ہیں بتا دو مسافرو
کیا اس سفر میں چاہیے اور کیا نہ چاہیے
ہر اک کے واسطے ہے ترقی بقدرِ حال
اَسفل کو فکرِ منصبِ اعلیٰ نہ چاہیے
ہر کوہ پر نہ ہوگی تجلّی مثالِ طور!
ہر ہاتھ کے لئے یدِ بیضا نہ چاہیے
پانی کا ذکر کرتی سکینہؑ تو کہتے شاہؑ
بی بی محال شے کی تمنا نہ چاہیے
کہتی تھی فضہؑ شام میں بازاریو ہٹو!
زہراؑ کی بیٹیوں کا تماشا نہ چاہیے
یہ کون بی بیاں ہیں تمھیں کچھ خبر بھی ہے
آلِ رسولؐ پر ستم ایسا نہ چاہیے
مرقد چراغِ داغ سے روشن رہے انیسؔ
شب کو اکیلے گھر میں اندھیرا نہ چاہیے

(۱۹)

دشتِ بلا

۱

طے کر چکے حسینؑ جو راہِ ثواب کو　　مقتل نظر پڑا شہِ گردوں رکاب کو
الفت جو واں کی خاک سے تھی اُس جناب کو　　اِک عید ہوگئی خلفِ بوتراب کو
دل مثلِ غنچہ واں کی ہوا کھا کے کھِل گیا
رستہ ریاضِ خلد میں جانے کا مل گیا

۲

شکرِ خدا کہ رنجِ سفر سے ہوا فراغ　　غربت کے اشتیاق میں بھولا وطن کا داغ
خاطر شگفتہ ہوگئی، اور دل ہے باغ باغ　　طبقہ یہ حشر تک نہیں ہونے کا بے چراغ
حاصل ملے گا حشر میں اِس کاروکِشت کا
روئے زمیں پہ ہے یہی ٹکڑا بہشت کا

۳

عالم میں قدر و منزلت اس کی سِوا ہوئی　　گرد اس کی بہرِ چشمِ ملک توتیا ہوئی
ہر درد کی خدا کے کرم سے دوا ہوئی　　یہ خاکِ پاک آج سے خاکِ شفا ہوئی
تیغِ عذابِ حق سے لحد میں پناہ ہو
طوفاں میں پاس ہو تو نہ کشتی تباہ ہو

۴

دریا کو دیکھ دیکھ کے لہرا رہا ہے دل　　پانی بھی خوش گوار، ہوا بھی ہے معتدل
مولاؑ قدم پکڑتی ہے کچھ یاں کی آب و گِل　　بہتر ہے، گر خیام ہوں ساحل کے متصل
پانی سے ہات منہ کو لبِ نہر دھوئیں گے
جاگے بہت ہیں، پاؤں کو پھیلا کے سوئیں گے

۵
فرمایا شہ نے خیر، جو اللہ کی رضا		موقع ہو جس جگہ وہیں خیمے کر دیا
آرام سے غریب مسافر کو کام کیا		رہتے ہیں دھوپ میں بھی بہت بندۂ خدا
دو چار دن میں عمر کی مدت تمام ہے
۶		میداں سے پھر غرض ہے، نہ دریا سے کام ہے

زینبؑ نے جب یہ سرورِ دیں سے سنا کلام		محمل سے یوں پکاری کلیجے کو تھام تھام
کیوں چلتے چلتے آپ نے یاں روک لی لگام		بھیا ادھر تو آؤ یہ ہے کون سا مقام
بستی بھی ہے کوئی کہیں ایک نہر ہے؟
۷		اس دشتِ پُرخطر میں اُترنا تو قہر ہے!

جنگل میں ہے بشر کے لئے سو طرح کا ڈر		اُٹھتے ہیں بار بار بگولے اِدھر اُدھر
دن کٹ گیا تو ہوئے گی شب کس طرح بسر		لشکر میں غل رہے گا درندوں کا رات بھر
بچے بھی مارے ہول کے ہیں تڑپنے میں
۸		میرا تو دل ابھی سے اُچھلتا ہے سینے میں

اِس سرزمیں کے گُل نظر آتے ہیں مجھ کو خار		نشتر سے کم نہیں رگِ جاں کو یہ سبزہ زار
یہ بادِ تُند و تیز ہی ہوتی ہے دل کے پار		اِس بَن کی خاک سے مری خاطر یہ ہے غبار
کیا رنگ آگے دیکھئے قسمت دکھاتی ہے
۹		یاں کی زمیں سے خون کی بو مجھ کو آتی ہے

لوگو! مجھے بتاؤ یہ دریا ہے یا سراب؟		کاسے سَروں کے ہیں کہ یہ ہیں ساغرِ حباب؟
موجوں کو دیکھ دیکھ کے ہے دل کو پیچ و تاب		ڈوبا ہے کون؟ شور ہے کیسا میانِ آب؟
دھاریں لہو کی مل گئیں دریا کی موج میں
لہریں یہ ہیں کہ چلتی ہیں تلواریں فوج میں

۱۰ پوچھو کسی سے مسلمِ مظلوم کی خبر — تربت مرے غریب مسافر کی ہے کدھر
بچوں کے اس کے کیا نہیں کاٹے گئے ہیں سر؟ — لاشے بہا دیے اسی دریا میں کھینچ کر؟
رنج و غم و الم کی گھٹا دل پہ چھائی ہے
۱۱ اماں کے پیٹنے کی صدا مجھ کو آئی ہے

یوں نہر کی ترائی میں کوئی ہے نوحہ گر — مرتا ہے جس طرح سے کسی کا جواں پسر
صاف آتی ہے صدا کہ فدا تجھ پہ ہو پدر — یاں سوئے گا تو اے مرے عباسِ نامور
وسواس کا مقام ہے، جاگہ قلق کی ہے
۱۲ پہچانتی ہوں میں، یہ صدا شیرِ حق کی ہے

غش کھا کے اب میں گرتی ہوں، مجھ میں نہیں حواس — عباسؑ کو بلاؤ کہ آئیں بہن کے پاس
اصغرؑ بلک رہا ہے سکینہؑ کو ہے ہراس — خیمے یہاں ہوئے، تو ہوئی زندگی سے یاس
نقشہ وہ پھر گیا مری چشمِ پُرآب میں
۱۳ ایسا ہی دشت تھا، جسے دیکھا تھا خواب میں

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہِ زمن — اُترو یہیں، کہ خوف کی جاگہ نہیں بہن
یہ نہرِ علقمہ ہے یہ ہے کربلا کا بن — آئے اسی کے شوق میں ہم چھوڑ کر وطن
رہنے میں اس جگہ کے حذر کیا فقیر کا
۱۴ خیمہ یہاں ہوا تھا جنابِ امیرؑ کا

کچھ مال و زر نہیں کہ تلف کا ہو جس کے ڈر — یکساں ہے بے وطن کے لیے شہر و دشت و در
مسکن یہی زمیں ہے، یہی بے گھروں کا گھر — کیا جانے اس مقام سے ہو کس طرف سفر
انساں کو چاہیے کہ گناہوں سے پاک ہو
شاید ہماری خاک اسی بن کی خاک ہو

۱۵
یہ سُن کے بنتِ فاطمہؑ نے کی جگر سے آہ — بولیں، یہ کربلا ہے، تو لو ہم ہوئے تباہ
ہے ہے حسینؑ کو نہ ملے گی کہیں پناہ — ڈوبے گا بحرِ خوں میں دو عالم کا بادشاہ
سر پر اُڑاؤ بی بیو اس سرزمیں کی خاک
شیشے میں رکھ گئے ہیں محمدؐ یہیں کی خاک

۱۶
اُترے فرس سے حضرتِ عباسؑ نیک نام — بٹھلائے اونٹ، خیمے کے سب کھینچ کر زمام
فرّاش چاہتے تھے کہ برپا کریں خیام — تلواریں کھینچ گھاٹ پہ آپہنچی فوجِ شام
زینبؑ کے دل پہ ظلم کی شمشیر پھر گئی
شہؑ کی نظر میں موت کی تصویر پھر گئی

۱۷
گھوڑے بڑھا بڑھا کے لعینوں نے یہ کہا — بتلاؤ کس نے حکم اُترنے کا یاں دیا؟
ہٹ جاؤ ابنِ سعد کے خیموں کی ہے یہ جا — ڈھونڈو کنویں کہیں، تمھیں دریا سے کام کیا
گرمی میں بند ہوئے گا پانی امامؑ پر
ہوگا نہ کل ہوا کا گذر اس مقام پر

۱۸
برہم ہوئے یہ سنتے ہی عباسِؑ خوش خصال — غازی کو شیرِ حق کی طرح آگیا جلال
قبضہ پہ ہاتھ رکھ کے یہ بولا علیؑ کا لال — اب یاں سے ہم کو کوئی ہٹا دے یہ کیا مجال
حملہ کریں چڑھا کے اگر آستین کو
ہم آسماں سمیت اُلٹ دیں زمین کو

۱۹
دیکھیں ہٹا تو دو نہیں ہٹنے کے یاں سے ہم — برپا کریں گے اب تو یہیں خیمۂ حرم
گر واں بہت ہے فوج تو ہم بھی نہیں ہیں کم — آلِ نبیؐ بڑھا کے ہٹاتے نہیں قدم
ہم اور خوفِ جاں سے لڑائی کو چھوڑ دیں
دیکھا نہیں کہ شیر ترائی کو چھوڑ دیں

۲۰
گو فوج کم امام دلاور کے ساتھ ہے روحِ رسولؐ نائبِ حیدرؑ کے ساتھ ہے
عباسؑ سا غلام برادر کے ساتھ ہے لاکھوں نہ لے سکیں یہ زمیں سر کے ساتھ ہے
غصّہ کے وقت جاں کو نہیں جاں سمجھتے ہیں
۲۱ ہم ایک اور لاکھ کو یکساں سمجھتے ہیں

یاں سے کہیں بتولؑ کا پیارا نہ جائے گا ہم وہ نہیں کہ جان کو وارا نہ جائے گا
لاشہ بھی اُٹھ کے یاں سے ہمارا نہ جائے گا مر کر بھی ہاتھ سے یہ کنارا نہ جائے گا
رکھتے ہیں اس زمیں کے لئے سر کو ہاتھ پر
۲۲ قبضہ ہے تابہ حشر ہمارا فرات پر

اعدا پکارے تب کہ نہ مانیں گے ہم یہ بات اترے گی آ کے فوج ہماری لبِ فرات
بولا یہ سُن کے بازوئے سلطانِ کائنات ہٹ جاؤ میرے ہاتھ ہے دستِ خدا کا ہات
کیا تم کو ضربِ تیغِ علیؑ کی خبر نہیں
۲۳ آگے بڑھا قدم تو کسی تن پہ سر نہیں

ہٹ ہٹ کے کھینچنے لگے تیغوں کو اہلِ شر عباسؑ نے بھی رکھ دیا قبضہ پہ ہاتھ اِدھر
زینبؑ پکاری پیٹ کے محمل سے اپنا سر بھائی خدا کے واسطے بھائی کی لو خبر
للہ شیرِ بیشۂ حیدر کو روکئے!!
۲۴ تلواریں کھنچ گئیں ہیں برادر کو روکئے

عباسؑ کو یہ بڑھ کے پکارے شہِ امم کھینچو نہ تیغ روحِ علیؑ کی تمھیں قسم!
اچھا کنارِ نہر رہیں بانیٔ ستم خیمہ کریں گے اور کہیں یاں سے جا کے ہم
پہلے کرو وہ کام کہ جو فرضِ عین ہو
بے چین ہوں تو ہم ہوں پر امّت کو چین ہو

۲۵
بے کس ہیں ہم کو تیغ پکڑنا نہ چاہیئے
غربت میں قافلہ سے بچھڑنا نہ چاہیئے
گر جان پر بنے تو بگڑنا نہ چاہیئے
اُمّت سے نانا جان کی لڑنا نہ چاہیئے
شکلِ حباب خلق میں آخر فنا تو ہے
دریا اگر قریب نہ ہوگا خدا تو ہے

۲۶
کیوں کانپتے ہو غیظ سے ابرو پہ کیوں ہے بل
مالک ہو تم تمھارا ہی دریا پہ ہے عمل
ہمّت میں فرق کچھ نہ شجاعت میں ہے خلل
قبضہ کو تھام لو یہ نہیں جنگ کا محل
مانو مرا کہا ،میں تمھارا امام ہوں
غازی نے سر جھکا کے کہا میں غلام ہوں

۲۷
سمعاً و طاعۃً نہیں طاقت کروں جواب
ذرہ کو تاب کیا ہے بھلا پیشِ آفتاب
بخشی ہے عزت آپ نے اے آسماں جناب
ہٹتا نہ اس زمیں سے کبھی ابنِ بوتراب
ارشاد ہے جو کچھ مرے حق میں قبول ہے
حکمِ حضور حکمِ خدا و رسول ہے

۲۸
بندہ ہوں جاں نثار ہوں یا شاہِ بحر و بر
مولا عدول حکمی کی کیا تاب کیا جگر!
دیدیں گر اِن کو آپ مرے ہاتھ باندھ کر
ہمراہ ہوں غلام کی صورت جھکا کے سر
گر یہ بدی کریں نہ ٹلے کائنات سے
سر اپنا کاٹ دوں میں انھیں اپنے ہات سے

۲۹
فرمایا شہؑ نے میں ترے ہاتھوں کے ہوں نثار
سر میرا تیرے سر پہ تصدق ہزار بار
ہے ابنِ فاطمہؑ کی کمر تجھ سے استوار
بولا وہ با وفا کہ غلامی ہے افتخار
ہاں یہ ملال ہے کہ سر ان کے کٹے نہیں
تیغوں کے سامنے سے کبھی ہم ہٹے نہیں

۳۰
حضرت کے حکم سے تو لیا میں نے ہاتھ تھام — ہٹ جائیں پہلے یہ تو ہٹے آپ کا غلام
حضرت نے ہاتھ اٹھا کے کہا اے سپاہ شام — ہٹ جاؤ ورنہ سب ابھی ہو جاؤ گے تمام
لاکھوں ہو گر تو ہوں لے ٹوکا نہ جائے گا!
بگڑے گا پھر یہ شیر تو روکا نہ جائے گا!

۳۱
جس وقت یہ سنے شہ ذیجاہ کے کلام — پسپا ہوئی سمجھ کے غنیمت سپاہ شام
بھائی کو ساتھ لے کے پھرے سیدالانام — سر کو جھکا کے رہ گئے عباسؑ نیک نام
کہتے تھے راہ میں کہ نہ وار اپنا چل گیا
افسوس ہے کہ ہاتھ سے دریا نکل گیا

۳۲
وقت ایسا اب نہ آئے گا یا سیدِ اممؐ — گرمی میں پیاس لگتی ہے بچوں کو دم بہ دم
پانی بھی چھاگلوں میں بہت رہ گیا ہے کم — فرمایا شہؑ نے چپ رہیے اللہ کا کرم
پانی کے بند کرنے پہ وہ ہیں تلے ہوئے
جنت کے در ہماری طرف ہیں کھلے ہوئے

۳۳
یہ کہہ کے آیا دھوپ میں زہراؑ کا آفتاب — برپا ہوئے خیامِ امام فلک جناب
حقا کہ تھی موجِ رحمتِ حق جس کی ہر طناب — بے چوبہ فلک نظر آنے لگا حباب
صحن اس کا سب بتولؑ کے پیاروں سے بھر گیا
اک آسمان تھا کہ ستاروں سے بھر گیا

۳۴
آقا انیسؔ ہند میں کب تک پھرے تباہ — گھٹتی ہے عمر بڑھتے چلے جاتے ہیں گناہ
ضعف اس برس بہت ہے اجل آنہ جائے آہ — بلوائیے غلام کو اے میرے بادشاہ
قربِ مزارِ شاہِ دو عالم نصیب ہو
بس کربلا میں اب کی محرم نصیب ہو

ختم شد

(۲۰)

شبِ عاشور

۱

جب ساتویں تاریخ کی مقتل میں شب آئی غربت میں نبی زادوں پہ آفت عجب آئی
شب آئی کہ فوجِ غم و رنج و تعب آئی تھا شور کہ بس موت غریبوں کی اب آئی
راحت نے کنارا کیا زہراؑ کے پسر سے
پانی بھی ہوا بند اُسی شب کی سحر سے

۲

ہشتم کو مصیبت تھی، قیامت تھی نہم کو اک حشر تھا خیمے میں یہ رقت تھی نہم کو
بچوں پہ عجب پیاس کی شدت تھی نہم کو اللہ نہ دِکھلائے جو آفت تھی نہم کو
وہ دن بھی کٹا جب تو مصیبت کی شب آئی
کھولے ہوئے بالوں کو شہادت کی شب آئی

۳

کاغذ پہ لکھے کیا قلم اس شب کی سیاہی ہے چار طرف جس کی سیاہی سے تباہی
مرغانِ ہوا، بر میں تپاں، بحر میں ماہی تربت سے نکل آئے تھے محبوبِ الٰہی
فریاد کا تھا شور رسولانِ سلف میں
یثرب میں تزلزل تھا، اُداسی تھی نجف میں

۴

صدمے سے ہوا رنگ رُخِ ماہ سے کافور اختر بھی بنے مردمکِ دیدہ بے نُور
غم چھا گیا، راحت دلِ عالم سے ہوئی دُور تصویرِ الم بن گئی جنت میں ہر اک حُور
کہتے تھے ملک رات نہ ہووے گی اب ایسی
تاروں نے بھی دیکھی نہ تھی تاریک شب ایسی

۵
شمعِ طربِ محفلِ عالم تھی جو خاموش	تھی رات بھی شبیرؑ کے ماتم میں سیہ پوش
یہ غم تھا کہ شادی تھی ہر اک دل کو فراموش	ہر چشم کو تھا غم میں سمندر کی طرح جوش
مضطر تھے علیؑ، اشکوں سے منہ دھوتی تھی زہراؑ
مقتل تھا جہاں شاہ کا، واں روتی تھی زہراؑ

۶
تھا خانۂ غم خیمۂ شاہنشہِ والا	آندھی یہ پریشاں تھی کہ دل تھا تہ و بالا
مشعل نہ ٹھہرتی تھی نہ شمعوں کا اُجالا	خیمہ بھی اندھیرے میں نظر آتا تھا کالا
خاک اُڑتی تھی منہ پر حرمِ شیرِ خدا کے
تھا چیں بہ جبیں فرش بھی جھونکوں سے ہوا کے

۷
جنگل کی ہوا اور درندوں کی صدائیں	تھراتی تھیں بچوں کو چھپائے ہوئے مائیں
دھڑکا تھا کہ دہشت سے نہ جانیں کہیں جائیں	روتی تھی کوئی اور کوئی پڑھتی تھی دعائیں
گودوں میں بھی راحت نہ ذرا پاتے تھے بچے
جب بولتے تھے شیر تو ڈر جاتے تھے بچے

۸
بچوں کے بلکنے پہ حرم کرتے تھے زاری	غش ہو گئی تھی بالی سکینہؑ کئی باری
چلاتی تھی رو رو کے وہ شبیرؑ کی پیاری	یا حضرتِ عباسؑ! چلی جان ہماری
افسوس کہ پانی کا تو قطرہ نہیں گھر میں
اور آگ لگی ہے مرے ننھے سے جگر میں

۹
بتلاؤ شہِ جنّ و بشر کیوں نہیں آتے؟	اب رات بہت کم ہے پدر کیوں نہیں آتے؟
آزردہ ہیں کچھ مجھ سے ادھر کیوں نہیں آتے؟	کیا آج وہیں سوئیں گے گھر کیوں نہیں آتے؟
اب پیاسوں کی فریاد بھی بابا نہیں سنتے
حضرتؑ مرے رونے کی صدا کیا نہیں سنتے

حضرتؑ نے کہا میں تری آواز کے قرباں — اللہ تم اب تک نہیں سوئی ہو مری جاں
غربت میں کہاں راحت و آرام کا ساماں — بن باپ کے تم کو تو نہیں چین کسی آں
اچھی نہیں عادت یہ، نہ رویا کرو بی بی
پہلو میں کبھی ماں کے بھی سویا کرو بی بی ۱۱

تھی سب سے سوا بنتِ علیؑ مضطر و بے تاب — فق ہو گیا تھا، شام سے منہ صورتِ مہتاب
مژگاں پہ رُخِ پاک سے تھی بارشِ خوں ناب — تلوار کلیجے پہ چلے جب، تو کہاں تاب
اِک کرب تھا بسمل کی طرح جانِ حزیں پر
اٹھتی تھی کبھی اور کبھی گرتی تھی زمیں پر ۱۲

کہتی تھی کبھی، آج پیمبرؐ نہیں ہے ہے — حال اپنا دکھاؤں کسے حیدرؑ نہیں ہے ہے
بیٹی پہ فلک ٹوٹا ہے مادر نہیں ہے ہے — شبیرؑ مصیبت میں ہے شبرؑ نہیں ہے ہے
دیکھا، نہ سُنا یہ جو ستم آج ہے لوگو!
ناروں کا پلا پانی کو محتاج ہے لوگو! ۱۳

سرگرم تھے مرجانے پہ سب شاہ کے انصارؑ — عباسؑ سے کہتا تھا یہ وہ کُل کا مددگارؑ
تم رہیو ذرا خیمۂ ناموس سے ہشیار — ڈر ہے، نہ کرے بے ادبی لشکرِ کفار
بے دینوں کو راحت مری منظور نہیں ہے
شب خوں جو اُدھر سے ہو تو کچھ دُور نہیں ہے ۱۴

یہ ذکر ابھی تھا کہ یکایک خبر آئی — اے چاند ید اللہ کے شب دوپہر آئی
حضرتؑ کو ستاروں کی جو گردش نظر آئی — دل یادِ خدا کرنے لگا، چشم بھر آئی
فرمایا بڑا اجر ہے بیداریٔ شب کا!
اے تشنہ لبو! وقت ہے یہ طاعتِ رب کا،

۱۵
اب عمر بھی آخر ہے نمازیں بھی ہیں آخر بے توشہ پہنچتا نہیں منزل پہ مسافر
ہر وقت ہے ربِ دو جہاں حاضر و ناظر اجران کا مضاعف ہے جو ہیں صابر و شاکر
مشکل نہ کسی رنج کو سمجھے نہ بلا کو
بندہ وہی بندہ ہے جو بھولے نہ خدا کو

۱۶
نام اس کا رہے وِردِ، سفر ہو کہ حضر ہو موجود سمجھ لے اسے جنگل ہو کہ گھر ہو
سجدے ہی کرے دکھ میں کہ راحت میں بسر ہو تسبیح میں شب ہو تو نمازوں میں سحر ہو
عشقِ گلِ تر ظلم کے خاروں میں نہ بھولے
معشوق کو تلواروں کی دھاروں میں نہ بھولے

۱۷
چومے لبِ سوفار جو سینے پہ لگے تیر دم عشق کا بھرتا رہے زیرِ دمِ شمشیر
زخموں کو یہ سمجھے کہ ملا گلشنِ توقیر تکبیر کا نعرہ ہو زباں پر دمِ تکبیر
کٹنے میں رگوں کے نہ صدا آہ کی نکلے
ہر رنگ میں بو الفتِ اللہ کی نکلے

۱۸
شہؑ نے سخنِ معرفتِ حق جو سنائے اشک آنکھوں میں ہر عاشقِ صادق کے بھر آئے
کچھ پیاس کا شکوہ بھی زباں پر نہیں لائے سجادے وہیں لا کے دلیروں نے بچھائے
تکبیریں ہوئیں لشکرِ اللہ و نبیؐ میں
سب محو ہوئے یادِ جنابِ احدی میں

۱۹
تسبیح کہیں تھی کہیں سجدے کہیں زاری، تھا صوتِ حسن سے کوئی قرآن کا قاری
کرتا تھا کوئی عرض کہ یا حضرتِ باری، اب صبح کو عزت ہے ترے ہاتھ ہماری
حرمت سے شریکِ شہدا کیجیو یا رب
تو حوصلۂ صبر عطا کیجیو یا رب

۲۰
ہم ہیں ترے محبوب کے پیارے کے مددگار — مرنے کے لئے آئے ہیں یاں چھوڑ کے گھر بار
یہ بندۂ بیکس ہے مصیبت میں گرفتار — کر رحم کہ ہے ذات تری راحم و غفار
فاقوں کے سبب جسم کی طاقت میں کمی ہے
تجھ سے طلب قوّت ثابت قدمی ہے

۲۱
بیکس ہیں مسافر ہیں وطن دور ہے گھر دُور — ہفتم سے ہمیں گھیرے ہے یہ لشکر مقہور
تیروں سے ہوں غربال کہ تیغوں سے بدن چور — احمدؐ کے نواسے سے جدائی نہیں منظور
منہ پھر کسے دکھلائیں جو سردار کو چھوڑیں
کیوں کر ترے مقبول کی سرکار کو چھوڑیں

۲۲
مردوں کے لئے ننگ ہے تلواروں سے ڈرنا — راحت ہو کہ ایذا ہمیں جینا ہمیں مرنا
تو چاہے تو مشکل نہیں کچھ سر سے گزرنا — اے کُل کے مددگار مدد جنگ میں کرنا
فاقوں میں ہزاروں سے وغا ہو تو مزا ہے
کچھ حق نمک ہم سے ادا ہو تو مزا ہے

۲۳
کرتے تھے مناجات اُدھر یاور و انصار — پڑھتے تھے نماز شب اِدھر سیّد ابرار
تھی نیّت تسبیح بتولِ جگر افگار — آواز بُکا خیمہ سے آنے لگی یک بار
اکبر سے اشارہ کیا مڑ کر یہ کیا ہے
کی عرض پھوپھی جان کے رونے کی صدا ہے

۲۴
یوں تو کئی راتوں سے وہ ہیں مضطر و بیتاب — راحت کی نہ صورت ہے نہ آرام کے اسباب
غش میں جو ذرا بند ہوئے دیدۂ پُر آب — روتی ہوئی چونکی ہیں ابھی دیکھ کے کچھ خواب
نعلین کہیں اچّا در پُر نور کہیں ہے
اُس وقت سے بسمل کی طرح چین نہیں ہے

۲۵
سب بیبیاں ہیں اور ہیں بچوں کو لئے پاس
اک ایک کو اندیشہ ہے اک ایک کو وسواس
جو پوچھتا ہے وجہ تو کہتی ہیں بصد یاس
لوگو! مجھے شبیرؑ کے بچنے کی نہیں آس
مانگو یہ دُعا غیب سے بیکس کی مدد کو
صدقے کرو مجھکو کہ بلا بھائی کی رَد ہو

۲۶
اِن کا تو یہ احوال ہے اماں کا یہ عالم
اشکوں کی جھڑی آنکھوں سے تھمتی نہیں اکدم
اصغرؑ کی بھی ہے فکر سکینہؑ کا بھی ہے غم
شش ماہ کا بچہ بھی ہوا جاتا ہے بے دم
گودی میں اٹھائیں اسے یا اس کو سنبھالیں
دو روزہ کے فاقے میں وہ کس کس کو سنبھالیں

۲۷
رو آتی ہیں عابدؑ کے سرہانے کبھی جاکر
گہوارۂ اصغرؑ پہ کبھی گرتی ہیں آکر
قرآں کی ہوا دیتی ہیں غش میں اسے پاکر
بہلاتی ہیں بیٹی کو کبھی اشک بہاکر
وہ کہتی ہے تا صبح یونہی روؤں گی اماں!
بابا ہی جب آئیں گے تو میں سوؤں گی اماں!

۲۸
رو کر علی اکبرؑ نے جو کی شہ سے یہ تقریر
پڑھتے ہوئے تسبیح گئے حضرت شبیرؑ
دیکھی جو نہ تھی دیر سے وہ چاند سی تصویر
قدموں پہ محبت سے گری دوڑ کے ہمشیر
بیتاب جو پایا بہت اس تشنہ دہن کو
شبیرؑ نے لپٹا لیا چھاتی سے بہن کو

۲۹
فرمایا! بہن تم نے بنایا ہے یہ کیا حال
نے سر پہ قصابہ ہے نہ چادر ہے نہ رومال
ماتھا ہے بھرا خاک سے بکھرے ہوئے ہیں بال
بیٹو نہیں جیتا ہے ابھی فاطمہؑ کا لال
دم تن سے مرا گھٹ کے نکل جائے گا زینبؑ
رو لیجیو جب رونے کا وقت آئے گا زینبؑ

۳۰
جیتا ہوں میں اور آہ ابھی سے یہ تلاطم   یہ کرب یہ دُکھ درد یہ زاری یہ تظلّم
ہوتے ہیں مرے ہوش و حواس آئے ہوئے گم   خنجر کے تلے دیکھو گی کس طرح مجھے تم
بس صبر کرو جی سے گزر جائیں گے بچّے
تڑپو گی تم اس طرح تو مر جائیں گے بچّے

۳۱
تلوار کسی نے ابھی تولی نہیں مجھ پر   سینہ ابھی تیروں سے مشبّک نہیں خواہر
گردن پہ کسی نے ابھی پھیرا نہیں خنجر   مر جائے گا بھائی تمہیں ثابت ہوا کیونکر
ہر چند کہ ساعت نہیں ٹلتی ہے قضا کی
بچ جاؤں تو کیا دُور ہے قدرت سے خدا کی

۳۲
زینبؑ نے کہا خوش ہوں جو میری اجل آئے   بھائی تمہیں اللہ اس آفت سے بچائے
خالق مجھے عابد کی یتیمی نہ دکھائے   بھائی کی بلائے کے بہن خلق سے جائے
وسواس طبیعت کو بہلنے نہیں دیتے
بے چین ہے دل مجھ کو سنبھلنے نہیں دیتے

۳۳
منہ ڈھانپ کے بستر پہ جو سو جاتی ہوں دم بھر   تو چاک گریباں نظر آتے ہیں پیمبرؐ
اماں کبھی چلاتی ہیں یوں کھولے ہوئے سر   بیٹی نہ بچے گا ترا مظلوم برادر!
کیا لیٹی ہے بستر پہ کدھر دھیان ہے زینبؑ
شبیرؑ اسی رات کا مہمان ہے زینبؑ

۳۴
خاموش انیسؔ اب کہ جگر سینہ میں شق ہے   اب تابِ سماعت نہیں دل کو یہ قلق ہے
بس حق یہ ہے کہ مرثیہ گوئی ترا حق ہے   جو بند ہے ماتم کے مرقع کا ورق ہے
سب راست ہیں باتیں سخن لاف نہیں ہے
افسوس مگر خلق میں انصاف نہیں ہے

ختم شد

رباعی

کیا حال کہیں دل کی پریشانی کا،
کھانے کی نہ لذّت نہ مزا پانی کا
مر رہیے کسی دشت کے دامن میں انیس
پردہ ہے یہی جامۂ عریانی کا

رباعی

ادبار کا کھٹکا حشم وجاہ میں ہے
جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ میں ہے
اٹھو اٹھو یہ خوابِ غفلت کب تک
دیکھو دیکھو اجل کمیں گاہ میں ہے

سلام

اے مجرئی ہے سب کا مقدر جدا جدا
رتبے میں ہیں گدا و تونگر جدا جدا
کہتے ہیں جمع کرکے ملک اشکِ مومنین
شیشے میں رکھتے جاؤ یہ گوہر جدا جدا
ان میں ہر اک نے اپنی شہِ ذوالفقار کو
دکھلائے اپنی تیغ کے جوہر جدا جدا
آتے جراحتِ تنِ سرور شمار میں
ہوتے جو زخم نیزہ و خنجر جدا جدا
سب منزلِ جہاں میں مسافر عدم کے ہیں
سب کا وطن بھی ایک ہے اور گھر جدا جدا
بہرِ تصدقِ گلِ زہرا چمن میں ہیں
سب غنچے مٹھیوں میں لئے زر جدا جدا
رسّی میں یوں بندھے تھے اسیرانِ اہلبیت
ہوں جیسے ایک رشتے میں گوہر جدا جدا
حوریں علیؑ سے کہتی تھیں پیاسوں کیواسطے
رکھے ہیں بھر کے پانی کے ساغر جدا جدا
زینبؑ یہ بولیں بیٹوں سے ہاہم چلے تو ہو
قطعہ لڑیو سپاہِ شام سے جا کر جدا جدا
جرأت میں ایک سے ہو یہ جی چاہتا ہے آج
دکھلاؤ شانِ حیدر و جعفرؑ جدا جدا
کہتی تھی بانو چھاتی سے لگ جاؤ آن کر
پھرتے ہو ماں سے کیوں علی اکبرؑ جدا جدا
صغراؑ نے نامہ بر سے کہا خط نہ لکھنے کا
شکوہ تو لکھ چکی ہوں میں بے پر جدا جدا
فیضِ غمِ حسینؑ سے ہوتے ہیں اے انیس
ہر سال ایک حال کے دفتر جدا جدا

(۲۱)

صبحِ عاشور

۱
جب رات عبادت میں بسر کی شہِ دیں نے سجدوں میں ہم عشق کی سر کی شہِ دیں نے
دیکھا جو سپیدی کو سحر کی شہِ دیں نے مڑ کر رُخِ اکبرؑ پہ نظر کی شہِ دیں نے
فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی بیٹا!
لو اُٹھ کے اذاں دو کہ شب آخر ہوئی بیٹا!

۲
سجدوں سے، نمازوں سے یہ رخصت کی سحر ہے رونے کی، تذلل کی، عبادت کی سحر ہے
پیارے یہ سحر رنج و مصیبت کی سحر ہے عاشورِ محرم ہے شہادت کی سحر ہے
لٹنے کا، تباہی کا، پریشانی کا دن ہے
اولادِ پیمبرؐ کی یہ قربانی کا دن ہے!

۳
وہ نور کا تڑکا وہ دمِ صبح کی سردی جنگل میں گلوں کی کہیں سرخی کہیں زردی
بھولی ہوئی تھی وحشیوں کو دشت نوردی تکبیریں تھیں یاں بجتی تھی واں صبح کی وردی
سامان تھا واں قتلِ امامِ دوجہاں کا،
یاں شور تھا گلدستۂ زہراؑ میں اذاں کا،

۴
منہ ڈھانپے ہے رونے کے لئے چرخ پہ مہتاب سر کھولے ہے خورشیدِ فلک چشم ہے پُر آب
تاروں پہ بھی طاری ہے غم ایسا کہ نہیں تاب سیاروں پہ ثابت ہے کہ راحت ہوئی نایاب
قتلِ پسرِ سیدِ لولاک کا دن ہے،
یہ خاتمۂ پنجتنِ پاک کا دن ہے،

۵
نرگس ہے خیاباں میں کھڑی ششدر و حیراں
اس سوگ میں سنبل کے بھی ہیں بال پریشاں
ہر سرو ہے مثلِ علمِ آہ نمایاں
اور ملتے ہیں پتے کفِ افسوس کو ہراں
ماتم میں ہر اک گل کا گریبان پھٹا ہے
فریاد ہے، غنچوں کے چٹکنے میں صدا ہے

۶
نہروں کو بھی ہے جوشِ غمِ سبطِ پیمبر
ہر موج ہے سینے پہ رواں صورتِ خنجر
روتے ہیں کنارے پہ کھڑے حیدرِ صفدر
اک دیدۂ پُرآب کی تصویر ہے کوثر
پیاسوں کے لئے جام جو بھر بھر کے دھرے ہیں
وہ چشم کے ساغر ہیں کہ اشکوں سے بھرے ہیں

۷
دنیا میں ازل سے سحر ایسی نہیں آئی
یہ صبح دکھائے گی بھرے گھر کی صفائی
دولت نہ رہے گی، نہ بضاعت، نہ کمائی
بیٹے سے جدا ہوگا پدر، بھائی سے بھائی
آج احمد و حیدر کے گریبان پھٹیں گے
اٹھارہ بنی فاطمہ کے حلق کٹیں گے

۸
بندہ ہے وہ جو دکھ میں رہے صابر و شاکر
اک جاں ہے سو موجود ہے اک سر ہے سو حاضر
بہتر ہے اٹھے جتنا ٹپک بار مسافر
یہ مرحلۂ عمر کی ہے منزلِ آخر
خلقت ہمیں سر پیٹ کے روئے گی جہاں میں
اب صبح کوئی ہم کو نہ ہوئے گی جہاں میں

۹
جو اہلِ حرم پردۂ عصمت میں ہیں مستور
کھل جائیں گے انبوہ میں ان کے سرِ پُرنور
مسکن سے نبی زادے نہ نکلے یہ ہے دستور
ان رانڈوں کا خیمہ بھی جلا دیں گے یہ مقہور
غش ہوگی کبھی اور کبھی اشتر سے گرے گی
زہرا کی بہو شام میں سر ننگے پھرے گی

۱۰ مرتا ہے پدر جس کا اسے دیتے ہیں پُرسا ہوئے گی یتیموں پہ مرے قید کی ایذا
آزار میں عابدؑ پہ ستم ہوئیں گے کیا کیا لے جائیں گے تا شام اسے کانٹوں پہ اعدا
اک حشر بپا تحت میں اور فوق میں ہوگا
۱۱ بیڑی میں قدم ہوں گے گلا طوق میں ہوگا

یہ کہہ کے بڑھے بہرِ تیمم شہِ صفدر جنگل میں اذاں دینے لگا دلبرِ سرور
وہ صوتِ حسن اور وہ خوش الحانیٔ اکبرؑ ہر شخص کو یاد آگئی آوازِ پیمبرؐ
ہر نخل کو اک وجد تھا اس ظلم کے بن میں
۱۲ تھا بلبلِ حق گو کہ چہکتا تھا چمن میں

اکبرؑ کی صدا سنتے ہی زینبؑ یہ پکاری تا حشر رہے خلق میں آواز تمھاری
قربان موذّن کے نمازی کے میں واری قائم یہ جماعت رہے یا حضرتِ باری
ہر شام یونہی طاعتِ معبود ادا ہو
۱۳ ہر صبح کو اس دین کے ڈنکے کی صدا ہو

آگے تھے عبا اوڑھے ہوئے شاہِ حجازی پیچھے تھے صفیں باندھے ہوئے سارے نمازی
ابرارِ جہاں، فخرِ زماں، صفدر و غازی تھی اُن پہ خدا کو نظرِ بندہ نوازی
دنیا میں یہ رتبے نہ کبھی ہوں گے کسی کے
۱۴ معراج میں تھے ساتھ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

وہ چاند سے چہرے وہ سفید ان کی عبائیں وہ خشک زبانوں پہ اثر دار دعائیں
لہجے وہ عرب کے وہ خوش انداز صدائیں مشتاق تھیں حوریں کہ یہ جلدی اِدھر آئیں
اک جوشِ محبت انھیں دکھلاتا تھا کوثر
کیا سب کی ملاقات پہ لہراتا تھا کوثر

۱۵
استادہ ہوئے بہرِ نمازِ سحری شاہؑ — صف باندھ لی سب نے عقبِ سیّدِ ذی جاہ
حقا کہ عجب اخترِ تاباں تھے، عجب ماہ — ہر حال میں تھے قبلۂ کونین کے ہمراہ
مقبول تھی وہ پڑھ کے دوگانہ جو دُعا کی
خالق نے انھیں دولتِ کونین عطا کی

۱۶
فارغ ہوئے جب شکر کے سجدے سے وہ ابرارؑ — تسبیحیں پڑھیں سب نے، سجے جنگ کے ہتھیار
ناموس کے خیمے میں گئے شاہِ خوش اطوار — حیرت سے نظر کی طرفِ خواہرِ غمخوار
فرمایا کہو غش ہے کہ سوتی ہے سکینہؑ
زینبؑ نے کہا شام سے روتی ہے سکینہؑ

۱۷
بے آپ کے اِس کو کبھی نیند آئی ہے بھائی — بچّوں کو دکھائے نہ خدا داغِ جدائی
اِس چاند سی چھاتی کی جو بُو اُس نے نہ پائی — ماں پاس نہ لیٹی، نہ مری گود میں آئی
فرقت ہو تو اب اس کا خدا جانئے کیا ہو
تھمتا ہے کوئی باپ سے بچہ جو ہلا ہو

۱۸
بیٹی کا سُنا حال تو رونے لگے حضرتؑ — فرمایا کہ لکھی تھی اِسی عمر میں فرقت
افسوس یہ بن اور یتیمی کی مصیبت — اللہ نگہبان ہم اب ہوتے ہیں رخصت
مشکل ہے پھر آنا ہمیں تیغوں کے تلے سے
لے آؤ کہ رولیں اسے لپٹا کے گلے سے

۱۹
روئے سخنِ یاس یہ سُنکر حرمِ پاک — پہنی شہِ والا نے تنِ پاک میں پوشاک
دستارِ یداللہ، قبائے شہِ لولاک — گردوں پہ ہوئے غم سے ملائک کے جگر چاک
ان زلفوں میں دیکھا جو رُخ اس خاصۂ رب کا
آنکھوں میں سماں پھر گیا معراج کی شب کا

۲۰

شہ بولے کہ درپیش ہے مجھ کو وہ سفر آہ　　اِک ایک قدم جس میں ہیں تو صد مرحلہ جانکاہ
بھائی ہو کہ بیٹا ہو گدا ہو کہ شہنشاہ　　جز نیک عمل جا نہیں سکتا کوئی ہمراہ
وہ راہ ہے دھڑکا سحر و شام ہے جس کا
پہلی ہے وہ منزل کہ لحد نام ہے جس کا

۲۱

یہ کہہ کے چلے شاہؑ بچھی یاں صفِ ماتم　　گویا کہ ہوئی بزمِ عزا درہم و برہم
سر کھولے ہوئے پیٹتی تھی بانوئے پُر غم　　برپا تھا یہی شور کہ ہے ہے شہِ عالم
در تک بھی نہ پہنچے تھے کہ غش کر گئی زینبؑ
سر پیٹ کے فضہ نے کہا مر گئی زینبؑ

۲۲

نکلے درِ دولت سے شہنشاہِ فلک جاہؑ　　پردے سے ہوئی جلوہ نما قدرتِ اللہ
اٹھارہ بنی فاطمہؑ تھے آپ کے ہمراہ　　جھرمٹ تھا ستاروں کا زمیں پر عقبِ ماہ
تھا فرش سے تا عرش سماں جلوہ گری کا
ڈیوڑھی تھی دریچہ فلکِ نیلوفری کا

۲۳

رخصت ہوئے رانڈوں سے جو شبیرؑ بصد یاس　　کاندھے پہ علم رکھ کے بڑھے حضرتِ عباسؑ
مولا کے جگر بند مسلح تھے چپ و راس　　وہ رنگ وہ گلدستۂ شبیرؑ کی بو باس
ڈوبا تھا بدن عطر میں اِک ایک حسیں کا
پردا جو اٹھا کھل گیا درِ خلد بریں کا

۲۴

گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے پہنچے جو وہ صفدر　　تھرا گیا مقتل میں ستمگاروں کا لشکر
ہر چند وہ دو لاکھ جواں تھے یہ بہتر　　تھا رعبِ حق ایسا کہ صفیں ہو گئیں ابتر
اس فوج کا مالک پسرِ شاہِ نجفؑ تھا
کثرت تو ادھر تھی پہ خدا ان کی طرف تھا

۲۵

ناگاہ جفا کیشوں کی جانب سے چلے تیر　　شہ کے رفقا ہو گئے سب دست بہ شمشیر
گھبرا کے بڑھے چند قدم حضرتِ شبیرؑ　　فرمایا کہ کیا ظلم ہے اے فرقۂ بے پیر
للہ کرو پاس رسولِ عربی کا
آخر میں نواسا ہوں تمہارے ہی نبی کا

۲۶

مہماں کو لگاتا ہے کوئی تیر بتادو　　سرزد ہوئی ہے کون سی تقصیر بتادو
کس امر پہ مجرم ہوا شبیرؑ بتادو　　شر رفع ہو ایسی کوئی تدبیر بتادو
روئے گی اگر بنتِ نبیؐ عرش ہلے گا
بربادیٔ سادات سے کیا تم کو ملے گا

۲۷

بیکس جو ہو چین اہلِ جہاں دیتے ہیں اسکو　　گھر چھوڑ کے جو آئے اماں دیتے ہیں اس کو
لب تشنہ جو ہو آبِ رواں دیتے ہیں اس کو　　طالب جو اماں کا ہو اماں دیتے ہیں اس کو
مہمان سے یوں ترکِ مروت نہیں کرتے
تم لوگ تو خالی بھی محبت نہیں کرتے

۲۸

کھانے کا نہ خواہاں ہوں نہ پانی کا طلبگار　　کیا وجہ جو تم سب ہو مرے درپئے آزار
یہ اس پہ تعدی جو بلا میں ہو گرفتار　　حاجی بھی ہوں اور قبرِ نبیؐ کا بھی ہوں زوّار
ماتم ہے بپا آلِ رسولِ مدنی میں
پانی کو ترستا ہوں غریب الوطنی میں

۲۹

بچوں کے تڑپنے کو گوارا کیا میں نے　　اس گرمی میں دریا سے کنارا کیا میں نے
دکھ درد میں کیا پاس تمہارا کیا میں نے　　کچھ اپنے نہ آرام کا چارا کیا میں نے
صابر ہوں نظر جانبِ دریا نہیں کرتا
دو روز کا پیاسا ہوں پہ شکوا نہیں کرتا

۳۰
یہ سُن کے پکارا پسرِ سعدِ جفا کار — بے سُود یہ تقریر ہے یا سیّدِ ابرار
ہم حکم سے حاکم کے نہیں پھرنے کے زنہار — بیعت نہیں منظور تو پھر کھینچیے تلوار
جلّادوں سے خواہانِ اماں قبلۂ دیں ہیں
۳۱ اس جنگ میں یا ہم نہیں یا آپ نہیں ہیں

حضرت نے کہا خیر خوشی جس میں تمہاری — کچھ جنگ سے فرزندِ پیمبر نہیں عاری
ہاں بیکس و بے پَر تو ہوں اے فرقۂ ناری — پَر لے گا مرے خوں کا عوض حضرتِ باری
اشرار نے چاہا تو کبھی شاد نہ ہو گے!
۳۲ بستی کو مری لوٹ کے آباد نہ ہو گے!

اعدا سے یہ کہہ کر جو پھرے سیّدِ خوش خو — تھرّا گئے مظلومیِ حضرت پہ جفا جو
یوں تو نہ رہا دل پہ کسی شخص کا قابو — آنکھوں سے مگر حُر کے ٹپکنے لگے آنسو
منہ بھائی کا تکتا تھا کبھی گاہ پسر کا
۳۳ بسمل کا جو عالم ہو وہ نقشہ تھا جگر کا

خاموش انیسؔ اب کہ جگر چاک ہے غم سے — بہتا ہے لہو اشک کی جا، دیدۂ نم سے
کر عرض بصد عجز شہنشاہِ اُمم سے — مولا مجھے محروم نہ رکھ اپنے کرم سے
کب تک غمِ دنیا میں گرفتار رہوں میں
آقا تو مرے آپ ہیں پھر کس سے کہوں میں — ختم شد

رباعی

آدم کو عجب خدا نے رتبہ بخشا — ادنیٰ کے لئے مقامِ اعلیٰ بخشا
عقل و ہنر و تمیز و جان و ایمان — اس ایک کفِ خاک کو کیا کیا بخشا

(۲۲)

صبح عاشور سے ظہر تک

۱

نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری   ناطقے بند ہیں سُن سُن کے بلاغت میری
رنگ اڑتے ہیں وہ رنگین ہے عبارت میری   شور جس کا ہے وہ دریا ہے طبیعت میری

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

۲ پانچویں پشت ہے شبیّر کی مدّاحی میں

اس ثنا خواں کے بزرگوں میں ہیں کیا کیا مدّاح   جدِ اعلےٰ سے نہ ہوگا کوئی اعلےٰ مدّاح
باپ مدّاح کا مدّاح ہے دادا مدّاح !   عَم ذی قدر ثنا خوانوں میں یکتا مدّاح

جو عنایاتِ الٰہی سے ہوا نیک ہوا

۳ نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا

ماجرا صبحِ شہادت کا بیان کرتا ہوں   رنج و اندوہِ مصیبت کا بیان کرتا ہوں!
تشنہ کاموں کی عبادت کا بیان کرتا ہوں   جاں نثاروں کی اطاعت کا بیان کرتا ہوں

جن کا ہمتا نہیں اک ایک مصاحب ایسا

۴ ایسے بندے نہ کبھی ہوں گے نہ صاحب ایسا

صبحِ صادق کا ہوا چرخ پہ جس وقت ظہور   زمزمے کرنے لگے یادِ الٰہی میں طیور !
مثلِ خورشید برآمد ہوئے خیمے سے حضور   یک بیک پھیل گیا چار طرف دشت میں نور

شش جہت میں رُخِ مولا سے ظہورِ حق تھا

صبح کا ذکر ہے کیا چاند کا چہرہ فق تھا

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں وہ بیاباں وہ سحر دم بدم جھومتے تھے وجد کے عالم میں شجر
اوس نے فرشِ زمرد پہ بچھائے تھے گہر لُوٹی جاتی تھی لہکتے ہوئے سبزے پہ نظر!
دشت میں جھوم کے جب بادِ صبا آتی تھی!
۶ صاف غنچوں کے چٹکنے کی صدا آتی تھی!

آئے سجادۂ طاعت پہ امامِ دوجہاں! اُس طرف طبل بجے یاں ہوئی لشکر میں اذاں
وہ مصلّی کہ زباں جن کی حدیث و قرآں وہ نمازی کہ جو ایماں کے تنِ پاک کی جاں!
زاہد ایسے تھے کہ ممتاز تھے ابراروں میں
۷ عابد ایسے تھے کہ سجدے کئے تلواروں میں

عرشِ اعظم کو ہلاتی تھیں دعائیں اُن کی وجد کرتے تھے ملک سن کے صدائیں اُن کی
وہ عمامے وہ قبائیں وہ عبائیں اُن کی! حوریں لیتی تھیں بصد شوق بلائیں اُن کی!
ذکرِ خالق میں لب اُن کے جو ہلے جاتے تھے
۸ غنچے فردوس کے شادی سے کھلے جاتے تھے

کیا جوانانِ خوش اطوار تھے سبحان اللہ کیا رفیقانِ وفادار تھے سبحان اللہ
صفدر و غازی و جرار تھے سبحان اللہ زاہد و عابد و ابرار تھے سبحان اللہ
زن و فرزند سے فرقت ہوئی مسکن چھوٹا
۹ مگر احمد کے نواسے کا نہ دامن چھوٹا

اللہ اللہ عجب فوج عجب غازی تھے! عجب اسوار تھے بے مثل عجب تازی تھے
لائقِ مدح و سزاوارِ سرافرازی تھے گو بہت کم تھے پہ آمادہ جانبازی تھے
پیاس ایسی تھی کہ آ آ گئی جان ہونٹوں پر
صابر ایسے تھے کہ پھیری نہ زباں ہونٹوں پر

۱۰ زہد میں حضرتِ سلمانؓ کے برابر تھا کوئی — دولتِ فقر و قناعت میں ابا ذرؓ تھا کوئی
صدق گفتار میں عمارؓ کا ہمسر تھا کوئی — حمزۂؓ عصر کوئی مالکِ اشترؓ تھا کوئی!
ہوں گے ایسے ہی محمد کے جو شیدا ہوں گے
۱۱ پھر جہاں ایسا نہ ہوگا نہ وہ پیدا ہوں گے

گو مصیبت میں تلاطم میں تباہی میں رہے — سر کٹے پاؤں مگر راہِ الٰہی میں رہے
یوں سرافراز وہ سب لشکرِ شاہی میں رہے — جس طرح تیغ دو دم دستِ سپاہی میں رہے
اس مصیبت میں نہ پایا کبھی شاکی اُن کو
۱۲ آبرو ساقیِ کوثر نے عطا کی اُن کو!

موم فولاد ہو آوازوں میں وہ سوز و گداز — اپنے معبود سے سجدوں میں عجب راز و نیاز
سر تو سجادوں پہ تھے عرشِ معلےٰ پہ نماز — شیر دل منتخبِ دہر وحید و ممتاز
چاند شرمندہ ہو چہرے متجلّی ایسے
۱۳ نے امام ایسا ہوا پھر نہ مصلّی ایسے

جب فریضے کو ادا کر چکے وہ خوش کردار — کس کے کمروں کو بصد شوق لگائے ہتھیار
جلوہ فرما ہوئے گھوڑے پہ شہِ عرش وقار — علمِ فوج کو عباسؓ نے کھولا اک بار
دشت میں نکہتِ فردوسِ بریں آنے لگی
۱۴ عرش تک اس کے پھریرے کی ہوا جانے لگی

وہ علمدار کہ جو شیرِ الٰہی کا خلف — گوہرِ بحرِ وفا نیّرِ دیں، دُرِّ نجف
فخرِ حمزہؓ سے نمودار تھا جعفرؓ کا شرف — کس طرح چاند کہوں چاند میں ہے عیب کلف
کس نے پایا وہ جو تھا جاہ و حشم ان کے لئے
یہ علم کے لئے تھے اور علم اِن کے لئے

بند ۱۵
اک طرف اکبرِ مہ رو سا جوانِ نایاب
کچھ جو بچپن تھا تو کچھ آمدِ ایامِ شباب
روشنی چہرے پہ ایسی کہ خجل ہو مہتاب
آنکھیں ایسی کہ رہا نرگسِ شہلا کو حجاب
جس نے ان گیسوؤں میں رُخ کی ضیا کو دیکھا
شبِ معراج میں محبوبِ خدا کو دیکھا

بند ۱۶
اے خوشا حُسنِ رُخِ یوسفِ کنعانِ حسنؑ
راحتِ روحِ حسینؑ ابنِ علیؑ جانِ حسنؑ
جسم میں زورِ علیؑ طبع میں احسانِ حسنؑ
ہمہ تن خُلقِ حسنؑ حُسنِ حسنؑ شانِ حسنؑ
تن پہ کرتی تھی نزاکت سے گرانی پوشاک
کیا بھلی لگتی تھی بچپن میں شہانی پوشاک

بند ۱۷
اللہ اللہ اسداللہ کے نواسوں کا جلال
چاند سے چہروں پہ بل کھائے ہوئے زلفوں کے بال
نیچے کاندھوں پہ رکھے ہوئے مانندِ ہلال!
گرچہ بچپن تھا پہ رستم کو سمجھتے تھے وہ زال
صف سے گھوڑوں کو بڑھا کر وہ پلٹ جاتے تھے
مورچے لشکرِ کفار کے ہٹ جاتے تھے

بند ۱۸
یک بیک طبل بجا فوج کے گرجے بادل
کوہ تھرائے زمیں ہل گئی گونجا جنگل
پھول ڈھالوں کے چمکنے لگے تلواروں کے پھل
مرنے والوں کو نظر آنے لگی شکلِ اجل
واں کے چاؤش بڑھانے لگے دل لشکر کا
فوجِ اسلام میں نعرہ ہوا یا حیدرؑ کا

بند ۱۹
شور سادات میں تھا یا شہِ مرداں مدد دے
کعبۂ دیں مدد دے قبلۂ ایماں مدد دے
قوتِ بازوئے پیغمبرِ ذی شاں مدد دے
دمِ تائید ہے اے فخرِ سلیماں مدد دے
تیسرا فاقہ ہے طاقت میں کمی ہے مولا
طلبِ قوتِ ثابت قدمی ہے مولا!

۲۰
سامنے بڑھ کے یکایک صفِ کفار آئی — جھوم کر تیرہ گھٹا تاروں پہ یکبار آئی
روزِ روشن کو چھپانے کو شبِ تار آئی — تشنہ کاموں کی طرف تیروں کی بوچھار آئی!
ہنس کے منھ بھائی کا شاہِ شہداؑ نے دیکھا
اپنے آقا کو بہ حسرت رُفقا نے دیکھا

۲۱
عرض عباسؑ نے کی جوش ہے جرّاروں کو — تیر سب کھاتے ہیں تولے ہوئے تلواروں کو
میہمانوں کا نہیں پاس ستمگاروں کو — مصلحت ہے تو رضا دیجئے غمخواروں کو
روسیاہوں کو ہٹا دیں کہ بڑھے آتے ہیں
ہم جو خاموش ہیں وہ منھ پہ چڑھے آتے ہیں

۲۲
شہ نے فرمایا مجھے خود ہے شہادت منظور — نہ لڑائی کی ہوس ہے نہ شجاعت کا غرور
ان سے منظور نہ تھی جنگ پر اب ہوں مجبور — خیر لڑلو کہ ستاتے ہیں یہ بے جرم و قصور
ذبح کرنے کے لئے لشکرِ ناری آئے
کہیں جلدی مرے سر دینے کی باری آئے

۲۳
حکم پاتا تھا کہ شیروں نے اُڑائے تازی — مثلِ شہباز گیا ایک کے بعد اک غازی
واہ رے حرب خوشا ضرب زہے جانبازی — اُڑ گیا ہاتھ بڑھا جو پئے دست اندازی
تن و سر لوٹتے ریتی پہ نظر آتے تھے
ایک حملے میں قدم فوج کے اُٹھ جاتے تھے

۲۴
زلفوں والا تھا کوئی کوئی مُرادوں والا — کوئی بھائی کا پسر کوئی بہن کا پالا!
چاند سا منھ جو کسی کا تھا تو گیسو ہالا — کوئی قامت میں بہت کم کوئی قد میں بالا
نوجواں کون عطا خوش رو و خوش انداز نہ تھا
کتنے ایسے تھے کہ سبزہ ابھی آغاز نہ تھا

۲۵
ہاتھ وہ بچوں کے اور چھوٹی سی وہ تلواریں　موم کر دیتی تھیں فولاد کو جن کی دھاریں!
آب ہو شیر کا زہرہ جسے وہ للکاریں　بجلیاں کوندرہی ہیں کہ نیزہ ماریں!
کس بشاشت سے ہزاروں پہ دلیر آتے ہیں
بچے آتے ہیں کہ بپھرے ہوئے شیر آتے ہیں

۲۶
یہی ہنگامہ رہا صبح سے تا وقت زوال　لاش پر لاش گری بھر گیا میدان قتال!
مورچے سب تہ و بالا تھے پرے تھے پامال　سرخ رو خلق سے اٹھے اسداللہ کا لال
کھیت ایسے بھی کبھی فوج میں کم پڑتے ہیں
جو لڑا سب یہی سمجھے کہ علیؑ لڑتے ہیں

۲۷
دوپہر میں وہ چمن بادِ خزاں نے لوٹا!　تباتبا ہوا تاراج تو بوٹا بوٹا!!
باپ بیٹے سے چھٹا بھائی سے بھائی چھوٹا!　ابن زہراؑ کی کمر جھک گئی بازو ٹوٹا!
پھر دیا ور نہ وہ جانباز نہ وہ شیدا تھے
ظہر کے وقت حسینؑ ابن علیؑ تنہا تھے

۲۸
صاحب فوج پہ طاری تھا عجب رنج و ملال　زرد تھا رنگ تو آنکھیں تھیں لہو رونے سے لال
کبھی بھائی کا الم تھا کبھی بیٹے کا خیال　کبھی دھڑکا تھا کہ لاشیں نہ کہیں ہوں پامال!
کبھی بڑھتے تھے وغا کو کبھی رک جاتے تھے
سید ھے ہوتے تھے کبھی اور کبھی جھک جاتے تھے

۲۹
خیمے کے چلائے کہ اے زینبؑ و امّ کلثومؑ!　تم سے رخصت کو پھر آیا ہے حسینؑ مظلوم
اب مرے قتل کا درپے ہے یہ سب لشکر شوم　ہاں جگا دو اسے غش ہو جو سکینہؑ معصوم
نہیں ملتا جو زمانے سے گزر جاتا ہے
کہہ دو عابدؑ سے کہ مرنے کو پدر جاتا ہے!

۳۰
دیکھ کر پردے سے یہ کہنے لگی زینبؑ زار
ابن زہراؑ تری مظلومی و غربت کے نثار!
آ، و چادر سے کروں پاک میں چہرے کا غبار
شہؑ نے فرمایا بہن مر گئے سب مونس و یار
تم نے پالا تھا جسے ہم اُسے رو آئے ہیں
علی اکبرؑ سے جگر بند کو کھو آئے ہیں!

۳۱
منہ دکھائیں کسے سب سے ہے ندامت زینبؑ
گھر میں آنے کی نہیں بھائی کو مہلت زینبؑ
کھینچ لائی ہے سکینہؑ کی محبت زینبؑ
بھائی جاتا ہے دکھا دو ہمیں صورت زینبؑ
نہ تو سر کھولو نہ سر پیٹو نہ فریاد کرو
بھول جاؤ ہمیں اللہ کو اب یاد کرو!

۳۲
کہو عابدؑ سے یہ پیغام مرا بعد سلام
غش تھے تم پھر گئے دروازے تلک آکے امام
قید میں پھنس کے نہ گھبرائیو تم اے گلفام
کاٹیو صبر و رضا سے سفرِ کوفہ و شام
ناؤ منجدھار میں ہے شورِ تلاطم جانو!
ناخدا جاتا ہے گھر جانے بس اب تم جانو

۳۳
بس انیسؔ آگے نہ لکھ زینبؑ ناشاد کے بین
قتل ہو جانے پہ بھی دھوپ میں تھی لاشِ حسینؑ
قبر میں بھی نہ ملا احمدؐ مختار کو چین
گھر جلا قید ہوئی آل رسول الثقلین
کتنے گھر شاہ کے مرجانے سے برباد ہوئے
لٹ گئے یوں کہ نہ سادات پھر آباد ہوئے

ختم شد

رُباعی

قرآں میں ہے جا بجا ثنائے حیدرؑ
ہے وارد ہل اَتیٰ عطائے حیدرؑ!
دو چیزیں ہیں عقبیٰ کے لئے دنیا میں
اِک یادِ خدا ایک ولائے حیدرؑ!

رُباعی

ہر دم ہے خیالِ عذر خواہی دل میں! | مطلق نہیں کچھ خوفِ الٰہی دل میں!
شانے کی طرح خطا میں گذری سب عمر | بالوں پہ سپیدی ہے سیاہی دل میں

رُباعی

حُر نے مقداد کا مقدر پایا! | اسلام بھی سلماں کے برابر پایا!
عمار کی طرح پائی عمرِ جاوید | زر چھوڑا تو رتبہ ابوذر پایا!

سَلام

ابتدا سے ہم ضعیف و ناتواں پیدا ہوئے | اُڑ گیا جب رنگ رُخ سے استخواں پیدا ہوئے
علم خالق کا خزانہ ہے میان کاف و نوں | ایک کُن کہنے سے یہ کون و مکاں پیدا ہوئے
ہاتھ خالی آئی لاشوں پہ شہیدوں کے نسیم | پھول بھی اس فصل میں ایسے گراں پیدا ہوئے
نوبتِ جمشید و دارا و سکندر اب کہاں | خاک تک چھانی نہ قبروں کے نشاں پیدا ہوئے
ضبط دیکھو سب کی سُن لی پر نہ اپنی کچھ کہی | اس زباں دانی پہ گویا بے زباں پیدا ہوئے
جان دی حُر نے تو حضرت نے دیا باغِ ارم | میہماں ایسے نہ ایسے میزباں پیدا ہوئے
بود و نابودِ علی اصغر کا کیا کیجئے بیاں! | بے زباں دُنیا سے اُٹھے۔ بے زباں پیدا ہوئے
دیکھ کر لاشوں کو حضرت کہتے تھے " واغربتا | موت لے آئی کہاں ان کو کہاں پیدا ہوئے

احتیاطِ جسم کیا انجام کو سوچا انیسؔ
خاک ہونے کو یہ مشتِ استخواں پیدا ہوئے

(۲۳)

حضرت حُر کی شان میں

۱

دوزخ سے جو آزاد کیا حُر کو خدا نے　　کھلوا دیئے فردوس کے دَر عُقدہ کشا نے
زانو پہ رکھا سر کو امامِ دوسرا نے　　اعلیٰ کیا ادنےٰ کو بزرگوں کی دُعا نے
سب جس کے طلبگار تھے جنت میں وہ دُر تھا
حوران جناں گرد تھیں اور بیچ میں حُر تھا

۲

چرچا تھا کہ مہمانِ حسینؑ آتا ہے دیکھو　　دنیا سے بہ صد زینت و زین آتا ہے دیکھو
والائے شہِ بدر و حنین آتا ہے دیکھو　　شیدائے رسول الثقلین آتا ہے دیکھو!
دم نکلا ہے گودی میں شہنشاہِ زمن کی
سونگھو اسے خوشبو ہے یہ زہراؑ کے چمن کی

۳

اللہ کے لشکر کا ہراول ہے یہ غازی　　بعد اس کے ہیں سب کُشتۂ اوّل ہے یہ غازی
خاکِ قدمِ احمدِ مُرسل ہے یہ غازی　　رُتبے میں ملائک سے بھی افضل ہے یہ غازی
اس پر نظرِ لطفِ شہنشاہِ نجف ہے!
آنکھیں ہم اگر فرش کریں عین شرف ہے

۴

اللہ کی درگاہ کا مقبول ہے یہ بھی!　　مقبول نہ کیوں کر ہو کہ مقتول ہے یہ بھی
مجرم پہ کرم شاہ کا معمول ہے یہ بھی　　گلدستۂ اسلام کا اک پھول ہے یہ بھی
نیکوں سے بدی وہ نہیں کرتا جو بھلا ہے
مُرجھا کے یہ پھولا ہے خزاں ہو کے پھلا ہے

۷۵
کیا اصل تھی اس نخل کی اور کیا ثمر آیا   اللہ کی قدرت، یہ کہاں تھا کدھر آیا
لو، شام کا بھولا ہوا، وقتِ سحر آیا   تلواروں کے دریا سے سلامت اُتر آیا
نیزوں کو عصا تیغوں کو پُل کر دیا اس نے
۷۶ آتش کو چمن، خار کو گُل کر دیا اس نے

کس لشکرِ بدخو سے بچھڑ کر نکل آیا!   ڈولا کہ ستمگاروں سے لڑ کر نکل آیا
تنتا ہوا، تلوار پکڑ کر نکل آیا!   نیزہ تھا کہ ہر قلب میں گڑ کر نکل آیا
کعبے کی طرف دَیر میں گر دیر سے پہنچا
۷۷ شر نے اسے روکا تھا، مگر خیر سے پہنچا

حوروں کے وہ چہرے، وہ ضیائے دُرِ دنداں   کوئی متبسّم، کوئی حیراں، کوئی خنداں!
باتوں کی ملاحت، لبِ شیریں سے دوچنداں   سُن پائیں تو چاٹا کریں ہونٹوں کو سخن داں
سودا ہو پری دیکھ لے گر حور کی آنکھیں
۷۸ سورج کی چمک، چاند کا منہ، نور کی آنکھیں

ہاتوں پہ وہ کوثر کے چھلکتے ہوئے ساغر!   پانی وہ سُبک اور وہ چھلکتے ہوئے ساغر
شیشے وہ بلوریں، وہ چھلکتے ہوئے ساغر   وہ مشک کی خوشبو، وہ مہکتے ہوئے ساغر
پژمُردہ اگر غنچۂ خاطر ہو تو کھل جائے
۷۹ برسوں نہ لگے پیاس گر اک جام بھی مل جائے

وہ نرگسی آنکھیں، وہ اُن آنکھوں کے اشارے   اُٹھ سایۂ طوبیٰ سے چل اب گھر میں ہمارے
دیکھ اس طرف اے حضرتِ شبیرؑ کے پیارے   ساماں ہیں مہیا ترے آرام کے سارے
سیراب ہو گرمی سے اگر تشنہ دہن ہے
وہ کوثر و تسنیم ہے، یہ نہرِ لبن ہے

۱۰
حوریں کریں شوق سے یہ سخن واہ ری قسمت　　بھائی کہیں حضرت کی بہن واہ ری قسمت
سرگود میں لیں شاہِ زمن واہ ری قسمت　　مشتاق ہو جنّت کا چمن واہ ری قسمت
مرنا وہ، کہ عالم کے خبر گیر سرہانے
پہلو میں علیؑ، حضرتِ شبیرؑ سرہانے

۱۱
غُل تھا، کہ یہ اچھوں کی رفاقت کا ثمر ہے　　جنّت گلِ زہراؑ کی محبت کا ثمر ہے
ایمان فقط نخلِ ولایت کا ثمر ہے!　　سرسبزیٔ حُر باغِ ریاضت کا ثمر ہے
مولا جسے چاہیں وہ گناہوں سے بَری ہو
کھیتی یہ ہراول کی ہے، کیوں کر نہ ہری ہو

۱۲
اک جا تھے، حُر و شمرؔ، یہ عالم میں ہے مشہور　　کیا شانِ خدا ہے کہ یہ مغفور، وہ مقہور
وہ ہوتا ہے، جو ہوتا ہے اللہ کو منظور!　　انسان رہے حق کی طرف اچھے، بہ مقدور
دولت کو نہ حشمت کو، نہ آرام کو دیکھے
آنکھیں وہی رکھتا ہے، جو انجام کو دیکھے

۱۳
اللہ کے محبوبؐ کے دربار میں پہنچا!!　　سر دے کے یداللہ کی سرکار میں پہنچا!
بے رنج و خلش گلشنِ بے خار میں پہنچا　　وہ نار میں، یہ خلد کے دربار میں پہنچا!
مالک کو لیا اس نے، اسے شاہِ عرب نے
رحمت نے اسے گھیر لیا، اس کو غضب نے

۱۴
رویا اسے زہراؑ کا پسر، واہ ری قسمت　　زانوئے حسینؑ اور وہ سر، واہ ری قسمت
طوبیٰ کے تلے خلد میں گھر، واہ ری قسمت　　دنیا سے یہ راحت کا سفر، واہ ری قسمت
کیسا جلد گیا سوئے ارم دارِ فنا سے
سوکھا جو پسینہ بھی تو جنّت کی ہوا سے

۱۵
تھا کہ یہ رُتبہ شہِ ذی جاہ نے بخشا! ایماں کا شرف، فاطمہؑ کے ماہ نے بخشا
طالب تھا وہ جس کا وہی اللہ نے بخشا بخشا اُسے خالق نے، جسے شاہؑ نے بخشا!
جنت اُدھر آئی، جدھر آیا قدم اُن کا
کر دیتا ہے انساں کو فرشتہ کرم اُن کا

۱۶
اے حُرِّ دلاور! تری تقدیر کے صدقے رُتبے کے فدا، عزت و توقیر کے صدقے
مہماں کے تصدق، شہِ دلگیر کے صدقے اُس صحبتِ ذی قدر کی تاثیر کے صدقے
ناکام کا یوں کام ملاقات میں بن جائے
برسوں کا جو بگڑا ہو وہ اک بات میں بن جائے

۱۷
اللہ رے مہمانِ شہِ دیں کی لڑائی! فرصت نہ سنبھلنے کی خطا کاروں نے پائی
اک برق گری، تیغ چمک کر جدھر آئی برباد کیا، پھونک دیا، آگ لگائی!
پانی میں وہ آتش تھی کہ گھبراتے تھے اعدا
جلتے ہوئے دوزخ میں چلے جاتے تھے اعدا

۱۸
خواہش یہ ہر اک حور کی تھی حُر اِدھر آئے یہ صاحبِ اقبال و تہوّر اِدھر آئے
لہراتا تھا کوثر بھی کہ یہ دُر اِدھر آئے فرماتے تھے حیدرؑ، یہ بہادر اِدھر آئے
مشتاق ملاقات کے ہر چھوٹے بڑے تھے!
محبوبِ خدا ہاتھوں کو پھیلائے کھڑے تھے!

۱۹
فرماتی تھی زہراؑ، مرے غم خوار کو لاؤ جلدی مرے پیارے کے مددگار کو لاؤ
تعظیم سے، تکریم سے جرّار کو لاؤ! لاؤ مرے آگے حسینؑ دیں دار کو لاؤ
پایا نہ کفن واں تو یہاں شاد کروں گی
میں حُلّۂ جنت اُسے امداد کروں گی!

۴۰
حوروں کا وہ میووں کے طبق سامنے لانا	در پردہ اشارے کہ ہماری طرف آنا
کوثر ہے وہ، منظور ہے گر پیاس بجھانا	اِس قصرِ جواہر سے ہمیں دور نہ جانا
جو کچھ وہ کریں، فخر ہے خدمت شہدا کی
۴۱ ہم سب ہیں کنیزیں پسرِ شیرِ خدا کی

وہ اوج، وہ رفعت، وہ جلال و حشم اُس کا	بڑھتا تھا سوئے گلشنِ جنت قدم اُس کا
منہ دیکھتے تھے جن و بشر، دم بہ دم اُس کا	غل تھا کہ بڑھا دے جسے چاہے، کرم اُس کا
تھا صبح تلک ناریوں میں نور ہے اب تو
۴۲ حُر فوجِ ستم گار میں تھا، حور ہے اب تو

یہ مرتبہ بے شکر گزاری نہیں ہوتا	یہ اوج بجز رحمتِ باری نہیں ہوتا
بے فیض یہ چشمہ کبھی جاری نہیں ہوتا	کم قدر کا پلّہ کبھی بھاری نہیں ہوتا
راحت کبھی اُٹھائی ہے جب آزار ملے ہیں
۴۳ غوّاص کو اکثر دُرِ شہوار ملے ہیں

لپٹا کے اسے چھاتی سے روئے شہِ ابرار	فرمایا کہ ناچار ہوا جا مرے غمخوار!
آداب بجا لائے چلا حُرِّ وفادار	جاتے ہی پکارا وہ کہ اے قومِ ستم گار
دعویٰ ہو شجاعت کا جسے نکلے وہ صف سے
۴۴ میں آیا ہوں لڑنے شہِ والا کی طرف سے

گھبرا کے پکارا عمرِ سعد ستم گر!	کیا سحر حسینؑ ابنِ علیؑ نے کیا تجھ پر
کچھ آج تجھے قہرِ خلیفہ کا نہیں ڈر	سردار کے دشمن کی طرف ہو گیا جا کر
اِس امر سے باز آ کہ ہلاکت کے قریں ہے
کچھ پاس نمک کا بھی تجھے ہے کہ نہیں ہے

۲۵
سن کر یہ سخن غیظ میں آیا حُرِ غازی بولا پسرِ سعد سے یوں چھیڑ کے تازی
مجھ سے تری چلنے کی نہیں شعبدہ بازی سو جان سے ہوں بندۂ سلطانِ حجازی
بس روک زباں کو ستم آرا یہ خطا ہے
سا حرا سے کہتا ہے جو اعجاز نما ہے

۲۶
کافر کے لئے کعبۂ ایمان کو گراؤں زہرا سے لڑوں فوج میں گمراہ کی آؤں
باطل کا طلب گار ہوں اور حق کو مٹاؤں حاکم کو ہنساؤں میں محمدؐ کو رلاؤں
بے دیں کی نمک خواری کا تو پاس کروں میں
اور رونے کا زہراؑ کے نہ وسواس کروں میں

۲۷
تلواروں سے مجروح ہوں یا تن پہ لگیں تیر منھ سے یہی نکلے گا کہ یا حضرتِ شبیرؑ
املاک مری ضبط کرے حاکمِ بے پیر کیا غم ہے کہ جنت میں مجھے ملتی ہے جاگیر
کچھ آج زراعت کا نہ املاک کا غم ہے
ہاں فاطمہؑ کی کھیتی کے لٹنے کا الم ہے

۲۸
جب فاطمہؑ کی بیٹیوں، بہوؤں کے کھلیں سر کچھ غم نہیں ناموس مرے قید ہوئے گر
زوجہ مری قربانِ سرِ بانوئے بے پر کیا حضرتِ زینبؑ سے سوا ہے مری خواہر
کنبہ مرا سب فاطمہؑ کے گھر پہ تصدق
فرزند مرا اکبرؑ و اصغرؑ پہ تصدق

۲۹
یہ کہہ کے دھنسا لشکرِ روباہ میں وہ شیر بے سر ہوئے سردار زبردست ہوئے زیر
ہر سو تنِ بے سر کے جو اس بن میں ہوئے ڈھیر چلّاتے تھے کفّار یہ بجلی ہے کہ شمشیر!
اس صاعقے کے نور سے جل جانے کا ڈر ہے
آبِ دمِ شمشیر میں آتش کا اثر ہے

۳۰

چھپتے تھے سواروں کے عقب برچھیوں والے　　تھے جان بچانے کو کماں داروں کو لالے

رایت تو سلامی تھے نگوں سار تھے بھالے　　ابتر تھیں صفیں درہم و برہم تھے رسالے

اس شیر کو روکے یہ نہ طاقت تھی کسی کی

غُل تھا کہ دوہائی ہے حسینؑ ابن علیؑ کی!

۳۱

منہ پھیر کے حُر سبطِ نبی کو یہ پکارا!　　اس رحم کے قربان ہو مہمان تمہارا

کچھ اور کہا چاہتا تھا وہ کہ قضا را!　　جو نیزہ کسی نے دلِ بے کینہ پہ مارا

زخمی جو ہوا دل تو نہ ٹھہرا گیا زیں پر

یا شبّرِ خدا کہہ کے گرا رو کے زمیں پر

۳۲

غش ہو گیا یہ کہہ کے جو حُرِ جگر افگار!　　سر کاٹ لو اس کا یہ پکارا وہ ستم گار

جلاد بڑھے تھے کہ ہوا شور یہ اک بار　　بھاگو کہ حسینؑ آتے ہیں کھینچے ہوئے تلوار

اُٹھنے کی نہیں ضرب ولی ابنِ ولی کی!

دیکھو کہیں بجلی نہ گرے تیغ علیؑ کی!

۳۳

لاشں اُس کی اٹھا کر شہِ دیں ڈیوڑھی پر لائے　　پردے کے اِدھر اہلِ حرم پیٹتے آئے!

حُر کے لئے سیدانیوں نے اشک بہائے　　حضرت کی غلامی میں بڑے مرتبے پائے

عقبیٰ بھی سنور جاتی ہے جب کام ہوا ایسا

یوں عشق میں مر جائے تو انجام ہوا ایسا

۳۴

یہ وقت نہیں طول کا خاموش انیسؔ اب　　جلتے ہیں سخن فہم وہ عاشق ہیں ترے سب

ہر دم ہے عنایاتِ محمدؐ کرمِ ربّ　　اب جلد وہ حاصل ہو جو کچھ ہے ترا مطلب

یہ حُسنِ فصاحت ہے یہ شیریں سخنی ہے

پیری میں جواں ہے تو فقیری میں غنی ہے!

ختم شد

سلام

فقیری میں دل بادشاہ چاہیے
سلامی توکل سدا چاہیے

سلامی تجھے اور کیا چاہیے
غمِ شہ میں ہر دم بُکا چاہیے

مجھے دردِ عصیاں سے ہوئے نجات
لحد میں بھی خاکِ شفا چاہیے

ہوئے قتل اکبرؑ تو شہ نے کہا
دلا تجھ کو شکرِ خدا چاہیے

سرِ شہؑ سے زینبؑ کو آئی صدا
نہ شکوہ نہ لب پر گلا چاہیے

مناسب یہی ہے کہ ہر رنج میں
بہن عاصیوں کو دعا چاہیے

سکینہ نے رُو کر کہا شمرؔ سے
یتیموں پہ خوفِ خدا چاہیے

قطعہ

دلہن نے کہا رو کے صندل چھڑاؤ
بس اب خاک افشاں کی جا چاہیے

بڑھائے مرے ناک سے نتھ کوئی
مجھے سُرخ پوشاک کیا چاہیے

دمِ قتل شہؑ نے کہا شمرؔ سے
ترس مجھ پہ او بے حیا چاہیے

اگر کاٹتا ہے گلے کو میرے
تو اک بوند پانی دیا چاہیے

سرِ شہؑ سے زینبؑ نے رو کر کہا
چھپانے کو منھ بے رِدا چاہیے

صدا آئی سر سے کہ بیکس بہن
بہر حال شکرِ خدا چاہیے

کہا حُر نے حضرت کی روکی تھی راہ
مجھے اس خطا کی سزا چاہیے

گلے سے لگا کر یہ شہؑ نے کہا
ملا خُلد اب اور کیا چاہیے

دُعا کر یہ خالق سے ہر دم انیسؔ
مجھے اس کا شہؑ سے صلا چاہیے

(۲۴)

حضرت حبیبؑ ابنِ مظاہر

۱

قربان تو لائے حبیبؑ ابنِ مظاہر	یکساں صفتِ مہر میں باطن و ظاہر
عصیاں سے بری، طیّب و پاکیزہ و طاہر	جاں باز، جہاں دیدہ، فنِ جنگ کا ماہر
سر ہلتا تھا پیری سے قدِ راست میں خم تھا
اس پر بھی کچھ آگے ہی جوانوں سے قدم تھا

۲

رعشہ تھا کہ قابو میں نہ تھے دستِ نکو کار	پر ایک میں محکم تھی سپر ایک میں تلوار
جب شہ کی طرف تیر لگاتے تھے ستم گار	یہ بڑھ کے اسے روکتے تھے سینے پہ ہر بار
بھائی مرے پاس آؤ! یہ فرماتے تھے حضرت
جب تیر انھیں لگتا تھا تڑپ جاتے تھے حضرت

۳

انداز جوانوں کا بھی پیرانہ سری بھی	پروانۂ جاں باز بھی، شمعِ سحری بھی
ابرار بھی، دیں دار بھی، عصیاں سے بری بھی	زاہد بھی، مجاہد بھی، نمازی بھی، جری بھی
طفلی سے یہ فوجِ شہِ نامی میں رہے تھے
تر سٹھ ۶۳ برس آقا کی غلامی میں رہے تھے

۴

کیا شانِ حبیبؑ ابنِ مظاہر کا لکھوں حال	وہ پیاس کا صدمہ، وہ ضعیفی، وہ سن و سال
کیا رُتبۂ اعلیٰ تھا، زہے حشمت و اقبال	فرماتا تھا بھائی جسے خود فاطمہؑ کا لال
جو عشق تھا سلمانؓ و ابوذرؓ کو نبیؐ سے
ان کو وہی اُلفت تھی حسینؑ ابنِ علیؑ سے

۵
وہ ابنِ مظاہر کہ حبیبوں میں جو تھے فرد   دنیا میں کسے ملتے ہیں اس طرح کے ہمدرد
اعدا کے لئے تیغِ ہلالی دمِ ناورد   پیری میں اولوالعزم، بڑھاپے میں جوانمرد
سب چھوٹے مگر دامنِ حضرت نہیں چھوڑا
مرنے پہ بھی اب تک درِ دولت نہیں چھوڑا

۶
باقی جو رفیقِ شہِ دیں رہ گئے دو چار   حسرت سے انھیں دیکھتے تھے سیدِ ابرار
کی بڑھ کے حبیب ابنِ مظاہر نے یہ گفتار   یہ پیرِ غلام اب ہے اجازت کا طلبگار
بندے کو بھی مرنے کی رضا دیجئے آقا
فردوس کے رستے پہ لگا دیجئے آقا

۷
حضرت نے سنا دردِ دل اس دوست کا جس دم   ایک آہ بھری سرد اور آنکھیں ہوئیں پُرنم !!
فرمایا کہ اے یارِ قدیم اے مرے ہمدم   اس وقت مجھے اپنی جدائی کا نہ دے غم
ہے کون رفیقوں میں بجز یاس ہمارے
اک چاہنے والا تو رہے پاس ہمارے

۸
ہے عالمِ طفلی سے تجھے جس سے محبت   وہ آج ہے دنیا میں گرفتارِ مصیبت
ہے یاں سے قریں قبرِ شہنشاہِ ولایت   جا بیٹھ نجف میں کہ ملے گی تجھے راحت
مشہور وہ دربارِ شہؑ عقدہ کشا ہے
دنیا میں غریبوں کیلئے امن کی جا ہے

۹
رو دیا یہ سخن سن کے حبیبِ جگر افگار   گر کر قدمِ شاہ پہ یہ کی عرض بہ تکرار
قربان ترے اے خلفِ حیدرؑ کرار   اس وقت کہاں جائے یہ بچپن کا نمک خوار
فردوس میں جانا مجھے منظور ہے آقا
جنت تو ہے نزدیک نجف دور ہے آقا

۱۰
بچپن سے تو سائے کی طرح ساتھ رہا ہوں   آیا جو بُرا وقت تو حضرت سے جدا ہوں؟
سردوں گا کہ میں عاشقِ نقشِ کفِ پا ہوں   اس نام پہ قربان ہوں، اس گھر پہ فدا ہوں
جیتا ہے سدا جو یہ شرف پاتا ہے مولا
۱۱ اس طرح کا مرنا کسے ہات آتا ہے مولا

جب شہؑ نے سنی ابنِ مظاہر کی یہ تقریر   بچپن کا خیال آیا تو رونے لگے شبیرؑ
فرمایا کہ مجبور ہوں، جو خواہشِ تقدیر   دکھلاتا ہے احباب کی فرقت فلکِ پیر
چھٹتا ہے تو پھر یارِ موافق نہیں ملتا!
۱۲ سب ملتے ہیں پر عاشقِ صادق نہیں ملتا!

خاطر شکنی دوست کی مجھ کو نہیں منظور   کچھ بن نہ پڑا روک چلے اپنے بہ مقدور
منظور نظر یہ تھا کہ آنکھوں سے نہ ہوں دُور   تقدیر کی تحریر سے شبیرؑ ہے مجبور
گو پیچھے رہے جاتے ہیں پھر آئیں گے ہم بھی
۱۳ منزل پہ سرِ شام پہنچ جائیں گے ہم بھی

فرما کے یہ چھاتی سے لگایا کئی باری   رخصت جو کیا آنکھوں سے آنسو ہوئے جاری
گھبرا کے درِ خیمہ سے زینبؑ یہ پکاری   لوگو کہو میداں میں چلی کس کی سواری
اب کون بچائے گا شہِ جن و بشر کو!
۱۴ سب چھوڑے چلے جاتے ہیں زہراؑ کے پسر کو

سنتی ہوں اُدھر فوج پہ فوج آتی ہے ہر دم   یاں کم ہوئے جاتے ہیں رفیقِ شہِ عالم
سب روتے ہیں یہ کس کے جُدا ہونے کا ہے غم   جلدی کہو اب تن سے نکلتا ہے مرا دم
حضرت نے کہا کیا کہوں کیا ہوتا ہے بہنا
بچپن کا مرے دوست جُدا ہوتا ہے بہنا

۱۵
یہ سنتے ہی کہرام ہوا اہلِ حرم میں — پہونچا وہ جری شیر سا میدانِ ستم میں
کامل تھا زبس عشقِ شہنشاہ امم میں — بیتاب تھا مولا کی جدائی کے الم میں
سینہ تھا جری کا تبر و تیر کی جانب
۱۶ پھر پھر کے نظر کرتا تھا شبیرؑ کی جانب

اتنے میں رجز پڑھ کے پکارا وہ خوش انجام — اے قوم حبیبؑ ابن مظاہر ہے مرا نام
ہشیار کہ اب میان سے کھنچتی ہے یہ صمصام — وار اس کا ہے دشمن کیلئے موت کا پیغام
یہ تیغ نہیں وہ جو دمِ حرب رُکے گی
۱۷ میں تم سے رکوں گا نہ مری ضرب رُکے گی

شبیرؑ سے بیکس پہ یہ لشکر کی چڑھائی — اے ظالمو کرتے ہو یہ کس گھر کی صفائی
کرتے ہو غضب اس کے نواسے سے برائی — پیدا ہوئی ہے جس کے لئے ساری خدائی
فرزندِ پیمبرؐ پہ جفا کرتے ہو یارو
۱۸ گھر لٹتا ہے زہرؑا کا یہ کیا کرتے ہو یارو

بدعت نہ کرو ہاتھ نہ سید پہ اٹھاؤ — ہلتی ہے زمیں عرشِ خدا کو نہ ہلاؤ
کعبہ ہے یہ، بنیاد نہ اس گھر کی مٹاؤ — شمعِ حرمِ لم یزلی کو نہ بجھاؤ
کون اس کے سوا دوشِ محمدؐ کا مکیں ہے
۱۹ شبیرؑ سا آقا کوئی دنیا میں نہیں ہے

یہ کہتے ہی جولاں کیا شبدیزِ سبک تاز — اُڑ کر صفِ اعدا پہ گیا صورتِ شہباز
رنگِ رخِ افواجِ ستم کر گیا پرواز — گھوڑا تھا مگر شیر کا تھا جست میں انداز
اک دم میں گیا پار سواروں کے پروں سے
مڑ کر ادھر آیا تو گرے خود سروں سے

۲۰
چمکی عجب انداز سے اس شیر کی تلوار ۔ گویا سرِ اعدا پہ گری برقِ شرربار
ڈھالوں سے بدن اپنے چھپاتے تھے سیہ کار ۔ اس دستِ زبردست کا رکتا تھا کوئی وار
کچھ امن نہ تھا خود و زرہ سے تن و سر کو
سینے سے گزر جاتی تھی دو کر کے سپر کو

۲۱
چلّاتے تھے اعدا کوئی بنتی نہیں تدبیر ۔ دم بند ہیں ماریں کسے تلوار کے تیر
جس وقت علم ہو کے چمکتی ہے یہ شمشیر ۔ پھر جاتی ہے آنکھوں کے تلے موت کی تصویر
کیا ہوتا ہے ڈھالوں کی جو بدلی سی جھکی ہے
بجلی بھی کہیں ابر کے روکے سے رکی ہے

۲۲
بیکار تھے جلادوں کے نیزے دمِ پیکار ۔ تلوار سے ملتی تھی نہ مہلت کہ چلے وار
حلقہ کئے اس شیر کے درپے تھے کماندار ۔ چلّے سے مگر جس نے ملایا لبِ سوفار
شہباز سا سر پر فرسِ تیز قدم تھا
نکلا ہی نہ تھا تیر کماں سے کہ قلم تھا

۲۳
پیری میں جو دکھلائی جوانوں کی شجاعت ۔ تھرّانے لگے عضوِ بدن، گھٹ گئی طاقت
دم چڑھ گیا گرمی سے ہوئی پیاس کی شدت ۔ دل سے کہا اب عالمِ فانی سے ہے رخصت
نے لشکرِ اعدا کو نہ شمشیر کو دیکھا
کس یاس سے مڑ کر رخِ شبیرؑ کو دیکھا

۲۴
پھرنا تھا کہ بس پڑنے لگی تیروں کی بوچھار ۔ دیکھا جو اُدھر پشت پہ نیزے کا لگا وار
چاہا اسے ماریں کہ لگی فرق پہ تلوار ۔ اور ظلم کی برچھی بھی کلیجے کے ہوئی پار
کہتے تھے تن و جاں شہِ دلگیر کے صدقے
ہر زخم پہ نعرہ تھا کہ شبیرؑ کے صدقے

۲۵
چھاتی بھی چھنی تیروں سے اور فرق دو پارا		رگ رگ جو کٹی کچھ نہ رہا ضبط کا یارا
شیرازۂ اجزائے بدن کھل گیا سارا		گرتے ہوئے گھوڑے سے یہ آقا کو پکارا
یاں آپ کا آنا مری بخشش کی سند ہے
اے شیرِ الٰہی کے پسر وقت مدد ہے

۲۶
ناگاہ صفیں چیر کے آئے شہِ ذی شاں		دیکھا کہ وہ مظلوم کوئی دم کا ہے مہماں
لاشے سے لپٹ کر یہ پکارے بصد افغاں		اے دوست مرے، تیری محبت کے میں قرباں
دِکھلا دو مجھے، زخم کہاں کھائے ہیں بھائی
چھاتی سے لپٹ جاؤ کہ ہم آئے ہیں بھائی

۲۷
اس عالم پیری میں نہ منہ جنگ سے موڑا		کس طرح نہ روؤں ترا احساں نہیں تھوڑا
میرے لئے تو نے زن و فرزند کو چھوڑا		فرقت نے تری آہ کمر کو مری توڑا
تنہا کوئی لاکھوں سے لڑائی نہیں کرتا
وہ تو نے کیا مجھ سے کہ بھائی نہیں کرتا

۲۸
آقا کی صدا سُن کے اسے ہوش جو آیا		گردن کو، تلے زانوئے شبیرؑ کے پایا
آنکھوں سے کفِ پائے مبارک کو لگایا		اکبرؑ کی طرف جوڑ کے ہاتھوں کو سنایا
کچھ اپنے نمک خوار پہ احساں نہیں کرتے
حضرت پہ اٹھا کے مجھے قرباں نہیں کرتے

۲۹
لِلّٰہ مرے واسطے آنسو نہ بہاؤ		شہزادۂ عالم! مرے کام اس گھڑی آؤ
محبوبِؐ خدا آئے ہیں خادم کو اٹھاؤ		حیدرؑ یہ کھڑے ہیں مجھے قدموں پہ گراؤ
بوئے حسنؑ سبز قبا آتی ہے مجھ کو
فریاد کی زہراؑ کے صدا آتی ہے مجھ کو

۳۰
یہ کہتے ہی بس گلشنِ دنیا سے سدھارے نکلی رہی ہونٹوں پہ زباں پیاس کے مارے
بازو کو ہلا کر شہِ مظلوم پکارے چھوڑا ہمیں اے یارِ وفادار ہمارے
ہم رہ گئے تم ہم سے دغا کر گئے بھائی
صدقے ابھی ہوتے تھے ابھی مر گئے بھائی

۳۱
ہے ہے مرے عاشق مرے شیدا مرے یاور ہے ہے مرے سلمانؑ مرے مقدادؑ و ابا ذر
ہے ہے مرے رستم مرے ضیغم مرے صفدر ہے ہے مرے عمارؑ مرے مالکِ اشتر
تا زیست ترے ہجر میں فریاد کروں گا
خنجر کے تلے بھی میں تجھے یاد کروں گا

۳۲
پھر لاش درِ خیمہ پہ لائے شہِ عالمؑ سر پیٹ کے فرمایا کہ اے زینبؑ پُر غم
میداں میں حبیبؑ ابنِ مظاہر ہوئے بے دم ماتم کرو بے کس کا بچھا کر صفِ ماتم
یاں رونے کو اس کے زن و فرزند نہیں ہیں
مظلوم مسافر کے اگر ہیں تو ہمیں ہیں

۳۳
خاموش انیسؔ! آگے نہ کہہ لاش کا جانا پہنچائے گا کوثر پہ یہ رونا، یہ رُلانا
افسوس کہ فرصت نہیں دیتا ہے زمانہ ہے ذاتِ خدا، قادر و قیوم و توانا
رکھ اس پہ نظر تنگ نہ ہو کثرتِ غم سے
مطلب ترے بر لائے گا وہ اپنے کرم سے
ختم شد

رباعی

سینے میں یہ دل مثلِ سحر گاہی ہے جو ہے اس کارواں میں وہ راہی ہے
پیچھے کبھی قافلے سے رہتا نہ انیسؔ اے عمرِ دراز تیری کوتاہی ہے

رباعی

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

رباعی

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے ہستی کو حباب آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھلا جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

سلام

غمِ شہ کا گر داغ دل پر رہے سلامی لحد بھی منوّر رہے
اک افسانۂ بیکسی رہ گیا نہ قاتل رہا اور نہ سرور رہے
صبا لے کے جا میرے پھولوں کی بُو دماغِ عدو بھی معطّر رہے
فقیروں کی کیا موت کیا زندگی جگہ جس جگہ مل گئی مر رہے
بدن گھُل گیا مثلِ تیغِ اصیل نہ کس بل رہا اور نہ جوہر رہے
پسر گو تھے زینبؑ کے چھوٹے بڑے لڑائی میں دونوں برابر رہے
قیامت ہے کفّار سیراب ہوں مگر تشنہ مختارِ کوثر رہے
وہ ہے آدمی جس سے ہو کارِ خیر بشر وہ جو دنیا میں بے سر رہے
پئیں گے شرابِ طہورہ کے جام اگر حبِّ ساقیِٔ کوثر رہے
جنازہ اٹھانا ہے احباب کو مناسب ہے گر جسم لاغر رہے
چڑھائیں عدو اس کو نیزے پہ آہ محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے
نہ کھائی برس دن بھی یاں کی ہوا بہت کم زمانے میں اصغرؑ رہے
کبھی لاش اٹھائی کبھی رو دیئے اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے
نہ پھیلائیو ہاتھ ہرگز انیسؔ فقیری میں دل تونگر رہے

(۲۵)

حضرت عونؑ و محمدؑ

۱

زینبؑ نے سُنی جب یہ خبر شاہِ اُمم سے
مسلم کے پسر خوب لڑے فوجِ ستم سے
دل ہل گیا، رنگ اُڑ گیا افراطِ الم سے
آنسو رُخِ انور پہ بہے دیدۂ نم سے
کام آتا تھا جو، سن کے خجل ہوتی تھی زینبؑ
فرزندوں کا منہ تکتی تھی اور روتی تھی زینبؑ

۲

کچھ منہ سے نہ کہتی تھی مگر تھا یہ اسے دھیان
شہؑ پر مرے بیٹے ہوں اسی طرح سے قربان
آگے تو یہ حسرت تھی کہ ہو بیاہ کا سامان
اب کوئی تمنا نہیں، گر ہے تو یہ ارمان
چرچا ہو کہ حق ماں کا ادا کر گئے دونوں
کس شان سے زینبؑ کے پسر مر گئے دونوں

۳

دل سے یہ بیاں کرتی تھی زینبؑ جگر افگار
اتنے میں پسر آ کے گرے قدموں پہ اک بار
کی دستِ ادب جوڑ کے یہ عونؑ نے گفتار
ہے بھائی میں اور مجھ میں بڑی دیر سے تکرار
میں کہتا ہوں مرنے کو مجھے جانے دو پہلے
یہ کہتے ہیں تلواریں مجھے کھانے دو پہلے

۴

یہ کہہ کے جو خاموش ہوا عونؑ خوش اطوار
صدمے سے نہ چھوٹے کو رہی طاقتِ گفتار
بس آنکھوں کو مَل مَل کے وہ رونے لگا یک بار
کی عرض سُنا آپ نے اے مادرِ غم خوار
کیا جانئے کس بات پہ یہ ہم سے خفا ہیں
ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باپ کی جا ہیں

۵
ہم نے تو کبھی ان کو اکیلا نہیں چھوڑا
خدمت سے غلامی سے کبھی منہ نہیں موڑا
سر پاؤں پر سو بار دھرا ہاتھوں کو جوڑا
فرما کے جدائی کا سخن دل مرا توڑا
ہم تو کسی مشکل کو بھی مشکل نہیں سمجھے
شاید ہمیں یہ جنگ کے قابل نہیں سمجھے

۶
بیٹوں کے سخن سن کے یہ کہنے لگی زینبؑ
ہاں دیر کا باعث تھا یہی مجھ پہ کھلا اب
قربان گئی میں تم دونوں کا مطلب
ماموں پہ ستم ہو یہ گوارا ہے تمہیں کب
جس کام کے تم ہو یہ اسی کام کا دن ہے
کس طرح سے سبقت کرو نام کا دن ہے

۷
آپس کی جدائی جو گوارا نہیں پیارو
جھگڑا میں چکا دیتی ہوں لو ساتھ سدھارو
ماموں کے جو دشمن ہیں انھیں گھیر کے مارو
سرداروں کے سر چوٹی کی تیغوں سے اتارو
باندھی ہے کمر دونوں ستم گاروں نے شر پر
اک شمرؔ پہ حملہ کرے اور ایک عمرؔ پر

۸
جاتے تھے مہم پر جو کبھی احمدِ مختار
اور لشکرِ اسلام پر چڑھ آتے تھے کفار
کرتے تھے وغا ایک طرف جعفرِؑ طیار
لڑتے تھے علیؑ ایک طرف کھینچ کے تلوار
مشکل نہیں کچھ فوجِ دغاباز سے لڑنا
صدقے گئی تم بھی اسی انداز سے لڑنا

۹
اک شیر سا تیروں کے نیستاں میں در آئے
اک برچھیوں والوں کے پرے خوں میں بھر آئے
جس شامی پہ تلوار پڑے دو نظر آئے
لڑتا ہوا اک جائے اُدھر اک اِدھر آئے
میداں میں جری نام پہ دیتے ہیں سر اپنا
ایک ایک الگ لڑ کے دکھا دو ہنر اپنا

۱۰
چہروں کی بلائیں تو مجھے لینے دو واری پھر کاہے کو شکلیں نظر آئیں گی تمہاری
اس وقت تو بیٹوں پہ بھی رقت ہوئی طاری سر رکھ دیا مادر کے قدم پر کئی باری
ماں شاد تھی پر غم کے بھی پہلو نکل آئے
چاہا کہ نہ روؤں مگر آنسو نکل آئے

۱۱
کچھ سوچ کے اتنے میں اٹھی بنتِ ید اللہ بیٹوں کو چلی لے کے حضورِ شہِ ذی جاہ
روتے ہوئے سب اہلِ حرم بھی ہوئے ہمراہ عباسؑ سے اس وقت یہ فرمانے لگے شاہ
جھک جھک کے جو سمجھاتی ہوئی آتی ہے زینبؑ
کیا بیٹوں کو رخصت کیلئے لاتی ہے زینبؑ

۱۲
زینبؑ نے یہ کی عرض کہ اے سیدِ ابرارؑ کل شام سے ان دونوں نے کھولے نہیں ہتھیار
فخر ان کا کہ تعریف کرے آپ سا سردار باپ ان کا نمک خوار ہے یہ بھی ہیں نمک خوار
بیٹوں میں انھیں آپ نے محسوب کیا ہے
لونڈی نے تو دونوں کو غلامی میں دیا ہے

۱۳
کچھ ان کے سوا اور بضاعت نہیں رکھتی گوہر کوئی جز جوہرِ عزت نہیں رکھتی
دنیا میں کسی طرح کی حشمت نہیں رکھتی محتاج ہوں نادار ہوں دولت نہیں رکھتی
جو کچھ ہے مرے پاس وہ قربان ہے بھائی
دو بیٹے ہیں اور ایک مری جان ہے بھائی

۱۴
کچھ عذر کیا چاہتے تھے سیدِ ابرار سر پاؤں پہ نہوڑا کے یہ بولی وہ دل افگار
قربان گئی اب تو نہایت ہوئی تکرار محروم نہ رکھئے کہ سخی کی ہے یہ سرکار
بہنوں کی مصیبت میں مدد کرتے ہیں بھائی
نادار کا ہدیہ نہیں رد کرتے ہیں بھائی

۱۵
یہ سن کے بہت روئے شہؑ صابر و شاکر		فرمایا بہن خیر میں ہوں صبر کو حاضر
اچھا یہ کریں کوچ کہ ہم بھی ہیں مسافر		زینب ترے بچوں کا خدا حافظ و ناصر
منظور یہ کب تھا ہوں نہ جُدا ساتھ سے میرے
دو آور جواہر یہ چلے ہاتھ سے میرے

۱۶
زینبؑ نے اشارہ کیا آداب بجا لاؤ		لو گر دپھرو ماموں کے سر پاؤں پہ نہ ٹوٹ جاؤ
حضرتؑ نے کہا ہاتھوں کو پھیلا کے اِدھر آؤ		میں پیار تو کر لوں مری چھاتی سے لپٹ جاؤ
گھر باپ کا ویران کئے جاتے ہو پیارو
زینت مرے لشکر کی لئے جاتے ہو پیارو

۱۷
وہ پاؤں پہ گرنے کے لئے دوڑ کے آئے		شبیرؑ نے سر دونوں کے چھاتی سے لگائے
منہ پھیر کے اشک آنکھوں سے زینبؑ نے بہائے		خیمے سے چلے شاہ کی ہمشیر کے جائے
کیا دل تھا نہ روتی تھی نہ گھبراتی تھی زینبؑ
سمجھاتی ہوئی ساتھ چلی جاتی تھی زینبؑ

۱۸
گھوڑوں کو اُڑاتے ہوئے پہنچے جو بہادر		فوج ستم آرا ہوئی سب غرق تحیر
اِک شور ہوا کون سے دریا کے ہیں یہ دُر		لڑکے ہیں یہ اللہ رے اقبال و تہوّر
کیا جانئے کیا نام ہیں ان کے اب و جَد کے
تیور سے یہ پیدا ہے کہ بچے ہیں اَسد کے

۱۹
برچھی لئے انبوہ سواروں کا جب آیا		شہزادوں نے رانوں میں سمندوں کو دبایا
اِک شور ہوا غیظ رحیموں کو اب آیا		وہ نیچے بجلی سے جو چمکے غضب آیا
آخر وہ جری لختِ دلِ ضیغمِ دیں تھے
سر تھے صفِ اوّل کے کہیں، جسم کہیں تھے

۲۰
اک شیر سا جاتا تھا جو شمشیر زنوں پر   اک گھوڑے کو دوڑاتا تھا ناوک فگنوں پر
ہوتی تھی فدا روحِ علیؑ صف شکنوں پر   نے واں نظر آتے تھے سناں سر بدنوں پر
ان تیغوں سے سب فوج نے منہ پھیر لیا تھا
دو لاکھ کو دو بجلیوں نے گھیر لیا تھا

۲۱
چُن چُن کے نمودار ستم گاروں کو مارا   لشکر کے علم کاٹ کے سالاروں کو مارا
پیدل جو گریزاں ہوئے اسواروں کو مارا   تیروں کو قلم کر کے کماں داروں کو مارا
عقدہ جو پڑا ناخنِ تدبیر سے کھولا
نیزے کے ہر اک بند کو شمشیر سے کھولا

۲۲
غُل میں جو نہ بھائی کی صدا بھائی کو آئی   دونوں کے کلیجے پہ چلی تیغِ جدائی
چھوٹے نے بڑے بھائی کو آواز سنائی   کیا حال ہے جیتے ہو کہ مارے گئے بھائی
بڑھ بڑھ کے ہٹاتے ہیں بہت اہلِ ستم کو
تصویر تمھاری نظر آتی نہیں ہم کو

۲۳
قربان برادر مجھے بتلاؤ کہاں ہو   کس غول میں کس فوج میں کس صف میں نہاں ہو
لب سوکھ گئے ہوں گے بہت تشنہ دہاں ہو   میداں میں ہو یا نہر پہ ہو یاں ہو کہ واں ہو
غش آیا ہے یا جسم پہ تلواریں پڑی ہیں
آواز دو اماں درِ خیمہ پہ کھڑی ہیں

۲۴
بس اتنے میں مہلت ستم ایجادوں نے پائی   نیزے کی انی پشتِ محمدؑ پہ لگائی
جس وقت سناں سینے سے باہر نکل آئی   چلّایا کہ لو ہم تو چلے خلق سے بھائی
اللہ کس آفت میں مجھے چھوڑ دیا ہے
نیزے نے کلیجے کو مرے توڑ دیا ہے

۲۵

زانو کو دھرے نھنھی سی چھاتی پہ ستم گر — کرتا ہے ارادہ کہ کرے تن سے جدا سر
وہ کہتا ہے ہاتھ اپنا دمِ تیغ پہ دھر کر — میں بھائی سے مل لوں تو پھرا حلق پہ خنجر
ہم ساتھ چلے مرنے کو ساتھ آئے وطن سے
۲۶ بے ان کے ملے جان نہ نکلے گی بدن سے

جس وقت سنی عونؑ نے بھائی کی یہ تقریر — خنجر تو چلا دل پہ کلیجے پہ لگا تیر
گھوڑے سے تلے کود پڑا پھینک دی شمشیر — آغوش میں لی دوڑ کے وہ چاند سی تصویر
اک جا جو بچھڑ کر ہوئے ماں جائے برادر
۲۷ دونوں نے گلے مل کے کہا ہائے برادر

ناگاہ بڑھا شمرِ لعیں فوج کی صف سے — وعدہ کیا خلعت کا ہر اک تیغ بکف سے
دونوں پہ چلے تیرِ ستم چار طرف سے — آنے لگی فریاد کی آواز نجف سے
غل تھا کہ نواسوں کو علیؑ کے اجل آئی
۲۸ سر کھولے ہوئے قبر سے زہراؑ نکل آئی

پڑنے لگی معصوموں پہ تلوار پہ تلوار — کٹ کٹ کے وہ چھوٹے سے عمامے ہوئے گلنار
جب چھاتیوں سے ہوتی تھی نیزے کی انی پار — تن تن کے وہ کہتے تھے کہ یا حیدرِؑ کرار!
ملتے تھے گلے پیارے منہ چوم رہے تھے
۲۹ پلٹے ہوئے شیروں کی طرح جھوم رہے تھے

تلوار لگانے جو لگا ایک ستم گر — چھوٹے نے رکھا ہاتھ بڑے بھائی کے سر پر
ہیہات کہ ہاتھ اُس کے گرے خاک پہ کٹ کر — دو ٹکڑے ہوا تا بہ جبیں عونؑ کا بھی سر
اُس کو تو ملا حیدرؑ کرار کا رتبہ
ہاتھ آیا اسے جعفرؑ طیار کا رتبہ

۳۰ شہ لاشوں کو چھاتی سے لگائے ہوئے آئے — دونوں کو عبا اپنی اڑھائے ہوئے آئے
آنسو رُخِ انور پہ بہاتے ہوئے آئے — زینبؑ کے قریں سر کو جھکائے ہوئے آئے
فرمایا بہن اب اِنھیں آغوش میں لو تم!
۳۱ دو شیر مرے مر گئے پُرسا مجھے دو تم!

پھر گود میں لاشوں کو لیا ہاتھ بڑھا کر — لپٹا کے گلے پیار سے زانو پہ رکھا سر
سیدانیوں کے رونے سے برپا ہوا محشر — تھا شور کہ لوٹی گئی شبیرؑ کی خواہر
سب روتے تھے کچھ منہ سے نہ فرماتی تھی زینبؑ
۳۲ غش آتا تھا جب لاشوں پہ جھک جاتی تھی زینبؑ

ہمشیر سے یہ کہہ کے جو روئے شہِ ابرار — بس آگیا فرزندوں کی ہمت پہ لے پیار
تھرّاتی ہوئی خاک سے اُٹھی وہ دلِ افگار — پاس آن کے لاشوں کی بلائیں لیں کئی بار
کانپے جو قدم، گر کے سنبھلنے لگی زینبؑ
۳۳ منہ خون بھرے چہرے سے ملنے لگی زینبؑ

خاموش انیسؔ! اب کہ تڑپتا ہے دلِ زار — کافی ہے رُلانے کو ترے درد کی گفتار
اس جنس کا گر آج نہیں کوئی خریدار — فیاض ہے لیکن شہِ مظلوم کی سرکار
افسردہ نہ ہو غنچۂ اُمید کھلے گا!
کھُل جائیں گی آنکھیں وہ صلہ تجھ کو ملے گا

ختم شد

رباعی

انجام بخیر ابتدا بگڑی ہے — گھر گر نہ پڑے کہیں بنا بگڑی ہے
کشتی سے ہم انیسؔ کنارے ہو جائیں — اُلٹا دریا بہا ہوا بگڑی ہے

رُباعی

دل سے دنیا کے دلولے جاتے ہیں
اک آن میں طوبیٰ کے تلے جاتے ہیں
ہے راہِ بہشت کتنی ہموار انیسؔ
بند آنکھیں کئے لوگ چلے جاتے ہیں

رباعی

قاسم کو عدو نے خوں میں جب لال کیا
شبیرؑ نے یہ کہہ کے عجب حال کیا
تابوت پہ جس کے باپ کے مارے تیر
گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا

سلام

واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھو
مجرئی اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے
شکر ہے اشک نکلتا تھا لہو کے بدلے
ذہنِ زخمِ بدن دیدۂ خونبار نہ تھے
کہا صغرا نے کہ فرقت نے پدر کی مارا
آگے اے صاحبو ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
کہا زہراؑ نے فلک میں نے ستایا تھا کسے
میرے بچے تو اس آفت کے سزاوار نہ تھے
شاہ فرماتے تھے ایسے ہیں ہمارے انصار
نانا صاحب کے بھی اس طرح کے انصار نہ تھو
بدھیاں زخموں کی پہنے ہوئے تھے ابنِ حسنؑ
کیا ہوا پھولوں کے گردن میں اگر ہار نہ تھے
شہؑ کے دانتوں پہ چھری رکھ کے کہا ظالم نے
ہم نے اس طرح کے دیکھے دُرِ شہوار نہ تھے
اگر مسیحِ دو جہاں کا ہوا افضال انیسؔ
اچھے یوں ہوئیں گے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

(۳۶)

حضرت قاسمؑ علیہ السلام

۱
قاسمؑ پہ طرفہ باغِ جوانی کی تھی بہار
سنبل سی زلفیں، سرو سا قد، پھول سا عذار
آنکھیں وہ جن پہ کیجئے نرگس کو بھی نثار
نازک لب اس قدر، رگِ گل جن کے آگے خار
بے وجہ منہ نہ سُرخ تھا اس جاں فروش کا
لختِ جگر تھا وہ حسنؑ سبز پوش کا

۲
سب جانتے ہیں شوکتِ لختِ دلِ حسنؑ
عمامہ سر پہ خلعتِ شاہانہ زیبِ تن
جنگ آزما، نہنگِ وغا، شیرِ صف شکن
ناشاد و نامراد و اسیرِ غمِ محن
حُسنِ حسنؑ کی چہرے پہ کیا خوب شان تھی
قالب تھا رزم گہہ میں، دلہن پاس جان تھی

۳
تلوار تول تول کے دستِ حنائی میں
کہتے تھے خوں بہائیں گے ہم اس لڑائی میں
حاصل تھا ہات کو یدِ بیضا صفائی میں
اختر کو ضَو دکھاتا تھا کنگنا کلائی میں
ساعد فروغ دیتے تھے تارِ نگاہ کو
دکھلاتی تھیں ہتھیلیاں آئینہ ماہ کو

۴
یہ کہہ کے آئے سر کو جھکائے دُلہن کے پاس
آنکھوں میں اشک اور کلیجے میں دل اُداس
فرمایا ہم کو ہائے یہ شادی نہ آئی راس
سب مر گئے عزیز شہنشاہِ حق شناس
بستی تمام لُٹ گئی، ویرانہ ہو گیا
شادی کہاں، یہ گھر تو عزاخانہ ہو گیا

۵
سوچو تمھی گلا نہ کٹائیں تو کیا کریں فریادِ فاطمہؑ کی صدائیں سُنا کریں؟
رُخصت کرو تو فوجِ ستم سے دغا کریں کھولو جو لعلِ لب تو گہر ہم فدا کریں
صاحب! ہمیں سپردِ عروسِ اجل کرو
۶ مشکلکشا کی پوتی ہو مشکل کو حل کرو

جب یہ سُنے کلام تو جی سنسنا گیا دِل پر چھُری چلی کہ جگر تھرتھرا گیا
منہ پر دُلہن کے صاف رُنڈاپا سا چھا گیا جوشِ بُکا میں کچھ نہ زباں سے کہا گیا
دُولہا کو اتنی بات سُنا کر اک آہ کی
۷ صورت بتاتے جاؤ ہمارے نباہ کی

میں کون ہوں بھلا جو کہوں گی کہ تم نہ جاؤ راضی ہیں ماں تمہاری تو جاؤ گلا کٹاؤ
گھر تو اُجاڑ ہو چکا جنگل کو اب بساؤ رہ جائے گا، ہمارے رنڈاپے کا غم نہ کھاؤ
مسکن کریں گے رَن میں تنِ پاش پاش پر
۸ ہم بھی فقیر ہوئیں گے صاحب کی لاش پر

فرما کے الوداع اٹھا دلبرِ حسنؑ برہم ہوئی وہ بزم، وہ صحبت، وہ انجمن
غل ہو گیا کہ لٹتی ہے اک رات کی دُلہن اس وقت سب سے دولہا کی ماں کا تھا یہ سخن
جاتی ہے اب برات مرے نونہال کی
۹ رخصت ہے بی بیو، زنِ بیوہ کے لال کی

پہنچا جو رزم گاہ میں وہ غیرتِ قمر نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا اِدھر اُدھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر خورشیدِ خاوری کی بھی خیرہ ہے یاں نظر
اللہ ری چمک رُخِ پُر آب و تاب کی
سہرا بنی ہوئی ہے کرن آفتاب کی

۱۰
ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلے　　تیر و سنان و خنجر و نیزہ بہم چلے
قاسمؑ بھی یاں سے کھینچ کے تیغِ دودم چلے　　اعدا پہ چھیڑ کر فرسِ خوش قدم چلے
پیدل تو اس قطار کے تھے کس قطار میں
۱۱ دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار میں

غش میں جھکا فرس پہ جو وہ غیرتِ قمر　　مارا کسی نے فرق پہ اک گرزِ گاؤ سر
برچھی لگی جو سینے پہ ٹکڑے ہوا جگر　　گرتے تھے اسپ سے کہ کمر پر لگا تبر
طارق کی تیغ کھا کے پکارے امام کو
۱۲ فریاد یا حسینؑ! بچاؤ غلام کو

رو کر بہن سے کہنے لگے شاہِ بحر و بر　　اِس بے نصیب رانڈ کو لے آؤ لاش پر
بیٹی لٹے گی یوں، ہمیں اس کی نہ تھی خبر　　اب شرم کیا ہے دیکھ لے دولہا کو اک نظر
زخمی بھی ہے، شہید بھی ہے، بے پدر بھی ہے
۱۳ دولہا بھی نام کو ہے، چچا کا پسر بھی ہے

جس دم دلہن نے لاش کے ٹکڑوں پہ کی نگاہ　　نکلی لہو میں ڈوبی ہوئی، اک جگر سے آہ
قدموں پہ سر جھکا کے پکاری وہ رشکِ ماہ　　میرا قصور عفو ہو، اے میرے بادشاہ
بولی نہ تھی حجاب سے، تقصیروار ہوں
۱۴ اب حکم ہو تو لاش پہ اٹھ کر نثار ہوں

صاحب! بتا تو دو تمہیں رونے میں کیا کہوں؟　　بیکس کہوں کہ فدیۂ راہِ خدا کہوں؟
پیاسا کہوں؟ شہید کہوں؟ یا بنا کہوں؟　　دولہا کہوں؟ کہ قاسمِ گلگوں قبا کہوں؟
چھوڑا دلہن کو لاش پہ رونے کے واسطے
دولہا بنے تھے قبر میں سونے کے واسطے

ختم شد

(۲۷)

حضرت قاسمؑ کی جنگ اور شہادت

۱

جب خیمۂ حسینؑ سے نکلا حسنؑ کا لال
دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرور بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کر وہ خوش خصال
دیجیے رضائے حرب مجھے بہرِ ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبطِ پیمبر نہ روکیو
شبرؑ نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

۲

لپٹا کے اس کو چھاتی سے بولے شہِ امم
پیارے تمہارا داغ بھی دل پر سہیں گے ہم
یہ پیش و پس ہے منزلِ ہستی میں کوئی دم
تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہیں جو راہ ہے خنجر کی دھار پر
ہر دم خدا کا فضل ہے اس خاکسار پر

۳

یہ کہہ کے دل قلق سے بھر آیا جو ایک بار
روئے مثالِ ابر شہِ آسماں وقار
تر آنسوؤں سے ہو گئی ریشِ خضاب دار
تسلیم کر کے قاسمِ گل رُو ہوا سوار
دولہا کے نورِ رخ کی ضیا چرخ تک گئی
جولاں کیا فرس کو تو بجلی چمک گئی

۴

پہنچا جو رزم گاہ میں وہ غیرتِ قمر
نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا ادھر اُدھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر
خورشیدِ خاوری کی بھی خیرہ ہے یاں نظر
اللہ ری چمک رُخِ پُر آب و تاب کی
سہرا بنا ہوا ہے کرن آفتاب کی

ناگہ رجز یہ پڑھنے لگے قاسمِ جری
عالم میں کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہیں ہم میں ہے زورِ غضنفری
ہم سے ہے اوجِ پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہے حرب و ضربِ شہِ خاص و عام کا
سکّہ ہے شش جہت میں ہمارے ہی نام کا

جد ہے مرا امیرِ عرب، شحنۂ نجف
ضرغامِ دیں، معینِ رسولانِ ما سلف
دادی جنابِ فاطمۂ زہراؑ سی ذی شرف
عمّو حسینؑ صاحبِ لولاک کا خلف
میں پارۂ دلِ حسنؑ خوش خصال ہوں
ہیرے سے جو شہید ہوا اس کا لال ہوں

اس کا پسر ہوں اے سپہِ مصر و روم و شام
گلزارِ فاطمہؑ کا ہے جو سروِ سبز فام
واللہ اُس کا لختِ جگر ہوں میں تشنہ کام
تابوت جس کا تیروں سے چھلنی ہوا تمام
جان اُس کی ہوں میں جس کو نہ جاگیرِ جد ملی
پہلو میں مصطفےٰ کے نہ جس کو لحد ملی

پہنچا جو رزم گاہ میں وہ غیرتِ قمر
نیزہ پکڑ کے، گھوڑے کو پھیرا اِدھر اُدھر
بولے عدو، یہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر
خورشیدِ خاوری کی بھی خیرہ ہے یاں نظر
اللہ ری چمک رُخِ پر آب و تاب کی
سہرا بنا ہوا ہے، کرن آفتاب کی

دعا میں انھیں کہ دن شبِ دیجور ہو گیا
لامع جو برقِ تیغ ہوئی نور ہو گیا
حیراں ہر ایک ظالمِ مقہور ہو گیا
چہروں کا رنگ خوف سے کافور ہو گیا
آئی ہنسی اجل کو بھی اس طرح ڈر گئے
گھوڑوں پہ تن چڑھے رہے اور سر اُتر گئے

۱۰

تھا ابنِ سعدِ شوم کو اُس دم بہت ہراس
غرقِ سلاح ازرقِ شامی کھڑا تھا پاس
اُس سے کہا کہ فوج نہایت ہے بے حواس
تو جا کے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رُکتا ہے برچھیوں سے نہ دامِ کمند سے
جلدی سناں پہ اس کو اٹھا لے سمند سے

۱۱

کہنے لگا بگڑ کے وہ باصد غرور و لاف
تو آپ بے حواس ہے تقصیر ہو معاف
یہ اَمر اے امیر شجاعت کے ہے خلاف
ہاں تب لڑوں علیؑ اگر آئیں پئے مصاف
فرق آئے گا نہ میری کبھی آن بان میں
لڑکے سے لڑ کے نام مٹا دوں جہان میں

۱۲

ڈرتے ہیں سب جری مری جنگ و جدال سے
رُستم کا زور آگے مرے کم ہے زال سے
رکتی نہیں یہ تیغ تہمتن کی ڈھال سے
ناداں ہوں کیا لڑوں میں جو اس خُردسال سے
بیٹوں کو میرے بھیج کہ چاروں دلیر ہیں
جنگ آزما ہیں، سور ہیں، صفدر ہیں، شیر ہیں

۱۳

لکھا ہے چار تھے پسرِ ازرقِ پلید
دشمن تو آلِ پاک کے شیطان کے مُرید
بولا یہ ان کو دیکھ کے وہ پیرِ ویزید
ہاں جا کے اِس یتیم کو جلدی کرو شہید
رُلواؤ قبر میں حسنؑ دل ملول کو
بیوہ بنا دو دخترِ سبطِ رسولؐ کو

۱۴

نکلا یہ بات سنتے ہی اُن میں سے ایک یل،
پیچھے چلی شریر کے ہنستی ہوئی اجل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بَل،
ہاں اے حسنؑ کے لال! خبردار لے سنبھل
کام آئے کچھ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے
پُشتی پہ ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

۱۵

قاسمؑ یہ نعرہ زن ہوئے چمکا کے راہوار — امداد و قوتِ جنگ ہے شیروں کو ناگوار
کافی ہے بس ہمیں سپرِ حفظِ کردگار — او خیرہ سر اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنی ضرب طمانچہ قضا کا ہے
۱۶ آ کوئی وار کر جو ارادہ وغا کا ہے

یہ سنتے ہی کماں کو اٹھا کر بڑھا شریر — چلّے میں تین بھال کا جوڑا شقی نے تیر
تھا بس کہ تیز دستِ حسنؑ کا مہِ منیر — بجلی سی آئی کوند کے شمشیرِ بے نظیر
یوں قطع انگلیاں ہوئیں اُس تیرہ بخت کی
۱۷ جیسے کوئی قلم کرے شاخیں درخت کی

اک ہاتھ میں جو کٹ کے گرے دستِ نابکار — بولے کمر میں رکھ کے یہ شمشیرِ آبدار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑا او خطا شعار — پکڑا کماں کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلّہ جو کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے
۱۸ رستم کی رُوح چھپ گئی تودے میں خاک کے

چٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیرِ بے اماں — قربان تیرے ہاتھ کے چلّائی یہ کماں
بچتی ہے کب خدنگِ اجل سے کسی کی جاں — نکلا وہ تیر توڑ کے سینے کے استخواں
اک دم میں دی شکست خطا کو ثواب نے
۱۹ غل تھا قفس کی تیلیاں توڑیں عقاب نے

مرکب سے گر کے مر گیا جب وہ عدوئے دیں — نکلا اُدھر سے تب پسرِ ثانیٔ لعیں
نیزے کو تولتا ہوا مغرور و خشمگیں — ابرو پہ بل، نگاہ میں قہر اور جبیں پہ چیں
ہمزاد اس کے تیغ بکف تو سوار تھے
اور اس طرف مدد کو شہِ ذوالفقار تھے

۲۰

نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند　　بجلی سا کوندنے لگا دولہا کا بھی سمند
نیزہ اُڑا کے نیزے سے کی یہ صدا بلند　　کیوں تو نے دیکھے نیزۂ مشکل‌کشا کے بند
یہ سُن کے اُس نے ڈھال کو چہرے پہ گو لیا
۲۱ پسلی کو بے حیا کی سناں میں پرو لیا

بے کار کور ہو کے ہوا جب وہ خیرہ سر　　پٹکے میں ہاتھ ڈال کے پٹکا زمین پر
آواز دی زمیں نے کہ فِی النَّارِ وَ السَّقَرْ　　جا تو بھی ہے برادرِ عینی ترا جدھر
جز موت کچھ شقی کو نہ اس دم نظر پڑا
۲۲ آنکھیں کھلیں تو قعرِ جہنم نظر پڑا

چھوٹا برادرِ سوم اس کا بہ کرّ و فرّ　　تانے ہوئے وہ گرزِ گراں نعرہ کہ الحذر
یاں بہرِ حفظ دستِ یداللہ تھے سپر　　تیغ دو دم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یوں دو کیا عمودِ سرِ نابکار کو
۲۳ جس طرح تیغِ تیز اُڑا دے خیار کو

مرتے ہی اُس کے فوج سے چوتھا پسر بڑھا　　قاسمؑ پکارے او دلِ خود سر کدھر بڑھا
سُنتے ہی یہ وہ تیغ دو دم کھینچ کر بڑھا　　جھنجھلا کے مجتبےٰؑ کا بھی لختِ جگر بڑھا
لڑتا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا
۲۴ اک ہاتھ میں نہ سر تھا، نہ بازو، نہ شانہ تھا

بے جان ہوئے نبرد میں بیٹے جو اس کے چار　　ازرق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
جوشِ غضب سے سُرخ ہوئیں چشمِ نابکار　　مثلِ تنورِ منھ سے نکلنے لگا بخار
جیبِ قبا کو مثلِ کفن پھاڑتا ہوا
نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

۲۵
فوجیں اِدھر دعا کی چلیں سُوئے آسماں　　بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بدزباں
رستم بھی ہو تو کھینچ نہیں سکتی مری کماں　　جوشن کو توڑتا ہے مرا تیرِ بے اماں
ہے اُس کی فتح ساتھ ہوں میں جس رئیس کے
سُرمہ کیا ہے دیو کو چٹکی میں پیس کے

۲۶
قاسمؑ نے دی صدا کہ بس اب کر زباں کو بند　　اللہ کو غرور و تکبّر ہے ناپسند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سربلند　　نیزے کا بند باندھ کوئی چھیڑ کر سمند
دیکھیں بلند کون ہے اور پست کون ہے
کھُل جائے گا ابھی کہ زبردست کون ہے

۲۷
کیا ہو سکے گا تجھ سے بھلا وقتِ دار و گیر　　دستانے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہیں او شریر
حلقہ کہیں کماں کا نہ کر لے تجھے اسیر　　دشمن ہیں سب ترے جنھیں سمجھا ہوا ہے تیر
او تیرہ رُو بھلا یہ سپر کیوں لگائے ہے؟
آ ہوش میں کہ تجھ کو سیاہی دبائے ہے

۲۸
قائل کیا جو مصحفِ ناطق کے لال نے　　تر کر دیا اُسے عرقِ انفعال نے
برچھا اُٹھایا ہاتھ میں اُس بدخصال نے　　چھیڑا فرس کو قاسمِ یوسف جمال نے
تکنے لگے صفوں سے جواں سب لڑے ہوئے
عباسِ نامدار قریب آ کھڑے ہوئے

۲۹
قاسمؑ نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور　　رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرور
فرمایا صدقے میں تری ہمت کے اے غیور　　دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہیں دور
ہشیار جانِ عمّ کہ دمِ کارزار ہے
جاتا ہے اب کہاں یہ تمہارا شکار ہے

۳۰
کیوں تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار
بیٹا سپر تو ہاتھ میں لے لو چپاں نثار
صدقے ترے حواس کے اے میرے شہسوار
ہاں دونوں پاؤں رکھیو رکابوں میں استوار
آنے دو اُس کو تیغ بھی دم بھر تھمی رہے

۳۱
گھوڑا نہ بد مزاج ہو پٹڑی جمی رہے
بیٹا تمہیں خدا نے دیا ہے علی کا زور
گو پیل ہے پہ ہم تو سمجھتے ہیں اس کو مور
بہرام کی طرح سے چلا اب میانِ گور
دیکھو گے دیکھنے کا فقط ہے یہ زور و شور
چلتے ہیں جتنے سانپ وہ ڈستے نہیں کبھی

۳۲
گرجے ہیں جو بہت وہ برستے نہیں کبھی
سُن کر صدائے شیر پکارا وہ بزدلا
کیا اِن کے ساتھ آپ بھی ہیں عازمِ وغا
تیوری چڑھا کے حضرت عباسؑ نے کہا
بس ہے تجھے یہ طفل مری احتیاج کا
کچھ تجھ سے کم نبیرۂ خیبر شکن نہیں

۳۳
دو ایک سے لڑیں یہ ہمارا چلن نہیں
نیزہ ہلا کے جانب قاسمؑ بڑھا وہ پیل
دولہا نے مسکرا کے صدا دی سنبھل سنبھل
گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے منہ کے بل
تو ہے فرس پہ اور تری گردن پہ ہے اجل
ضیغم ہیں بیشۂ اسدِ ذوالجلال کے

۳۴
کیجو سناں کے وار ذرا دیکھ بھال کے
یہ کہہ کے اپنے چوڑنے سے نیزے کو دی نکان
چمکی آئی تو برق پکاری کہ الاماں
اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہاں
ڈانڈ آئی ڈانڈ پر تو سناں سے لڑی سناں
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا
غل تھا کہ اژدھے سے وہ افعی لپٹ گیا

۳۵
قاسمؑ نے زور سے جو انی پر رکھی آنی ، بھاگا شقی کے جسم سے زور تہمتنی ،
بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کی آ بنی تھی اس سناں کی نوک کہ ہیرے کی تھی کنی ،
اُڑ کر گری زمیں پہ سناں اس تکان سے
۳۶ گرتا ہے جیسے تیرِ شہاب آسمان سے

جھنجلا کے چوب نیزہ کو لایا وہ فرق پر قاسمؑ نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر
دو انگلیوں میں نیزۂ دشمن کو تھام کر جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا
۳۷ دو انگلیوں سے کام لیا ذوالفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اٹھا کے جب قبضہ میں لی کمانِ کیانی بصد غضب
چلّے میں تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب تیوری چڑھائی قاسمِ نوشاہ نے بھی تب
تیرِ نگاہ سے وہ خطا کار ڈر گیا
۳۸ کانپے یہ دونوں ہاتھ کہ چلّہ اتر گیا

بولا یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسنؑ رخ پھیر یو نہ او ستم ایجاد و پیل تن
چلّائے بڑھ کے حضرت عباسؑ صف شکن کیا خوب تجھ کو یاد ہیں تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی چتون کی شان کو
۳۹ دعویٰ ہے کچھ ابھی تو چڑھالے کمان کو

دو سمت سے چلے جو ملامت کے اس پہ تیر چلّایا تیغ تیز علم کر کے وہ شریر
ہاں اے حسنؑ کے لعلِ بدخشاں بدہ بگیر نکلی چمک کے یاں سے بھی تیغِ قضا نظیر
چمکا کے تیغ تیز جو قاسمؑ سنبھل گئے
سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

۴۰

مانندِ شیرِ غیظ میں آیا وہ پیل تن
آنکھیں اُبل پڑیں صفتِ آہوئے ختن
ماری زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بَن
چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لوچ ہے غضب کا فن

مینخیں زمیں کی اس کی تگاپو سے ہل گئیں

۴۱ دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہوکے مل گئیں

چھل بل دکھائی فوج کو دوڑا اچھلا اُڑا
صورت بنائی جست کی، سمٹا، جھکا، اُڑا
دیکھی زمیں کبھی، کبھی سوئے سما اُڑا
مثلِ سمندِ بادِ شر اِتنا اُڑا

جِن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو شکار تھا

۴۲ گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

دونوں طرف سے چلنے لگے وار یک بیک
دو بجلیاں دکھانے لگیں ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچوں سے سب مَلَک
اِک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک

چہرے پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی

۴۳ یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

ہر بار جانبین سے ہوتے تھے وار رَد
تھا حرب و ضرب میں وہ شقی بھی بلائے بَد
جب بڑھ کے وار کرتا تھا وہ بانیِ حَسد
کہتا تھا بازوئے شہِ دیں یا علیؑ مدد

یوں روکتے تھے ڈھال پہ تیغِ جہول کو

۴۴ جس طرح روک لے کوئی شہ زور پھول کو

لایا جو حرفِ سخت زباں پر وہ بد خصال
جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لال
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال
اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اس کی سپر سے ڈھال

ادھڑ لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے

گھوڑے نے پاؤں رکھ دیئے سر پر سمند کے

۴۵
عباسِ نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اودھر ہو کے پھر پڑا
مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

۴۶
غازی نے دی صدا کہ وہ مارا ذلیل کو بچے نے آج پست کیا مست پیل کو
کیا منہدم کیا رہِ عصیاں کے میل کو لوکو فیو! گرا دیا حرفِ ثقیل کو
دو ہو گئی کمر نہیں تسمہ لگا ہوا
دیکھو تو آکے لاش کے ٹکڑے پہ کیا ہوا

۴۷
قاسمؑ سے پھر کہا کہ مبارک تمہیں ظفر تسلیم کی ادب سے چچا کو جھکا کے سر
اور عرض کی یہ دور سے ہاتھوں کو جوڑ کر اقبال آپ کا کہ مہم ہو گئی یہ سر
پشتی پہ آپ جب ہوں تو پھر کیا ہراس ہو
کام آئے کیوں نہ راس جو استاد پاس ہو

۴۸
عباسِ نامدار تو ہنستے چلے اُدھر یعنی خوشی کی جا کے شہِ دیں کو دوں خبر
اس غمکدے میں دہر کے شادی کہاں مگر یاں اس بنے پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہلِ شر
لاکھوں سے لڑ کے پیاس میں مجبور ہو گئے
حربے ہزارہا جو چلے چور ہو گئے

۴۹
تیغیں چڑھائی تھیں جو لعینوں نے سان پر پڑتی تھیں وہ قریب سے اس ناتوان پر
تیروں پہ تیر تھے تو کمانیں کمان پر ہر تمام فوج کا تھا ایک جان پر
یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گردِ آفتاب کے

غش میں جھکا فرس پہ جو وہ غیرتِ قمر — مارا کسی نے فرق پہ اک گرزِ گاؤ سر
برچھی لگی جو سینے پہ ٹکڑے ہوا جگر — گرتے تھے اسپ سے کہ کمر پر لگا تبر
طارق کی تیغ کھا کے پکارے امام کو
۵۱ فریاد یاحسینؑ! بچاؤ غلام کو

سنتے ہی استغاثۂ داماد کی صدا — دوڑے حسینؑ جانبِ مقتل برہنہ پا
گھبرا کے بولے حضرتِ عباسؑ باوفا — تلوار کس پہ چل گئی ہے ہے یہ کیا ہوا
چلّائی ماں ارے مری بستی اُجڑ گئی
۵۲ اے بھائی دوڑو بَن کے لڑائی بگڑ گئی

جھپٹے جو شاہ فوج پہ چمکا کے ذوالفقار — بجلی گری یزید کے لشکر پہ ایک بار
اس غیظ میں یمین سے آئے سوئے یسار — بھاگے پھرا کے گھوڑوں کی باگوں کو سب سوار
بھاگڑ میں خوں سے رَن کی زمیں لال ہوگئی
۵۳ دولھا کی لاش گھوڑوں سے پامال ہوگئی

کیوں رونے والو سنتے ہو آوازِ شور و شین — اس بزمِ پاک میں ہیں یہاں نوحہ گر حسینؑ
منبر کے پاس فاطمہؑ روتی ہیں کر کے بین — ماتم کرو کہ مر گیا حضرت کا نورِ عین
شبّرؑ کو بھی قلق ہے شہِ بے وطن کو بھی
۵۴ پرسا امام کو بھی دو تم اور حسنؑ کو بھی

لکھے انیسؔ خوب برعت یہ چند بند — لے جائے شوق سے جسے مضموں ہو جو پسند
اک جا ہے شیر و شکر و شہد و نبات و قند — اُس کے کرم سے ہوگا یہ دریا کبھی نہ بند
نہریں رواں ہیں فیضِ شہِ مشرقین کی
پیاسو پیو سبیل ہے نذرِ حسینؑ کی — ختم شد

رباعی

خوں بھائی کا شہ کے روبرو بہتا تھا — پیاسے کا لہو کنارِ جو بہتا تھا،
تھا بیچ میں سقائے حرم کا لاشہ — دریا تو اُدھر، اِدھر لہو بہتا تھا

سلام

سلامی درِ شہ پہ گر جائیں گے — تو سب کام بگڑے سنور جائیں گے
ہر اک آن یاں زندگی موت ہے — جئیں گے جو واں جا کے مر جائیں گے
چڑھے گی جو ندی مرے اشک کی — تو نظروں سے دریا اُتر جائیں گے
کہا شہ نے اکبر سے ٹھہرو جو تم — تو ہم بھی کوئی دَم ٹھہر جائیں گے
تمہارا سہارا ہے ہم کو فقط — جو چھوڑو گے تنہا تو مر جائیں گے
پہن کر کہا شہ نے رختِ کہن — یہ کپڑے بھی تن سے اتر جائیں گے
لعینوں سے کہتے تھے زینبؑ کے لعل — قطعہ جو کچھ ہم سے ہو گا وہ کر جائیں گے
دکھاؤ نہ تیغیں سمجھ کر صغیرؑ — ہم ایسے نہیں ہیں جو ڈر جائیں گے
کہا جا کے اعدا سے عباسؑ نے — قطعہ سرک جاؤ ہم نہر پر جائیں گے
ملے گا نہ گر اب بھی پانی انہیں — پھڑک کر کئی طفل مر جائیں گے
گلوں سے جو اُترے گا اک گھونٹ بھی — تو اُکھڑے ہوئے دَم ٹھہر جائیں گے
سکینہ کی ننھی سی اک مشک سے — جو ہو نہر خالی تو بھر جائیں گے
حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ — دمِ صبح ہم کوچ کر جائیں گے
مصیبت کی راتیں بسر ہو گئیں — نہ رُودو یہ دن بھی گزر جائیں گے
عدو رنج دیتے تو کہتے تھے شاہ — ہم اب پھر کے یاں سے نہ گھر جائیں گے
خدا تو ہے شاہد کہ بے جرم ہوں — چھپیں گے کہاں اور کدھر جائیں گے
ملے گی قیامت کو اس خوں کی داد — فدک یہ نہیں جو مکر جائیں گے

(۲۸)

حضرتِ عباسِ علمدار علیہ السّلام

۱

جب لاشۂ قاسم کو علمدارؑ نے دیکھا تیغے کی طرف غیظ سے جرّار نے دیکھا
منہ بھائی کا رو کر شہِ ابرارؑ نے دیکھا کی عرض بڑا داغ نمک خوار نے دیکھا
تیغوں سے عجب سروِ رواں کٹ گیا آقا
۲ واللہ کہ دل زیست سے اب ہٹ گیا آقا

عباسؑ گرے پاؤں پہ گردن کو جھکا کر رونے لگے شہ بھائی کو چھاتی سے لگا کر
بانو نے کہا غش سے سکینہ کو جگا کر صدقے گئی، دیکھو آؤ چچا جان کو جا کر
اس طرح جو شاہِ شہدا روتے ہیں بی بی
۳ سرورؑ سے علمدارؑ جدا ہوتے ہیں بی بی

یہ سنتے ہی گھبرا کے چلی جلد وہ بے آس اُودے ہوئے جاتے تھے لب لعل یہ تھی پیاس
زینبؑ نے کہا آتی ہے لو عاشقِ عباسؑ عباسؑ نے گودی میں لیا آکے بصد یاس
بہتے تھے جو آنسو خلفِ شیرِ خدا کے
۴ سوکھے ہوئے لب ملنے لگی منہ سے چچا کے

عباسؑ نے رو کر کہا کیا چاہیئے جانی شرما کے سکینہؑ نے یہ کی عرض کہ پانی
عباسؑ نے فرمایا بصد اشک فشانی اللہ بجھائے گا تری تشنہ دہانی
لو گود سے تم اُترو تو ہم جائیں سکینہؑ
لے آؤ کوئی مشک تو بھر لائیں سکینہؑ

۵
یہ سنتے ہی اُس پیاسی میں اِک جان سی آئی
فضہ گئی اور دوڑ کے مشکیزے کو لائی
یوں کہنے لگی رو کے وہ شبیرؑ کی جائی
میں رن میں چلی آؤں گی گر دیر لگائی
جلد آؤں گا دریا سے، یہ فرما کے سدھارو
جاتے ہو تو آنے کی قسم کھا کے سدھارو

۶
عباسؑ نے فرمایا کہ دریا نہیں کچھ دُور
مشکیزہ بھرا اور پھرے خرم و مسرور
اور آگے مری جان جو اللہ کو منظور
مانع ہوئی آنے میں اگر موت تو مجبور
تقدیر سے کیا زور ہے سقائے حرم کا
وعدہ کریں کیونکر کہ بھروسہ نہیں دم کا

۷
یہ سُن کے سکینہؑ نے جو دی مشک بصد غم
آہستہ کہا شہؑ نے بہن سے کہ موئے ہم
سنبھلا جو نہ دل، بیٹھ گئے قبلۂ عالم
عباسؑ چلے گھر سے بپا ہو گیا ماتم
یوں خیمے کے پردے سے وہ صفدر نکل آیا
گویا کہ قمر بُرج سے باہر نکل آیا

۸
گھوڑے پہ چڑھے حضرتِ عباسِؑ فلک جاہ
روحِ اسدُ اللہ چلی شیر کے ہمراہ
جاسوس نے دی جا کے خبر فوج کو ناگاہ
آتا ہے بڑا شیر دلاور سوئے جنگاہ
اس سج کا جواں غرب کرتا چرخ نہیں ہے
حیدرؑ میں اور اس میں سرِ مو فرق نہیں ہے

۹
داؤدی زرہ ہے اُسی انداز سے بر میں
ہتھیار اسی شان کر باندھے ہیں کمر میں
غصہ وہی، چتون وہی ہے رعب نظر میں
برپا تھی قیامت شہِ ذیجاہ کے گھر میں
جس دم یہ چڑھا گھوڑے پہ غش کر گئے شبیرؑ
ہم کو تو یقیں ہو گیا تھا مر گئے شبیرؑ

۱۰
جاسوس یہ کہتا تھا کہ صفدر نظر آیا — جرّار و وفادار دلاور نظر آیا
بپھرا ہوا مقتل میں غضنفر نظر آیا — سب فوج کو نورِ رُخِ حیدر نظر آیا
گردوں پہ ہوا غل کہ یہ قدرت ہے خدا کی
دی خاک کے ذرّوں نے صدا صلِّ علیٰ کی

۱۱
غازی کی وہ شوکت وہ شکوہِ علمِ نور — کہتی تھی یہ گیتی کہ انا الطّور انا الطّور
پرچم تھا کہ بکھرے ہوئے تھے موو سرِ حور — ہم پنجہ ہر پنجے سے یہ کیا مہر کا مقدور
دکھلاتا تھا سرسبزی افلاک پھریرا!
تھا دامنِ مریم کی طرح پاک پھریرا!

۱۲
غل تھا کہ جہاں میں علم ایسا نہیں دیکھا — زر ریز ہے پنجہ کرم ایسا نہیں دیکھا
اقبال و جلال و حشم ایسا نہیں دیکھا — سرداروں میں ثابت قدم ایسا نہیں دیکھا
طوبیٰ ہو تو ایسا مہِ کامل ہو تو ایسا
ایسے علمِ نور کا حامل ہو تو ایسا

۱۳
ناگاہ بڑھے حضرتِ عباسؑ فلک جاہ — ذرّوں میں چلا مہر ستاروں میں چلا ماہ
اشعارِ رجز تھے کہ چلی سیفِ یدُ اللہ — ہٹنے لگے ڈر ڈر کے صفِ جنگ سے روباہ
دم بند تھے دہشت سے فصیحانِ جہاں کے
کہتی تھی فصاحت کہ نثار اسکی زباں کے

۱۴
لڑتا ہوا پہنچا لبِ ساحل جو وہ صفدر — یاد آگئی بس تشنگیٔ آلِ پیمبرؐ!!
رہوار نے دیکھا رُخِ عباسؑ کو مڑ کر — سمجھے کہ ہے گھوڑا بھی بہت پیاس سے مضطر
آنکھوں سے رواں ہوگئے وہاں اشکِ سکینہؑ
بہتر ہے کہ اب جلد بھرو مشکِ سکینہؑ

۱۵
عباسؑ نے مشکیزے کو چھاتی سے لگا کر سیراب کیا نہر سے کھپ اشک بہا کر
لٹکا لیا تسمے کو قریں دوش کے لا کر اعدا کی صفیں بندھ گئیں کھپ نہر پہ آ کر
لب تشنہ جو وہ حق کا شناسا نکل آیا
رہوار بھی اس نہر سے پیاسا نکل آیا

۱۶
ساحل پہ ہوئی قتلِ علم دار کی تدبیر ترکش کے دہن کھل گئے چلّوں سے ملے تیر
تھے گھاٹ کو نکواروں سے روکے ہوئے بے پیر عباسؑ بڑھے آتے تھے تولے ہوئے شمشیر
یہ حال تھا ضیغم دمِ جنگ آتا ہے جیسے
یوں آئے تھے ساحل پہ نہنگ آتا ہے جیسے

۱۷
دو لاکھ کے حلقے نے علم دار کو گھیرا! وہ چاند تھا تو بیچ میں اور گرد اندھیرا
جو بھاگ گئے تھے ان لوگوں نے بھی باگوں کو پھیرا یہ کہتے تھے اللہ مددگار ہے میرا
تلوار سے تیروں کو قلم کرتے تھے عباسؑ
پڑھ پڑھ کے دعا مشک پہ دم کرتے تھے عباسؑ

۱۸
لکھا ہے کہ اک تھا بنِ ورقہ ستم آرا تیغ اُس کی لگی دوشِ مبارک پہ قضارا
بے دست ہوا حیدرؑ کرار کا پیارا احمدؐ کا نشاں خون میں تر ہو گیا سارا
دیکھو تو ذرا جراتِ سقائے حرم کو
تا دیر کٹے ہات سے چھوڑا نہ علم کو

۱۹
جس وقت گرا خاک پہ جھک کر علم شاہ کس یاس سے عباسؑ علم دار نے کی آہ
اس دوش پہ بھی تیغ چلی پشت سے ناگاہ دونوں نہ رہے دستِ جگر بندِ یداللہ
تیروں کی جو بوچھار ہوئی چھن گئے عباسؑ
بازو جو کٹے سروِ رواں بن گئے عباسؑ

۳۰
حضرت کو پکارا مرے آقا! مرے آقا! دوڑو مجھے مارا مرے آقا! مرے آقا
تن زخمی ہے سارا مرے آقا! مرے آقا! بندہ ہوں تمہارا مرے آقا! مرے آقا
سقے کی، بہشتی کی، فدائی کی خبر لو
۳۱ خادم کی، نمک خوار کی بھائی کی خبر لو

چلا کے شہِ دیں نے کہا ہائے برادر تم بھائی سے ہوتے ہو جُدا ہائے برادر
بھائی نہ ہوا تم پہ فدا ہائے برادر لکھی تھی جوانی میں قضا ہائے برادر
افسوس کہ وقفہ نہ کیا چند نفس کا
۳۲ ساتھ آج چُھٹا جاتا ہے بتیس۳۲ برس کا

یہ کہہ کے سوئے نہر جو دوڑے شہِ والا تیورا کے گرے تھے مگر اکبرؑ نے سنبھالا
گر پڑتے تھے ملتا تھا جہاں خون کا تھالا معلوم نہ ہوتا تھا اندھیرا، نہ اُجالا
بھائی کے تصور میں جو گھبراتے تھے شبیرؑ
۳۳ ہر لاش سے چلا کے لپٹ جاتے تھے شبیرؑ

بسمل سے تڑپتے ہوئے جب نہر پہ آئے عباسؑ کو ئی آن کے مہماں نظر آئے
سر پیٹتے شبیرؑ جو بالائے سر آئے اشک آنکھوں میں عباسِؑ دلاور کے بھر آئے
زخمی کو جو اُٹھنے کی نہ طاقت تھی زمیں سے
۳۴ ملنے لگے آنکھیں قدمِ سرورِ دیں سے

حضرت نے کہا سر تو قدم پر سے اُٹھاؤ عباسؑ ہم آغوش میں لیویں، اِدھر آؤ
گو ہاتھ نہیں سر مری چھاتی سے لگاؤ یاری جو زباں دے تو کچھ احوال سُناؤ
تقریر تری شہرۂ آفاق ہے بھائی
بھائی تری آواز کا مشتاق ہے بھائی

۲۵

یہ سن کے علمدارؑ کے آنسو ہوئے جاری　　شہؑ نے کہا روتے ہو غریبی پہ ہماری
سوکھی تھی زباں تن کی رگیں کھنچی تھیں ساری　　بولا نہ گیا تو کہا ہے کئی باری
بوسے قدمِ شاہؑ پہ دینے لگے عباسؑ
صدمہ جو ہوا ہچکیاں لینے لگے عباسؑ

۲۶

غش میں جو سنی اُس نے صدائے شہِؑ والا　　ہونٹوں کو بھی جنبش ہوئی آنکھوں کو بھی کھولا
آہستہ کہا شہؑ سے میں صدقے مرے مولا　　تعظیم سے معذور ہوں، میں اُٹھ نہیں سکتا
یہ داغ زمانے سے چلا ساتھ ہمارے
پانی نہ مِلا تن سے کٹے ہاتھ ہمارے

۲۷

شاہد مرے کلمے کے رہیں آپ برادر　　معبود نہیں کوئی بجز خالقِ اکبر
برحق ہے رسولِ عربی، حق کا پیمبرؐ　　بے فصل ہے احمدؐ کا وصی حیدرِؑ صفدر
بعد اُن کے حسنؑ مالک و مختارِ جہاں ہیں
اور بعدِ حسنؑ آپ امامِ دوجہاں ہیں

۲۸

یاں تھا ابھی یہ ذکر کہ برپا ہوا محشر!　　رونے میں لگے دیکھنے شہؑ خیمے کو مڑکر
دیکھا کہ حرم گھر سے نکل آئے ہیں باہر　　چلّاتی ہے فضہ علی اکبرؑ! علی اکبرؑ!
اب دخترِ سلطانِ مدینہ نہیں تھمتی
عباسؑ سے کہدو کہ سکینہ نہیں تھمتی

۲۹

فضہ کی یہ آواز جو عباسؑ تک آئی　　تھرانے لگا نزع میں وہ شہؑ کا فدائی
شہؑ سے کہا، یاں آئی ہو اب آپ کی جائی　　دامن سے مرے منہ کو چھپا دیجیے بھائی
یہ کہتے ہی دنیا سے سفر کر گئے عباسؑ
منہ پھیر لیا شرم سے اور مر گئے عباسؑ

۳۰
سر پیٹ کے ہاتھوں سے یہ شبیر پکارے عباسؑ علی چھوڑ کے جنت کو سدھارے
سر بھائی کے قدموں سے اٹھاؤ مرے پیارے بس ہو چکی تعظیم میں قربان تمہارے
بھائی میں تری تشنہ دہانی کے تصدق
عباسؑ میں اس مرتبہ دانی کے تصدق

۳۱
کچھ بولو تو اے عاشقِ سلطانِ مدینہ چلاتی ہے ڈیوڑھی پہ تمہیں بالی سکینہؑ
بتلاؤ بھتیجی کی تسلی کا قرینہ اس صدمے سے دشوار ہے اس بچی کا جینا
یہ مشک جو داں خون میں تر جائے گی بھائی
بس ہائے چچا کہہ کے وہ مر جائے گی بھائی

۳۲
کیا دم کے نکلنے کا بھی ہے صدمۂ جانکاہ کانپے کبھی کروٹ لی کبھی اور کبھی کی آہ
جب آنکھ کھلی یاس سے دیکھا طرفِ شاہ بولے دمِ آخر کہ نثارِ شہِ ذی جاہ
روتے رہے شاہِ شہدا مر گیا بھائی
آغوش میں بھائی کے سفر کر گیا بھائی

۳۳
سر پیٹ کے چلانے لگے سیدِ ابرار ہے ہے مرے پیارے مرے بھائی مرے غم خوار
اب جوش پہ رقت ہے انیسؔ جگر افگار مولا سے یہ کر عرض کہ اے کُل کے مددگار
حسرت ہے یہ آنکھوں سے درِ شاہؑ کو دیکھوں
عباسِؑ فلک جاہ کی درگاہ کو دیکھوں

ختم شد

رباعی

ظاہر وہی الفت کے اثر ہیں اب تک قربانِ شہِ جن و بشر ہیں اب تک
ہوتے ہیں علم آگے جو اٹھتی ہے ضریح عباسِ علی سینہ سپر ہیں اب تک

رباعی

وہ موجِ حوادث کا تھپیڑا نہ رہا
کشتی وہ ہوئی غرق وہ بیڑا نہ رہا
سارے جھگڑے تھے زندگانی تک انیسؔ
جب ہم نہ رہے تو کچھ بکھیڑا نہ رہا

رباعی

دیدار دمِ نزع دکھاتے ہیں علیؑ
ایذا سے محبوں کو بچاتے ہیں علیؑ
منظور ہے شیعوں پہ نہ ہو سختیٔ موت
پہلے ملکُ الموت کے آتے ہیں علیؑ

سلام

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے
خدا کے آگے خجالت سے سَر جھکا کے چلے
مقام یوں ہوا اِس کارگاہِ دنیا میں
کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آ کے چلے
خیال آگیا دنیا کی بے ثباتی کا
چلے جہان سے اصغرؑ تو مسکرا کے چلے
طلب سے عار ہے اللہ کے فقیروں کو
کبھی جو ہو گیا پھیرا صدا سُنا کے چلے
کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی
چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے
خرامِ اسپِ شہِ دیں سے دینگے ہم تشبیہ
کہاں ہے کبکِ دری چال تو بنا کے چلے
بھلا جنھیں انھیں افتادگی سے اَوج مِلا
انھیں نے کھائی ہے ٹھوکر جو سر اٹھا کے چلے
حسینؑ کہتے تھے واحسرتا علی اکبرؑ
بہارِ باغِ جوانی ہمیں دکھا کے چلے
مَلک پکارے کہ اُلٹا زمین کا تختہ
حسینؑ فوج پہ جب آستیں چڑھا کے چلے
ملی نہ پھولوں کی چادر تو اہلِ بیتِ انام
مزارِ شاہ پہ لختِ جگر چڑھا کے چلے
چلے وطن کو جو عابدؑ تو کہتے تھے رو کر
علیؑ کے چاند کو ہم خاک میں ملا کے چلے
رہی عزور سے نفرت سیاہ کاروں کو
قلم کی طرح چلے جب تو سر جھکا کے چلے
تمام عمر جو کی سب نے بے رُخی ہم سے
کفن میں ہم بھی عزیزوں سے منہ چھپا کے چلے
انیسؔ دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

(۲۹)

حضرت علی اکبرؑ کی رخصت

۱
یارب کوئی جہاں میں اسیرِ محن نہ ہو جنگل میں گھر لٹا کے کوئی بے وطن نہ ہو
ماں باپ سے جدا کوئی گُل پیرہن نہ ہو پھولا پھلا اُجاڑ کسی کا چمن نہ ہو
بھائی بچھڑ چکا ہے سشہِ مشرقین سے
اَب نوجوان پسر کی ہے رخصت حسینؑ سے

۲
اولاد والے دل میں کریں اک ذرا خیال ہوتی ہے کیسی اُلفتِ فرزندِ خوش جمال
بیٹا وہ نوجواں جسے اٹھارواں ہے سال کیا ہو گا نورِ چشم رسولِ خدا کا حال
ماں باپ کے لئے تو اجل کا پیام ہے
دشمن بھی رونے لگتے ہیں یہ وہ مقام ہے

۳
بھائی وہ مر چکا ہے کہ تھا جس کے دم سے گھر سیدھی ابھی نہیں ہوئی ٹوٹی ہوئی کمر
اب طالبِ رضائے وغا ہے جواں پسر نوکوں میں برچھیوں کی ہے شبیرؑ کا جگر
پیری میں اس جواں کو بھی کھوئیں تو کیا کریں
کیوں منصفو! کہو جو نہ روئیں تو کیا کریں

۴
قابو ہے اب جگر پہ نہ ہے دل پہ اختیار یہ مرحلہ وہ ہے کہ ہیں صابر بھی بے قرار
ماں باپ سے پسر کو چھڑائے نہ کردگار زخمِ سناں و تیغ گوارا یہ ناگوار
راحت ہے گر گلوئے پدر پر چھری چلے
جو ہو سو ہو مگر نہ جگر پر چھری چلے

۵ بڑھتا ہے ہاتھ جوڑ کے جب شہ کا نورِ عین — خیمے کو تکنے لگتے ہیں منہ پھیر کر حسینؑ
فرماتے ہیں کہ سنتے ہو سیدانیوں کے بَین — عباسؑ کے الم میں یہ برپا ہے شور و شین
بھائی جہاں سے جانبِ خُلدِ بریں گئے
۶ پُرسے کو بھی چچی کے تم اب تک نہیں گئے

بیکس پھوپھی کو گھر میں تمہارا ہے انتظار — دھڑکے سے ماں کے دل کو نہیں ایک دم قرار
چھوٹی بہن پکارتی ہے تم کو بار بار — دیکھ آؤ اپنے چاہنے والوں کو میں نثار
ہم کوئی دَم میں آبِ دمِ تیغ پیتے ہیں
۷ یہ چند دَم تمہارے بھروسے پہ جیتے ہیں

اصغرؑ کو دیکھو عابدِ مضطر کی لو خبر — سمجھاؤ بیبیوں کو کہ پیٹیں نہ اپنا سَر
رانڈوں کے تم پسر ہو یتیموں کے تم پدر — گھر تھامتے ہیں باپ کے ذی مرتبہ پسر
کس کو یہ داغ پیرِ فلک نے دیا نہیں
۸ سَر پر کسی کے باپ ہمیشہ جیا نہیں

تم سے بھی کم تھے عمر میں جب ہم ہوئے یتیم — ماں بھی نہ تھی یہ اور تھی اک آفتِ عظیم
ہم دونوں بھائیوں کے جگر غم سے تھے دو نیم — پر ہر بلا میں حافظ و حامی رہا کریم
رانڈوں کو یہ الم ہے کہ منہ موڑے جاتے ہیں
۹ ہم تو جہاں میں تم سا پسر چھوڑے جاتے ہیں

کنبے کی جان، باپ کا اقبال، گھر کا نور — یوسفِ جمال، صاحبِ توقیر، ذی شعور
جرّار، بُردبار، دلاور، سخی، غیور — آنکھوں کی روشنی، جگر و قلب کا سرور
خرد و کلاں کو اجرِ زیارت حصول ہے
تم ہو تو اہلِ بیت میں گویا رسولؐ ہے

۱۰
نعمت ہے زیست خلق میں ایسے سعید کی
پیدا ہے نورِ رخ سے ضیا صبحِ عید کی
تھی سب کو آرزو رُخِ روشن کی دید کی
تصویر ہو رسولِ خدائے مجید کی
کیونکر جدا نگاہ سے بیٹا کریں تمہیں
آنکھیں یہ چاہتی ہیں کہ دیکھا کریں تمہیں

۱۱
راحت کے دن ہیں آمدِ فصلِ شباب ہے
پہلا ابھی کتابِ جوانی کا باب ہے
اٹھارویں برس کا بھلا کیا حساب ہے
بے حاشیہ ابھی ورقِ آفتاب ہے
نقطے ہیں خال کے خطِ عنبر فشاں نہیں
بابا نثار ہو ابھی پورے جواں نہیں

۱۲
اکبر تمہاری قدر نہیں ہے کسی کو آہ
اس حُسن کا بشر نہیں کوئی خدا گواہ
ہوتے جو لوگ احمدِ مُرسل کے خیر خواہ
تم کو سمجھتے ثانیِ پیغمبرِ الٰہ
آنکھوں پہ رکھتے فخر سے نعلینِ پاک کو
اکسیر جانتے انھیں قدموں کی خاک کو

۱۳
جینے کی اب خوشی ہے نہ دنیا کی ہے ہوس
ہے دل کو شوقِ آپ دمِ تیغ ہر نفس
بچھڑیں گے تم سے گر ہے تو صد مہ یہی ہے بس
جیتے تو کرتے بیاہ تمہارا اسی برس
دولہا بنا کے شانِ شہانی بھی دیکھتے
طفلی تو دیکھی حُسنِ جوانی بھی دیکھتے

۱۴
پھولو پھلو کہ زینتِ باغِ جہاں ہو تم
آخر ہے عمر پیر ہیں ہم نوجواں ہو تم
شاداں رہے گی روح کہ راحت رساں ہو تم
مرنے کے بعد باپ کا نام و نشاں ہو تم
گر ہم نہیں تو خانۂ زہرا میں تم رہو
اب زندگی یہی ہے کہ دنیا میں تم رہو

۱۵
اکبر کا رنگ اُڑ گیا سنتے ہی یہ کلام — کی عرض ہاتھ جوڑ کے شہ سے کہ یا امام
فرزند ارجمند ہیں سجادِ نیک نام — اکبر تو ہے حضور کا ادنیٰ سا اک غلام
اِس امر سے فزوں کوئی شرمندگی نہیں
آقا کے بعد موت ہے یہ زندگی نہیں

۱۶
بندے ہزار ہم سے نثارِ سرِ حضور — دنیا ہو اور آپ ہوں اے کبریا کے نور
روشن جو ہے جہان اسی دم کا ہے ظہور — ذرہ ہر اک ہے نورِ قدم سے چراغِ طور
ظلمت زُدائے خلق شہِ دیں کی ذات ہے
دنیا میں آفتاب نہ ہو جب تو رات ہے

۱۷
رونق زمیں کی ہے کہ امام زماں ہیں آپ — سایہ ہے جس کا عرش پہ وہ آسماں ہیں آپ
بحرِ جہاں میں باعثِ امن و اماں ہیں آپ — شیرازۂ صحیفۂ کون و مکاں ہیں آپ
فردوں کی ابتری ہے جو دفتر کشا نہ ہو
کیوں کر تھمے جہاز اگر ناخدا نہ ہو

۱۸
افضل ہے کون سبطِ رسالتمآب سے — دنیا میں ہے تو یہ برکت ہے جناب سے
سرسبز ہے زراعتِ عالم سحاب سے — ذرّوں کی زندگی ہے فقط آفتاب سے
چھٹ کر پدر سے باپ کے پیارے کہاں رہیں
جب آسماں نہ ہو تو ستارے کہاں رہیں

۱۹
دم سے حضور کے ہے غلاموں کی ہست و بود — مولا رہیں اس جہاں میں دریِ رحمت و درود
اے چشمۂ عطا و کرم بحرِ فیض وجود — دریا اگر نہ ہو تو حبابوں کی کیا نمود
سب خلق شاہِ دیں سے طلب گارِ عون ہے
جب نوحؑ غرقِ خوں ہو تو کشتی کا کون ہے

۲۰
پھر زیست کیا کرے وہ جو بعد آپ کے جیے
کھائے غم اور خونِ جگر عمر بھر پیے
غیروں نے آج پائے مبارک پہ سر دیے
بچپن سے ہم نے باندھی ہے تلوار کس لئے
اب پنجتنؑ کا خاتمہ ہے کوئی آن میں
۲۱ پھر بھی یہ معرکہ کبھی ہوگا جہان میں

ڈیوڑھی میں آئے روتے ہوئے بادشاہِ دیں
تھامے تھا ہاتھ باپ کا فرزندِ مہ جبیں
شوقِ لقائے شہ میں بڑھی زینبؑ حزیں
بھائی کے گرد پھر کے پسر کی بلائیں لیں
سوزش نہ وہ رہی جگر و دل کے داغ میں
۲۲ گویا بہار آگئی پژمردہ باغ میں

بیت الشرف میں آئے جو شبیرؑ خوش خصال
رانڈوں کو روتے دیکھ کے صدمہ ہوا کمال
بڑھ کر پھوپھی سے بولے یہ اکبرؑ بصد ملال
چلئے ذرا الگ تو کہوں کچھ پدر کا حال
سب گھر نثارِ حضرتِ شبیرؑ کیجئے
۲۳ لٹنے کا طور ہے کوئی تدبیر کیجئے

کانپا یہ سن کے بانوئے ناشاد کا جگر
کی بنتِ فاطمہؑ کی طرف یاس سے نظر
ٹپکا کے اشک آنکھوں سے بولی وہ نوحہ گر
ہے ہے یہ کیا کریں کہ مصیبت میں ہے پدر
بے جا ہلاک کوئی بھی کرتا ہے آپ کو
۲۴ کس طرح چھوڑے زغۂ اعدا میں باپ کو

یہ ذکر تھا ادھر کہ پکارے امامِ دیں
لو الوداع اے حرمِ ختمِ مرسلیں
آپہنچے متصل درِ خیمہ کے اہلِ کیں
لے آؤ جامۂ کہن اے زینبؑ حزیں
رخصت کو آئیں جو مرے نازوں کے پالے ہیں
اکبرؑ کو دیکھیو یہ تمہارے حوالے ہیں

۲۵
اکبرؑ پھوپھی کو دیکھ کے بولے کہ ہے غضب — لو آفت آئی گھر پہ چلے شاہ تشنہ لب
دوڑے سروں کو کھولے ہوئے اہلبیتؑ سب — بانو گری تڑپ کے قدم پر بصد تعب
بیٹے نے تھامے ہاتھ شہِ کربلائی کے
زینبؑ نے سر جھکا دیا سینے پہ بھائی کے

۲۶
شانے پہ منھ کو رکھ کے پکارے شہِ زمن — اماں کی تم سے بُو مجھے آتی ہے اے بہن
بولی یہ ہاتھ جوڑ کے بانوئے خستہ تن — آقا ابھی تو زندہ ہے اکبرؑ سا صف شکن
دکھ درد میں پدر کے پسر کام آتے ہیں
آپ ان کے ہوتے کس لیے میداں جاتے ہیں

۲۷
شہؑ نے کہا بہن مجھے اِس کا نہیں خیال — ہے تم کو صابروں کی طرح صبر میں کمال
اپنے چمن کو دیکھ کے ہوتے ہیں سب نہال — خود چاہتا ہوں میں کہ یہ گل ہو نہ پائمال
شادی کے دن ہیں آس غریب الوطن کی ہے
صدمہ مجھے یہ ہے کہ ریاضت بہن کی ہے

۲۸
بولی وہ عندلیب چمن پر درِ بتولؑ — طُرّہ وہی ہے سب پہ میسر چڑھے جو پھول
اے نخلِ باغِ فیض و گلِ گلشنِ رسولؐ — داغِ گلِ ریاض تمنا بدل قبول
شادی سدا نہیں چمنِ روزگار میں
روئے خزاں میں وہ جو ہنسا ہو بہار میں

۲۹
کیجیے کنیز کی نہ ریاضت کا کچھ خیال — صدقے گلِ ریاضِ نبیؐ پر ہزار لال،
بھائی پہ آ بنی تو بھتیجے کا کیا ملال — ان کو بھی صدقے ہونے کی ہے آرزو کمال
ہاں دل تو چاہتا ہے کہ دم بھر جدا نہ ہوں
کام آئیں غیر جب تو یہ کیوں کر فدا نہ ہوں

۳۰
حلقے سے بی بیوں کے جو نکلا وہ آفتاب	ہمراہ تھے پسر کے امام فلک جناب
چڑھنے لگا فرس پہ تو دل کو رہی نہ تاب	گھبرا کے شہ نے ہاتھ بڑھایا سوئے رکاب
تڑپا جو دل تو ہاتھوں کو حضرت کے تھام کے
سر رکھ دیا پسر نے قدم پر امام کے

۳۱
تھرّا کے عرض کی خلفِ مرتضیٰ ہیں آپ	کعبہ ہیں آپ یا شہِ دیں رہنما ہیں آپ
شہ نے کہا مسافرِ ملکِ بقا ہیں آپ	ہم صورتِ جناب رسولِ خدا ہیں آپ
الفت نہیں یہ پاسِ رسالت مآبؐ ہے
ایسے سعید لال کی خدمت ثواب ہے

۳۲
صدقے میں اس لحاظ کے اے رتبہ داں مرے	عاشق مرے شفیق مرے مہرباں مرے
مہ رو مرے، حسیں مرے، شیریں زباں مرے	پیری میں باپ کیا کرے اے نوجواں مرے
طاقت تھی جس سے دل کو وہ دولت بچھڑ گئی
میں تو یہ جانتا ہوں کہ دنیا اجڑ گئی

۳۳
آتے ہیں ہم بھی خیر سدھارو سفر کرو	اچھا بساؤ دشت کو ویران گھر کرو
تیغوں میں آفتاب سا سینہ سپر کرو	پھر دیکھ لے یہ باپ ذرا منہ ادھر کرو
اک جا رہے یہ غنچۂ خاطر کھلے نہیں
مدت گزر گئی کہ گلے سے ملے نہیں

۳۴
بس اے انیس بس کہ دعا کا ہے یہ مقام	ہو مغفرت خلیق کی یا ربِّ ذوالکرام
مدّاحِ آلِ پاکِ نبیؐ تھا وہ خوش کلام	یا رب اسی بزرگ کا یہ فیض ہے تمام
بندہ وہ کون سا ہے کہ جو بے قصور ہے
گر بخش دے تو کیا تیری رحمت سے دور ہے

ختم شد

رباعی

ہر لحظہ گھٹی جاتی ہے طاقت میری — بڑھتی ہے گھڑی گھڑی نقاہت میری
آتا نہیں آپ رفتہ پھر جو میں انیس — اب مرگ پہ موقوف ہے صحت میری

رباعی

ماں کہتی تھی راحت نہ تمھیں آہ ملی — تصویر تری خاک میں اے ماہ ملی
ماں صدقے برس دن نہ جیے تم بے بے — اصغرؑ تمھیں عمر ایسی کوتاہ ملی

سلام

آپ خنجر سے گلا جب شاہ کا تر ہو گیا — پانی پانی اے سلامی غم سے کوثر ہو گیا
نہر پر جب قتل عباسؑ دلاور ہو گیا — رو کے شہ چلائے میں اب بے برادر ہو گیا
حلق پر بے آب خنجر پھیر کر کہتا تھا شمر — کیوں حسینؑ ابنِ علیؑ اب تو گلا تر ہو گیا
کہتی تھی بانو مری قسمت کی گردش دیکھنا — گھٹنیوں چلنے نہ پایا قتل اصغرؑ ہو گیا
دیکھکر خیمے کی جانب رو دیا عباسؑ نے — مشک میں پیوست جب تیرِ ستمگر ہو گیا
ہو کے غش جب حضرتِ شبیرؑ گھوڑے سے گرے — مستعد تب قتل پر شمرِ ستمگر ہو گیا
پوچھتی تھی راہ گیروں سے سکینہؑ شام میں — کربلا میں دفن فرزندِ پیمبر ہو گیا؟
شمر نے سر شاہؑ کا جب نذر حاکم کو دیا — دیکھکر اس کو بہت شاداں ستمگر ہو گیا
فاطمہؑ لاشے پہ سرورؑ کے یہ رو کر کہتی تھیں — ہائے پیاسا ذبح دریا پر تو دلبر ہو گیا
تیر اصغرؑ کو لگا کر بولا شہ سے حرملہ — دور اب تو دل سے سرور داغِ اکبرؑ ہو گیا
شہؑ نے فرمایا رضائے حق پہ راضی ہے حسینؑ — زخم کا اکبرؑ کے مرہم داغِ اصغرؑ ہو گیا
دیکھکر گود اپنی خالی سب سے بانو کہتی تھی — صاحبو! اس دشت میں گم میرا دلبر ہو گیا
جو ہوا بیمارِ اندوہِ شہِ دیں اے انیس — اوجِ اصحابِ مسیحؑ اس کو میسر ہو گیا

(۳۰)

معصوم علی اصغرؑ

۱

جب رَن میں حسینؑ اصغرؑ بے شیر کو لائے	لختِ جگرِ بانوئے دلگیر کو لائے
جلّادوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے	ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غُل پڑ گیا دیکھو شہِ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اٹھایا ہے قمر کو

۲

معصوم کے رُخ پر ہے عجب حُسن عجب نور	آئینۂ افلاک تجلّی سے ہے معمُور
اسپند ہے اِس رخ کے لئے خالِ رخِ حور	موسیٰؑ کے کفِ دست پہ ہے شمعِ سرِ طور
کیا صاحبِ اعجاز امامِ دوجہاں ہے
نورِ یدِ بیضا بہ سرِ دست عیاں ہے

۳

حُسنِ رُخِ اصغرؑ سے خجل نیّرِ اکبر	خورشید تو ذرّہ ہے ستارہ مہِ انور
گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبیں پر	ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبیں نور فشاں ہے
ہے نصف قمر ابر میں اور نصف عیاں ہے

۴

ابرو کو دیا ہے یدِ قدرت نے عجب خم	بس دو مہِ نو صاف نظر آتے ہیں باہم
ہے نرگسی آنکھوں کا نقاہت سے یہ عالم	دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دم
ہے خواب بھی اِس چشمِ گہربار کو بھاری
جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری

۱۵

آئینہ مرے میں یہ کہاں جلوہ نمائی روشن ہوا دل جس کو وہ صورت نظر آئی
دو دن سے جو اک بوند نہیں پانی کی پائی زردی سی ہے ان پھولوں سے رخسار پہ چھائی
شہ رد کئے ہیں دھوپ کو دامانِ عبا سے
۱۶ ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بدن گرم ہوا سے

روشن وہ گلا شمعِ تجلّی کی ہے تصویر سو اس پہ لگے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر
دو روز سے پانی نہ مقدر میں ہے نہ شیر اور کنٹھ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلو گیر
اب دودھ بھی اور طوق بھی منت کا بڑھے گا
۱۷ فریاد ہے نیزے پہ یہ سر کٹ کے چڑھے گا

کیا دوش و بر و ساعد و بازو کا کہیں طور سب نور کے سانچے میں ڈھلے ہیں جو کرو غور
تھا سادہ سینہ ہے کہ آئینۂ بلّور کس طرح اٹھا ایسے پہ دستِ ستم و جور
ان ہاتھوں پہ جو پنجتنی ہیں وہ فدا ہیں
۱۸ گو مٹھیاں باندھے ہیں مگر عقدہ کشا ہیں

گو سن میں بہت کم ہیں پہ رتبہ ہے زیادہ ہے موسمِ طفلی میں جوانوں کا ارادہ
کیوں ہو نہ اولوالعزم وہ عالم کا خوزادہ زہرا سی تو دادی اسد اللہ سا دادا
ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے
۱۹ بے جنگ کئے خلق میں کیا نام کیا ہے

نازک ہے لبِ لعل جو برگِ گل تر سے وہ پانی کو محتاج رہے دودھ کو ترسے
گہوارے میں دم توڑتے ہیں چار پہر سے لے آئے ہیں گھبرا کے شہ دیں اُسے گھر سے
بچے کو اماں ظلم کے بانی نہیں دیتے
منہ کھولے ہے معصوم وہ پانی نہیں دیتے

۱۰

وہ ننھے سے کُرتے کے تلے چاند سا سینہ — جس میں نہ کدورت نہ حسد اور نہ کینہ
خوشبو میں پہ از عطرِ گلاب اس کا پسینہ — سینہ نہیں اِک دُرِّ نجف کا ہے نگینہ
اب خون میں وہ ڈوب کے یاقوت بنے گا
۱۱ جس جھولے میں وہ پلتے ہیں تابوت بنے گا

اعدا کو دکھاتے ہیں منہ اس کا شہِ خوش خو — میدان میں تجلّی ہے مہ و مہر کی ہر سُو
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو — کھولے ہیں دہن مثلِ صدف اصغرِؑ مہ رُو
پیاسا ہے پسر اشکوں سے منہ دھوتے ہیں شبیرؑ
۱۲ بچے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیرؑ

کچھ گھٹنیوں چلنے سے ابھی تک نہیں آگاہ — ہیں راہِ الٰہی میں مگر باپ کے ہمراہ
ہے عمر تو کوتاہ پہ ہمت نہیں کوتاہ — اِس سِن میں عجب عزم ہے العظمۃ للہ
میدان میں مرنے کیلئے آئے ہیں گھر سے
۱۳ پہلے ہی فردوس میں پہنچیں گے پدر سے

فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے مرے پیارے — بتلاؤ مجھے کیا کہوں میں اہلِ جفا سے
گویا نہیں اِس وقت زباں فرطِ حیا سے — کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے
اَدنا سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے
۱۴ اب صبر کرو! نہرِ لبن دُور نہیں ہے

لیکن تری مادر پہ تری پیاس ہے دُشوار — دروازے پہ سر کھولے کھڑی ہے وہ دل افگار
میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار — کرتا ہوں لعینوں سے تری پیاس کا اِظہار
پر وہ نہیں دینے کے مرے دِل کو یقیں ہے
اِس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

۱۵
یہ کہہ کے پکارا اسد اللہ کا جانی کچھ کہتا ہوں یارو علی اصغرؑ کی زبانی
اب اُٹھ نہیں سکتا تعب تشنہ دہانی کہتے ہیں کہ اِک بوند پلا دو ہمیں پانی
دِن آج تمہارا ہے تو کل ہوگا ہمارا
فردوس کی نہروں پہ عمل ہوگا ہمارا

۱۶
اب چُوکے تو بخشش کا کوئی طور نہیں ہے کوثر پہ پہنچنے کی سبیل اور نہیں ہے
ہم پیاس سے مرتے ہیں تمہیں غور نہیں ہے سوچو یہ مقامِ ستم و جور نہیں ہے
مُسلم ہو طریقِ اسد اللہ پہ آؤ!
بہکے ہوئے پھرتے ہو کدھر، راہ پہ آؤ!

۱۷
بس دل میں نہیں نورِ محبت کا ہماری قرآں سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری
بے کار ہے گر عمر عبادت میں گزاری کچھ نفع نہ بخشے گی اُسے طاعتِ باری
عشقِ اسد اللہ کا داغ اس میں نہیں ہے
بے نور ہے وہ گھر کہ چراغ اس میں نہیں ہے

۱۸
جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ گنہگار بخشائیں گے ہم اور انہیں بخشے گا غفار
پلّے پہ علیؑ ہوویں گے اور احمدِ مختار ہو جائے گی میزانِ عمل آپ سبک بار
ہے دوستیٔ آلِ انہیں روزِ ازل سے
پیارا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

۱۹
جو لوگ ہیں ثابت قدمِ الفتِ حیدرؑ بالائے صراط ان کے نبیؐ ہوویں گے رہبر
فرمائیں گی یہ فاطمہؑ ان لوگوں سے آکر لو تھام لو ہاتھوں سے میرا گوشۂ چادر
دَم بھرتے رہو تم سحر و شام علیؑ کا
جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو نام علیؑ کا

۲۰

تم لوگوں میں احمدؐ نے امانت ہمیں چھوڑا سو تم نے تو سر رشتۂ اُلفت ہی کو توڑا
قرآں سے بھی تم پھر گئے مُنہ ہم سے بھی موڑا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا
اولادِ نبیؐ قابلِ بیداد نہیں ہے
۲۱ کیا آیۂ لَا اَسْـَٔلُکُمْ یاد نہیں ہے

اِن پھول سے رُخساروں کے کُمھلانے کو دیکھو گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو دیکھو
اِن سوکھے ہوئے ہونٹوں کے مُرجھانے کو دیکھو غش آنے کو اور سانس اُلٹ جانے کو دیکھو
ناحق ہے عداوت تمہیں نازوں کے پلے سے
۲۲ پھر دو گے تو پانی بھی نہ اُترے گا گلے سے

سُن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پکارے خیر آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے
اَطفال جئیں یا کہ مَریں پیاس کے مارے تم لوگوں کا حصّہ نہیں پانی میں ہمارے
ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
۲۳ بچّے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر ہم پیاس بجھائیں گے تو کوثر ہی پہ جا کر
ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغرؑ کو لٹا کر دریا سے تمھی پانی پلا دو اِسے لا کر
اپنے لئے سائل کبھی پانی کا نہ ہوں گا
۲۴ بچّہ مِرا بچ جائے میں پیاسا ہی رہوں گا

بڑھ کر بنِ کاہل نے کہا اے شہِ والا اکبرؑ کو تو دیکھا، اسے میں نے نہیں دیکھا
دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرا سُنتا ہوں کہ ہم صورتِ حیدرؑ ہے یہ بچّا
حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیمبرؐ کی زیارت
باقی ہے مگر حیدرِ صفدرؑ کی زیارت

۲۵
شبیرؑ نے اس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا — چلّے سے کماں دار نے واں تیر ملایا
خم ہو کے اسے مثلِ کماں شہؑ نے بچایا — مانندِ اجل ناوکِ تیرِ ستم آیا
شبیرؑ چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو!

۲۶
فوّارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا! — سب خون میں تر ہو گیا بچے کا شلوکا
دم آ کے رُکا حلق میں اس تشنہ گلو کا — خوں منہ سے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا
ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
جب آئی تھی ہچکی تو لپٹتا تھا پدر سے

۲۷
جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا — دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چلّا کے عجب درد سے روئے شہؑ والا — نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہہ و بالا
غل تھا کہ اب اُمّت کا نگہبان علیؑ ہے
فریاد کو زہراؑ طرفِ عرش چلی ہے

۲۸
شہؑ لاش کو ہاتھوں پہ اٹھا کر یہ پکارے — اے بارِ خدا خلق سے اصغرؑ بھی سدھارے
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے — کچھ اور پئے نذر نہ تھا پاس ہمارے
یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ!
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ!

۲۹
گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق — رتبہ ہے ترا صبر میں ایوبؑ سے فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق — ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں ترے لائق
باقی فقط اک مرحلۂ خنجرِ کیں ہے
اب وصل کا عشوق کے ہنگام قریں ہے

۳۰
سُن کر یہ صدا گردنِ تسلیم جھکائی تلوار سے کھودی لحد اور لاش اٹھائی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی تعویذ پہ منہ رکھ دیا رقت بہت آئی
فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغرؑ
۳۱ ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغرؑ

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار بانوئے دل افگار کی دولت سے خبردار
لختِ جگرِ شاہ ولایت سے خبردار اِس بندۂ بیکس کی بضاعت سے خبردار
یہ گوہرِ نایاب ہے پاکیزہ صدف ہے
۳۲ سونپا ہے تجھے میں نے نگیں دُرِّ نجف کے

فرما کے یہ گھوڑے پہ چڑھے سبطِ پیمبرؐ رو کر کہا اب خیمے میں جانا نہیں بہتر
کیا جا کے سناؤں خبرِ رحلتِ اصغرؑ پڑھتے رجز آئے صفِ اعدا کے برابر
سُرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھ کو قبضے پہ دھرے تھے
۳۳ کپڑے تنِ پُرنور کے سب خوں میں بھرے تھے

خاموش انیسؔ! اب کہ بہت رونے کا ہے جوش ہوگی نہ محبّوں کو تری یاد فراموش
اللہ نے بخشی ہے جنھیں چشمِ خطا پوش کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقلِ ذی ہوش
تعریف کریں خاص تو ہے کام کی تعریف
کب مانتے ہیں اہلِ سخن عام کی تعریف ختم شد

رباعی

زیست اپنی غمِ شہؑ میں بسر کر لے تو آنکھوں کو بھی آنسوؤں سے تر کر لے تو
رکھ ہاتھ کو اپنے شغلِ ماتم میں سدا پھر قصرِ جناں انیسؔ گھر کر لے تو

سلام

رنج دنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہیں
جُز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہیں

کربلا پہنچے زیارت کی ہمیں پروا ہے کیا
اب اِرم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہیں

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے
سر جہاں رکھتے ہیں سب واں ہم قدم رکھتے نہیں

صورتِ محراب خم ہو کر بقصد عجز و نیاز
سر نہ رکھیں گر تو منبر پر قدم رکھتے نہیں

دیکھنا کل ٹھوکریں کھاتے پھریں گے انکے سر
آج نخوت سے زمیں پر جو قدم رکھتے نہیں

کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہیں
جب بڑھاتے ہیں تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہیں

دھو دیئے اشکوں نے دفتر کے تمام اعمالِ زشت
ہم تری پروا کچھ اے ابرِ کرم رکھتے نہیں

جو سخی ہیں مالِ دنیا سے ہیں خالی انکے ہاتھ
اہلِ دولت جو ہیں وہ دستِ کرم رکھتے نہیں

جو مقرر ہے وہ ملتا ہے تری سرکار سے
ہم ہیں صابر کچھ خیالِ بیش و کم رکھتے نہیں

زور دانش سے لیا ہے ہم نے میدانِ سخن
اور نیزہ ہاتھ میں غیر از قلم رکھتے نہیں

یہ دوات و خامہ ہے ملکِ فصاحت کا نشاں
کون کہتا ہے کہ ہم طبل و علم رکھتے نہیں

نقدِ جاں تک دیکے ہم جاتے ہیں یاں سے وقتِ کوچ
عاریت جو شے ہے اُسکو پاس ہم رکھتے نہیں

ایک کشکولِ توکل ایک نقدِ جاں ہے پاس
ہیں غنی دل کے کوئی دام و درم رکھتے نہیں

کہتے تھے سجادؑ کھنچ سکتی نہ تھیں جب بیڑیاں
کیا کروں اس بوجھ کی طاقت قدم رکھتے نہیں

کہتی تھیں رانڈیں کے لوٹو گے آکر ظالمو!!
سیم و زر شبیرؑ کے اہلِ حرم رکھتے نہیں

فقر و فاقے میں ہمیشہ ہو گئی سب کی بسر
ان رداؤں کے سوا کچھ اور ہم رکھتے نہیں

یہ مکاں محبوبِ حق کا ہے نہ آنا اس طرف
بے اجازت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں

چادریں جب چھینیں رانڈوں کی تو عابدؑ نے کہا
کچھ حیا اور شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہیں

مرثیہ اک دن میں کیا سب کہہ کے اٹھو گے انیسؔ
ہاتھ سے کیوں آج قرطاس و قلم رکھتے نہیں

(۳۱)

شہیدانِ کربلا

۱
جب غازیانِ فوجِ خدا نام کر گئے　　لاکھوں سے تشنہ کام لڑے، کام کر گئے
اُمّت کی مغفرت کا سرانجام کر گئے　　فیض اپنا مثلِ ابرِ کرم، عام کر گئے
پڑھتے ہیں سب درود جو ذکر اُنکے ہوتے ہیں
ایسے بشر وہ تھے کہ ملک اُن کو روتے ہیں

۲
دیں دار و سرفروش و شجاع و خوش اعتقاد　　ہاتوں میں تیغیں اور دلوں میں خدا کی یاد
زخموں کو نخلِ قد پہ وہ سمجھے گُلِ مراد　　مردانگی یہ، پیاس میں فاقوں میں، یہ جہاد
تیغوں سے بند کون سا ان کا کٹا نہ تھا
پر معرکے سے پاؤں کسی کا ہٹا نہ تھا

۳
برسوں رہے گا چرخ میں گر آسمانِ پیر　　لیکن نظر نہ آئے گا ان کا کہیں نظیر
گورے وہ ان کے پاؤں، وہ روئے مہِ منیر　　خورشید جن کے سامنے اِک ذرّہ حقیر
پُرخوں قبائیں، جسم پہ، سینے تنے ہوئے
پہنچے ریاضِ خلد میں دُولھا بنے ہوئے

۴
رستم اٹھا نہ سکتا تھا سر اُن کے سامنے　　شیروں کے کانپتے تھے جگر اُن کے سامنے
پھیکی تھی روشنیٔ قمر اُن کے سامنے　　اُڑتا تھا رنگِ روئے سحر اُن کے سامنے
بخشا تھا نورِ حق نے ہر اِک خوش صفات کو
ہوتا تھا دِن، جو گھر سے نکلتے تھے رات کو

۵
پیشانیوں پہ جلوہ نما اخترِ سجود دیکھیں جو اُن کا نور تو قدسی پڑھیں درود
رُخ سے عیاں جلال و جواں مردی و نمود شیدائے آلِ شیفتۂ واجبُ الوجود
جینے کی شاہِ دیں کو دعا دے کے مر گئے
ایماں کے آئینے کو جلا دے کے مر گئے

۶
سر پر عمامے چاندسی پیشانیوں پہ نور حاضر گلا کٹانے کو سب شاہؑ کے حضور
لب برگِ گل سو سوکھے ہوئے پیاس کا وفور یکتا ہر اک مگر نہ تکبر نہ کچھ غرور
پیروِ امامؑ کے تھے نہ کیوں خوش طریق ہوں
آقا حسینؑ سا ہو تو ایسے رفیق ہوں

۷
ہر دم فروتنی کا لبوں پر کلام تھا شکرِ خدا سے ان کی زبانوں کو کام تھا
ایک ایک دل سے عاشقِ شاہِ انام تھا آنکھوں میں نشۂ مئے حبِّ امامؑ تھا
ہر حال میں وہ لوگ رضا جوئے شاہ تھے
رُخ اُن کے مثلِ قبلہ نما سوئے شاہ تھے

۸
ذی جاہ و ذی جلالت و ذی فہم و ذی شعور شائق ریاضِ خلد کے مشتاقِ وصلِ حور
ہر شخص نشۂ مئے حبِّ علیؑ میں چور ذکرِ دعائے نور سے پیشانیوں پہ نور
ذرّہ نہ مہر و ماہ میں اور ان میں فرق تھا
اِک اِک جوان حسن کے دریا میں غرق تھا

۹
ناگاہ فوجِ شام میں بجنے لگا دُہل تیغیں کھنچیں چمکنے لگے برچھیوں کے پھل
کڑکیں کمانیں آنے لگے ناوکِ اجل شیروں کے تیوروں پہ پڑے اس طرح بھی بل
تن تن کے ہونٹ چاب کے تھرا کے رہ گئے
تیروں کے زخم شاہ کو دکھلا کے رہ گئے

۱۰
بولے یہ رنگ دیکھ کے شبیرؑ خوش نہاد　　ہاں اے مجاہدوراہ حق میں کرو جہاد
جوں غنچہ کھل گئے وہ جواں ہو کے شاد شاد　　سُرخی لبوں پہ آگئی پایا گلِ مراد
بڑھ بڑھ کے پیدلوں نے سواروں سے جنگ کی
ایک ایک تشنہ لب نے ہزاروں سے جنگ کی

۱۱
تاثیر کر گئی تھی انھیں صحبتِ امامؑ　　تھا نزع میں بھی خشک لبوں پر خدا کا نام
لبریز تھے محبتِ حیدرؑ سے دل کے جام　　ذی قدر، ذی شعور، دلاور، خجستہ گام
لشکر جو اُن پہ ٹوٹ پڑے شام و روم کے
تلواریں کھائیں جسموں پہ کیا جھوم جھوم کے

۱۲
لاکھوں میں انتخاب، ہزاروں میں لاجواب　　تھا خشک و تر پہ جن کا کرم صورتِ سحاب
وہ نور، وہ جلال، وہ صورت وہ آب و تاب　　زہراؑ کے گھر کے چاند، زمانے کے آفتاب
بس یک بیک جہاں میں اندھیرا سا چھا گیا
دن بھی ڈھلا نہ تھا کہ زوال ان پہ آگیا

۱۳
گُل ہو گئے عقیل کی تربت کے جب چراغ　　جعفر کے لاڈلوں نے دیئے شہؑ کے دل کو داغ
ماتم سے بھانجوں کے ہوا تھا نہ انفراغ　　پامال ہو گیا حسنِ مجتبےٰؑ کا باغ!
لاشے اُٹھائیے، جنگ کرے یا بُکا کرے
جس پر گریں یہ کوہِ مصیبت وہ کیا کرے

۱۴
صدمہ یہ تھا کہ لٹنے لگی دولتِ پدر　　نکلے نبرد کو اسد اللہ کے پسر
مارے گئے جہاد میں جس دم وہ شیرِ نر　　رخصت ہوئے حسینؑ سے عباسؑ نامور
دریا بہے لہو کے، بڑا کشت و خوں ہوا
ڈھلتی تھی دوپہر کہ علم سرنگوں ہوا

۱۵
پیری میں قہر ہے، خبرِ مرگِ نوجواں ریتی پہ تھر تھرا کے گرے شاہِ انس وجاں
نکلیں سروں کو پیٹتی خیموں سے بیبیاں تھا خانۂ علیؑ میں تلاطم کہ الاماں
یوں گھر اُلٹ پلٹ تھا امامِ حجاز کا
جس طرح ٹوٹ جاتا ہے لنگر جہاز کا

۱۶
غُل تھا کہ خوں میں بھر گیا سقائے اہلبیتؑ دنیا سے کوچ کر گیا سقائے اہلِ بیتؑ
ہم لُٹ گئے، گزر گیا سقائے اہلِ بیتؑ فریاد ہے کہ مر گیا سقائے اہلِ بیتؑ
ہے ہے کہاں سے اپنے بہشتی کو لائیں گے
سُوکھی زبان اب کسے بچے دکھائیں گے

۱۷
ظاہر میں گرچہ تھے رفقا شاہؑ کے قلیل پیشِ خدا مگر وہ حقیقت میں تھے جلیل
جرأت میں بے نظیر، شجاعت میں بے عدیل سرگرم جان دینے پہ سب صورتِ خلیلؑ
فاقوں میں صبر و شکر سے دل انکے سیر تھے
جاں باز تھے، جری تھے، مجاہد تھے، شیر تھے

۱۸
جس غول پر جھپٹ کے گئے صورتِ اسد بھاگے وہ لوگ چھوڑ کے دشتِ ستم کی حد
لاکھوں میں ان کا وار کوئی کرسکا نہ رد نعرہ ہر ایک ضرب میں تھا یا علیؑ مدد
دو ٹکڑے کرتے تھے وہ مجمعِ قومِ جہول میں
گھوڑوں کو عرض میں تو سواروں کو طول میں

۱۹
کس کس دلاوری سے وہ خاصانِ رب لڑے اس شان سے کبھی نہ عجم نے عرب لڑے
دریا کے سمت رُخ نہ کیا، تشنہ لب لڑے پیاسے تھے تین روز کے لیکن عجب لڑے
بے دست ہوگئے تو یہ جوہر دکھا گئے!
لوہے کو مثلِ شیرِ درندہ چبا گئے!

۲۰
الحق، تھے شیرِ بیشۂ ہیجا وہ صف شکن! مرنے کی یہ خوشی تھی، کہ خنداں تھے زخمِ تن
کھا کھا کے تیر کہتے تھے وہ غیرتِ چمن قربان بندہ پروریٔ سرورِ زمن
غازی، ستم گروں سے دغا کر کے مر گئے
حقِ نمک جو تھا، وہ ادا کر کے مر گئے

۲۱
جب داخلِ جناں ہوئے وہ خاصگانِ حق برہم ہوئے نبیؐ کے مرقع کے بھی ورق
فرزند فاطمہؓ کو نہایت ہوا قلق صدمے سے ہو گیا رُخِ انور کا رنگ فق
چمکی جو اُن کی تیغ تو بجلی چمک گئی
شیروں کی آنکھ خوف کے مارے جھپک گئی

۲۲
لڑکے ہوئے جو معرکہ آرائے کارزار واں کے جواں نہ روک سکے نیمچوں کے وار
پیدل نہ اُن کی ضرب سے بچتا کوئی سوار کر دیتے تھے وہ ایک کو دو اور دو کو چار
چھوٹے سے نیمچوں سے ستم گر تنگ تھے
گہ سر پہ، گہ کمر پہ، کبھی زیرِ تنگ تھے

۲۳
لشکر میں اہلِ ظلم کے غل تھا کہ الاماں دو بجلیاں چمکتی ہیں بھاگے کوئی کہاں
ان سے کہیں پناہ نہیں زیرِ آسماں یہ کس کے شیر ہیں کہ نہیں جن کو خوفِ جاں
حضرت پکارتے تھے کہ دو دن کے پیاسے ہیں
جس کا پسر ہوں میں یہ اسی کے نواسے ہیں

۲۴
پامال کر کے فوج کو جب وہ ہوئے تمام روشن کیا چراغِ حسنؑ نے تب اپنا نام
نکلا جہاد کرنے کو پھر بازوئے امامؑ ایسا لڑا کہ ڈوب گئی خوں میں فوجِ شام
روئے امامؑ اس کی جوانی کے واسطے
دریا پہ قتل ہو گیا پانی کے واسطے

۲۵

رخصت ہوا پدر سے علی اکبرؑ دلیر
لشکر کو سرکشوں کو کیا دم میں اس نے زیر
آخر ہجوم کر کے لیا ظالموں نے گھیر
برچھی جگر پہ چل گئی ، مارا گیا وہ شیر
صدمے سے حالِ سبطِ نبیؐ غیر ہو گیا
۲۶ ناظہر، سب کا خاتمہ بالخیر ہو گیا

ہاں شاہِ دیں کے تعزیہ دارو بکا کرو!
ہاں اے خدا کے دوست کے پیارو بکا کرو
ماتم میں ہاتھ سینے پہ مارو بکا کرو
اکبرؑ جہاں سے اٹھ گئے یارو بکا کرو
سمجھو شریکِ بزمِ شہِؑ مشرقین کو
۲۷ دے نوجوان بیٹےؑ کا پرسہ حسینؑ کو

اولاد والو ذرد کرو شہ کے دل کا یاد
نے آج کی خبر ہے نہ ہے کل کا اعتماد
کیسا تڑپتے ہوئیں گے شبیرؑ خوش نہاد
بیٹا جہاں سے اٹھ گیا ناشاد و نامراد
خوش رو تھے، خوش مزاج تھے، شیریں بیان تھے
۲۸ بیٹو جوانو! اکبرؑ مہرو جوان تھے

ہے ہے حسینؑ! آپ کا دلبر بچھڑ گیا
فریاد ہے شبیہِ پیمبرؐ بچھڑ گیا
واحیف، وادریغ دلاور بچھڑ گیا
دردا وحسرتا علی اکبرؑ بچھڑ گیا
مظلومیت پہ تشنہ دہانی پہ روئیں گے
۲۹ جب تک جئیں گے اس کی جوانی پہ روئیں گے

تنہا کھڑے تھے دل کو سنبھالے ہوئے حسینؑ
ہلتا تھا چرخ کہتے تھے جب ہائے نورِ عین
خیمے کے در پہ بیبیاں روتی ہیں کر کے بین
چلاتی تھی یہ فاطمہؑ زہرا یہ شور و شین
صدمے سہوں کلیجے پہ کس کس کے داغ کے
افسوس پھول جھڑ گئے سب میرے باغ کے

۳۰

راوی نے یہ لکھا ہے کہ اسدم بحالِ زار لائے حسینؑ ہاتھوں پہ اک طفلِ شیرخوار
دن کو ہوا قِران مہ و مہر آشکار مرجھا گیا تھا پیاس سے لیکن وہ گلعذار
تھا فرطِ غش سے ننھا سا منکا ڈھلا ہوا
۳۱ باندھے ہوئے تھا مٹھیاں منہ تھا کھلا ہوا

بولے دکھا کے بچے کو شاہِ فلک سریر مرتا ہے پیاس سے یہ مرا کودکِ صغیر
پانی ملا ہے کل سے نہ ممکن ہوا ہے شیر للہ اس غریب پہ کر رحم اے امیر
مہماں ہے کوئی آن کا ہونٹوں پہ جان ہے
۳۲ اس کا قصور کیا ہے کہ یہ بے زبان ہے

فرما کے یہ حسینؑ چلے سوئے خیمہ گاہ گھوڑے بڑھا بڑھا کے ہوئی فوج سدِّراہ
تنہا کماں کشوں میں گھرا فاطمہؑ کا ماہ چھپتے اِدھر اُدھر یہ نہ پائی کہیں پناہ
چھایا ستم کا ابر شہِ نامدار پر
۳۳ تیروں کا مینہ برسنے لگا شیرخوار پر

کتنا بچایا شہ نے اجل سے نہ بچ سکا کڑکی ادھر کمان ادھر چھد گیا گلا
آنسو بھر آئے آنکھوں میں منکا جو ہیں ڈھلا آنکھوں سے شہ نے آنکھیں ملیں منہ سے منہ ملا
جو حسرتیں تھیں دل میں قضا نے نکال دیں
۳۴ ننھی سی باہیں باپ کی گردن میں ڈال دیں

بس اے انیس ضعف سے لرزاں ہے بند بند عالم کو یادگار رہیں گے یہ چند بند
نکلے قلم سے ضعف میں کیا کیا بلند بند عالم پسند ہیں سلطاں پسند بند
یہ فصل اور یہ بزمِ عزا یادگار ہے
پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے

ختم شد

رباعی

اندیشۂ باطل سحر و شام کیا
عقبیٰ کا نہ ہائے کچھ سرانجام کیا،
ناکام چلے جہاں سے افسوس انیسؔ
کس کام کو یاں آئے تھے کیا کام کیا،

سلام

گذر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا
مگر حسینؑ سے صابر کو اضطراب نہ تھا

نمود و بودِ بشر کیا محیطِ عالم میں
ہوا کا جب کوئی جھونکا چلا حباب نہ تھا

فشار سے جو بچا میں ہوا زمیں کو عجب
صدا یہ قبر نے دی حکم بوتراب نہ تھا

اگر بہشت میں ہوتے نہ کوثر و تسنیم
تو رونے والوں کی آنکھوں کا کچھ جواب نہ تھا

نہ جانے برق کی چشمک تھی یا شرر کی لپک
ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب نہ تھا

حسینؑ اور طلبِ آب اے معاذ اللہ!
تمام کرتے تھے حجت سوالِ آب نہ تھا

جسے نبیؐ نے بلایا ہوا وہ نخلِ نہال
ثمر اسے بھی دیئے جو کہ باریاب نہ تھا

علیؑ کے پائے مبارک نے جو ضیا پائی
وہ نور حضرتِ موسیٰؑ کو دستیاب نہ تھا

ہر اک کے ساتھ ہے روشن دلو! طلوع و غروب
سحر کو چاند نہ تھا شب کو آفتاب نہ تھا

فقط حسینؑ کے بچوں پہ بند تھا پانی
بہت قریب تھی وہ نہر قحطِ آب نہ تھا

یزید تخت پہ تھا اور تلے حسینؑ کا سر
الٹ گیا تھا زمانہ یہ انقلاب نہ تھا

برہنہ اونٹ پہ سیدانیاں تھیں بلوے میں
وہ دیکھتے تھے تماشہ جنھیں حجاب نہ تھا

وہ لوگ جمع تھے قتلِ حسینؑ پر کہ جنھیں
خدا سے خوف محمدؐ سے کچھ حجاب نہ تھا

اُدھر تھی ذاتِ خدا اور اِدھر رسولِ کریم
سوائے پردۂ چشم اور کچھ حجاب نہ تھا

ہم اس زمیں پہ ہوئے دفن اے خوشا قسمت
سوائے رحمتِ باری جہاں حجاب نہ تھا

انیسؔ عمر بسر کردو خاکساری میں
کہیں نہ یہ کہ غلام ابوتراب نہ تھا

(۴۲)

امام حسینؑ کی آخری رخصت

۱
جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم سے　　سب بی بیاں لپٹیں شہِ والا کے قدم سے
حضرت نے کہا قطع محبت کرو ہم سے　　جینے کے نہیں ہم علی اکبرؑ کے اَلم سے
بابا سے نہ جب تک وہ گل اندام ملے گا
تب تک نہ ہمیں ایک دم آرام ملے گا

۲
سب مر چکے، اب کس کے لئے سر نہ کٹائیں　　ایسے نہیں بچھڑے کہ جو اکبرؑ چلے آئیں
کس طرح سے اُس یوسف گم گشتہ کو پائیں　　ہے فرق بصارت میں، کدھر ڈھونڈنے جائیں
بے اُن کے نہ کھانے کا، نہ پینے کا مزہ ہے
فرزند سلامت ہو تو جینے کا مزہ ہے

۳
اِک جانِ حزیں اتنا یہ کہا رنج اُٹھائے　　راحت اب اِسی میں ہے کہ جلدی اَجل آئے
زخمِ جگر و دل کسے شبیرؑ دکھائے　　اللہ تباہی یہ کسی گھر پہ نہ لائے
تاراج نہ اس طرح سے ہو باغ کسی کا!
اب مجھ کو دکھائے نہ خدا داغ کسی کا

۴
آگے مرے مارے گئے دو بھانجے پیارے　　قاسمؑ بنے دنیا سے پُر ارمان سدھارے
عباسؑ کا غم پوچھے کوئی دل سے ہمارے　　اکبرؑ کے تو مرنے سے ہوئے گور کنارے
اب پاس نہ بھائی، نہ بھتیجا، نہ پسر ہے
تو داغ اور اِک دل یہ ہمارا ہی جگر ہے

۵
اِک عمر میں سَو آرزؤوں سے جنھیں پایا — یاں تین پہر میں انھیں ہاتھوں سے گنوایا
پچھتاتا ہوں، کیوں ساتھ وطن سے انھیں لایا — تقدیر نے کس کس کا مجھے داغ دکھایا
کیا جانتا تھا خاک میں انصار ملیں گے
تاحشر اب ایسے نہ وفادار ملیں گے

۶
میں کہتا تھا، کٹ جائے گا جب تن سے مرا سَر — سب روئیں گے اور غسل و کفن دیویں گے گھر
بابا کا اُٹھائیں گے جنازہ علی اکبرؑ — سو مر گئے وہ، زندہ ہے فرزندِ پیمبرؐ
رُوحِ علی اکبرؑ سے ہمیں شرم بڑی ہے
میدان میں بے گور و کفن لاش پڑی ہے

۷
جس طرح سے رو پیٹ چکے اُن کے اَلم میں — ہم کو بھی اُسی طرح سے رونا کوئی دم میں
اب جاتے ہیں گھر جانے کو ہم فوجِ ستم میں — پھر آنے کا یاں حوصلہ باقی نہیں ہم میں
جب جاتے تھے، سب گھیر کے لے آتے تھے ہم کو
وہ مر گئے، جو پھیر کے لے آتے تھے ہم کو

۸
اب کون ہے، جو دوڑ کے روکے گا مری راہ — جو پاؤں پہ گر کے تھے کوئی اُن میں نہیں آہ
صدمے ہیں جو مجھ پر، کوئی ان سے نہیں آگاہ — واللہ نہیں جینے کا اب اسد اللہ
وہ سمجھے، کلیجے پہ چھُری جس کے چلی ہو!
اکبرؑ نہیں دنیا میں، حسینؑ ابنِ علیؑ ہو!

۹
اللہ کو سونپا تمھیں، اے زینبؑ و کلثومؑ — لگ جاؤ گلے، تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا مرا حلقوم — ہے صبر کا اماں کا طریقہ تمھیں معلوم
مجبور ہیں، ناچار ہیں، مرضی خدا سے
بھائی نہیں جی اُٹھنے کا فریاد و بکا سے

١٠ جس وقت مجھے ذبح کرے فرقۂ ناری رونا نہ سُنے، آئے نہ آواز تمہاری
بے صبروں کا شیوہ ہے، بہت گریہ وزاری جو کرتے ہیں صبر، ان کی خدا کرتا ہے یاری
ہوں لاکھ ستم، رکھیو نظر اپنی، خدا پر
اِس ظلم کا انصاف ہے اَب روزِ جزا پر

١١ کہہ کر یہ سخن شاہ کے آنسو ہوئے جاری چھاتی سے لپٹ بھائی کی، زینبؑ یہ پکاری
اے سیّدِ مظلوم! بہن ہوگئی واری میں جانے نہیں دینے کی حضرت کی سواری
تب جائیو! جب جی سے گزر جائے گی زینبؑ
حضرت نے کمر باندھی تو مرجائے گی زینبؑ

١٢ دُکھیاری ہوں بھیّا نہ مری آس کو توڑو! صدقے گئی پردیس میں بھینا کو نہ چھوڑو
برگشتہ زمانہ ہوا منھ تم تو نہ موڑو! مجھ سے تو نہ فرماؤ کہ ہاتھوں کو نہ جوڑو
منّت بھی کروں گی میں قدم پر بھی گروں گی
سر ننگے مگر قید میں دَر دَر نہ پھروں گی

١٣ اِن باتوں سے زینبؑ کی دِل شاہؑ بھر آیا رو رو کے گلے خواہرِ بیکس کو لگایا
اور پونچھ کے آنسو یہ محبّت سے سُنایا تم نے بھی تو بے صبر بہن ورثے میں پایا
ہم حلق پہ لیں تیغِ ستم دشتِ بلا میں
تم رنجِ اسیری کا سہو راہِ خدا میں

١٤ ماں صابرہ ہے صبر تو ہے کام تمہارا دکھیاری ہو بے چینی ہے آرام تمہارا
مارا گیا ہر ایک گُل اندام تمہارا بھائی کو کرو قتل تو ہے نام تمہارا
جو کہتے ہیں ہم اس کو گوارا کرو زینبؑ!
شبّیرؑ کو اُمّت سے نہ پیارا کرو زینبؑ!

۱۵ اِس راہ میں گھر لُٹنے کا کچھ دھیان نہ لانا　　چھن جائے ردا سر سے تو سر ننگے ہی جانا
پردہ جو نہ ہو بالوں سے چہرے کو چھپانا　　بازو جو بندھیں بہرِ دعا ہاتھ اُٹھانا
مقبول بہن عجز ہے درگاہِ خدا میں
۱۶ بندھوایا ہے حیدر نے گلا راہِ خدا میں

زینبؑ نے کہا جب یہ سُنی بھائی کی تقریر　　مرضی جو یہی ہے تو رضامند ہے ہمشیر
پر آپ کی گردن پہ چلے جس گھڑی شمشیر　　بھینا نہ کہیں کی رہی ہے ہے مری تقدیر
دَر دَر پھروں گی قید میں بھی جاؤں گی بھائی
۱۷ تب ہوگا مگر تم کو کہاں پاؤں گی بھائی

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ صدا رونے کی آئی　　زینبؑ نے کہا بانو کی آواز ہے بھائی!
کچھ سوچ کے گردن شہِ بیکس نے جھکائی　　فرمایا کہ جانکاہ ہے اندوہِ جدائی
اِک داغ اُٹھایا ہے جواں بیٹے کے غم کا
۱۸ اور دوسرا گرتا ہے پہاڑ اس پہ ستم کا

پاس اُس کے گئے روتے ہوئے سیدِ ابرار　　فرمایا کہ کیا حال ہے اے مونس و غمخوار
پیشانی بھی مجروح ہے آنکھیں بھی ہیں خونبار　　اِن باتوں سے اکبرؑ نہیں جی اٹھنے کے زنہار
پیغام جو دینا ہو سو دو وقتِ سفر ہے
۱۹ ہم بھی وہیں جاتے ہیں جہاں تیرا پسر ہے

بانو نے کہا رو رو کے اے سیدؑ والا　　ثابت ہوا الفت میری کم ہو گئی آقا
کیا وجہ جو اس وقت میں لونڈی کو نہ پوچھا　　قسمت کا گلہ ہے نہیں کچھ آپ کا شکوا
بہنوں سے تو رخصت ہوئے آئے بھی نہ ہم تک
تھی قدر ہماری علی اکبرؑ ہی کے دم تک

۲۰
اولاد تھی جب تک تو محبت تھی ہماری		بے آس کسی کو نہ کرے حضرتِ باری
جس وقت سے فرزند کے برچھی لگی کاری		پوچھا بھی نہ حضرت نے کہ کیوں کرتی ہو زاری
تنہا نہیں بانو سے جدا ہو گئے اکبرؑ
حضرت کو بھی ہاتھوں سے مرے کھو گئے اکبرؑ

۲۱
شاہد ہے سکینہؑ کہ کہا میں نے کئی بار		کیا وجہ جو آتے نہیں گھر میں شہِ ابرار
قربان گئی بانو سے کیوں ہو گئے بیزار		کچھ ہے مری تقصیر تو کیجئے اسے اظہار
پچھتاتی ہوں کیوں آپ کے دلبر کو رضا دی
ہاں یہ تو ہے تقصیر کہ اکبرؑ کو رضا دی

۲۲
رو کر کہا حضرت نے کہ اے بانوئے دل گیر		واللہ کہ شق ہوتا ہے اب سینۂ شبیرؑ
جس وقت سے اکبرؑ سوئے جنت ہوئے رہ گیر		کچھ مجھ کو بجز مرگ نہیں سوجھتی تدبیر
بیٹے کو جو رو رو کے تو چلاتی ہے بانو
آگے ترے آتے مجھے شرم آتی ہے بانو

۲۳
جب آتا میں تھا ساتھ مرے آتے تھے اکبرؑ		محجوب تھا تنہا ترے پاس آتا میں کیوں کر
دھڑکا تھا یہ دل کو مرے اے بیکس و مضطر		گر پوچھے گی بانو کہ کہاں ہے مرا دلبر
کس منہ سے کہوں گا کہ سفر کر گئے اکبرؑ
جیتا ہے حسینؑ ابنِ علیؑ مر گئے اکبرؑ

۲۴
اے بانو میں شرمندۂ احساں ہوں تمہارا		مجھ پر علی اکبرؑ سے جواں بیٹے کو وارا
کی فاقہ کشی تم نے مرے ساتھ گوارا		شبیرؑ کی الفت سے کیا پر نہ کنارا
دکھ درد سہے، رنج اٹھایا مرے گھر میں
تم نے کبھی آرام نہ پایا مرے گھر میں

۲۵
میکے میں تو سب کچھ تھیں دولت تھی مہیّا　　رہتا تھا سدا بر میں لباسِ خز و دیبا
گھر فاطمہؑ کے آکے کیا فاقے پہ فاقا　　پیوند پہ پیوند ہیں چادر میں ہر اک جا
اِک دولتِ اولاد جو خالق نے عطا کی
سو وہ بھی میرے وقت میں سرور پہ فدا کی

۲۶
رو کر کہا بانو نے یہ فرمائیں نہ حضرت　　کونین کی دولت ملی حضرت کی بدولت
اس فاقہ کشی سے کوئی افضل نہیں دولت　　اقبال تھا میرا کہ ہوئی آپ سے وصلت
کسریٰ کی جو پوتی ہوں تو کچھ فخر نہیں ہے
سرتاج مرا دوشِ محمدؐ کا مکیں ہے

۲۷
آفاق میں حیدر سا مجھے خسر ملا ہے　　گھر کس کو بھلا فاطمہؑ کے گھر سا ملا ہے
کس بی بی کو بیٹا علی اکبرؑ سا ملا ہے　　شوہر کسے فرزندِ پیمبرؐ سا ملا ہے
ہاتھ آئی یہ دولت مجھے قدرت سے خدا کی
میں اور بہو بنتِ رسولِ دوسرا کی،

۲۸
ملنا خز و دیبا کا تو مشکل نہیں زنہار　　ملتا ہے انہیں جن کو ہے دنیا سے سروکار
پر حلّۂ فردوس کا ہاتھ آنا ہے دشوار　　سو آپ کے صدقے میں ملے یا شہِ ابرار
کیونکر نہ شرف ہو مجھے اس کہنہ ردا سے
اللہ نے پیوند کیا آلِ عبا سے

۲۹
یہ سُن کے بہت روئے شہِ صابر و شاکر　　فرمایا کہ لو بانو خدا حافظ و ناصر
ہے عازمِ فردوس مدینے کا مسافر　　سب ظلم اٹھا لیجیو گر ہے مری خاطر
جس دم نظر آئے مرا سر نوکِ سناں پر
لانا نہ کوئی حرفِ شکایت کا زباں پر

۳۰

کہہ کر یہ سخن شاہ چلے خیمے کے باہر   رانڈوں میں بپا ہو گیا ہنگامۂ محشر
چلّا کے کوئی کہتی تھی ہے ہے مرے سرورؑ   کہتی تھی کوئی اب نہیں آئیں گے برادر
بابا کو قسم دے کے بلاتی تھی سکینہؑ
۳۱ سر پیٹتی پیچھے چلی جاتی تھی سکینہؑ

چلّاتی تھی، قربان ہو بیٹی، چلے آؤ   مر جاؤں گی بابا، مجھے تم چھوڑ نہ جاؤ
صدقے گئی، ننھا سا مرا دل نہ کڑھاؤ   بیتاب ہوں مڑ کر مجھے صورت تو دکھاؤ
شہؑ کہتے تھے اس پاس رہو نکلو نہ گھر سے
۳۲ اب حشر میں ہوئے گی ملاقات پدر سے

یہ کہہ کے قریبِ فرس آئے شہِ ابرار   گردن کو جھکائے ہوئے روتا تھا وہ رہوار
چمکار کے حضرت نے کیا اس کو بہت پیار   فرمایا کہ تو دیکھ تو اے اسپ وفادار!
فرزند نہیں، بھائی بھتیجا نہیں کوئی
۳۳ تھامے جو رکاب آن کے، اتنا نہیں کوئی

اے اہلِ جہاں آج کے دن کر لو زیارت   دنیا سے محمدؐ کے نواسے کی ہے رحلت
یہ شکل نہ آئے گی نظر پھر کسی صورت   سمجھو پسرِ فاطمہ زہراؑ کو غنیمت
ڈھونڈو گے تو شبیرؑ سا آقا نہ ملے گا
۳۴ پھر تم کو محمدؐ کا نواسا نہ ملے گا

خاموش انیسؔ اب کہ یہ ہنگامِ ادب ہے   اُس حلق کا اور تیغ کا احوال غضب ہے
یہ رونا رُلانا تری بخشش کا سبب ہے   آقا سے طلب کر تجھے جس شے کی طلب ہے
کیا کچھ نہیں حضرت کے تصدّق سے ملا ہے
تصنیف کا تیری گہرِ اشک صلا ہے   ختم شد

سلام

شبیہ امامِ زماں کھینچتے ہیں　تصوّر میں تصویرِ جاں کھینچتے ہیں
جگر مول لی ہے مزاروں کی خاطر　شہِ دیں زمیں پر نشاں کھینچتے ہیں
قریں سر کے ہے آفتابِ قیامت　لحد پر عبث سائباں کھینچتے ہیں
محبّت کا رشتہ نہایت ہے نازک　مجھے کس لیے قدرداں کھینچتے ہیں
زمیں کے تلے جن کو جانا ہے اک دن　وہ کیوں سر کو تا آسماں کھینچتے ہیں
فقیروں نے یاں پاؤں پھیلا دیے ہیں　عبث ہاتھ اہلِ جہاں کھینچتے ہیں
ادھر خشک ہے فاطمہؑ کی زراعت　وہ کھیتوں میں آبِ رواں کھینچتے ہیں
عجب حال ہے دخترِ فاطمہؑ کا　ردا سر سے ایذا رساں کھینچتے ہیں
جسے دیکھ کر ہووے مانی کو حسرت　وہ تصویرِ رنگیں بیاں کھینچتے ہیں
تپِ غم کی شدت سے کہتے تھے عابدؑ　عجب سختیاں استخواں کھینچتے ہیں
کہاں بیڑیاں اور کہاں پائے عابدؑ　یہ لنگر کہیں ناتواں کھینچتے ہیں
پکاری سکینہؑ دوہائی ہے بابا　ستمگر مری بالیاں کھینچتے ہیں
کٹی جاتی ہیں گردنیں بی بیوں کی　رسن کو جو ایذا رساں کھینچتے ہیں
یہ عالم ہے فرقت میں کہتی تھی صغراؑ　کہ رگ رگ سے جس طرح جاں کھینچتے ہیں
قدم بیڑیوں میں ہیں رسّی میں بازو　یہ دکھ عابدِ ناتواں کھینچتے ہیں
کہا رو کے اکبرؑ نے اے دردِ تھم جا　کہ سینے سے بابا سناں کھینچتے ہیں

انیسؔ اس زمیں میں بہت کم ہے وسعت
کمیتِ قلم کی عناں کھینچتے ہیں

(۴۵)

مناجات و شہادت امام حسینؑ

۱
آج شبیرؑ پہ کیا عالم تنہائی ہے
ظلم کی چاند پہ زہراؑ کی گھٹا چھائی ہے
اُس طرف لشکرِ اعدا میں صف آرائی ہے
یاں نہ بیٹا نہ بھتیجا نہ کوئی بھائی ہے
برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں
مارلو پیاسے کو ہے شور ستمگاروں میں

۲
زخمی بازو ہیں کمر خم ہے بدن میں نہیں تاب
ڈگمگاتے ہیں نکل جاتی ہے قدموں سے رکاب
پیاس کا غلبہ ہے لب خشک ہیں آنکھیں پُر آب
تیغ سے دیتے ہیں ہر وار کا اعدا کو جواب
شدّتِ ضعف میں جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں
سینکڑوں تیرِ ستم تن سے گزر جاتے ہیں

۳
گیسو آلودۂ خوں لپٹے ہیں رخساروں سے
شانے کٹ کٹ کے لٹک آتے ہیں تلواروں سے
تیر پیوست ہیں خوں بہتا ہے سوفاروں سے
لاکھ آفت میں ہے اک جان دل افگاروں سے
فکر ہے سجدۂ معبود میں سر دینے کی،
وار سے تیغوں کی فرصت نہیں دم لینے کی

۴
خوں میں تر پیچ عمامے کے ہیں سر زخمی ہے
ہے جبیں چاند سی پُر نور مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیوں سے تا بہ کمر زخمی ہے
تیرِ بیداد سے دل زخمی جگر زخمی ہے
ضربِ شمشیر سے بے کار ہیں بازو دونوں
ظلم کے تیروں سے مجروح ہیں پہلو دونوں

۵
برچھی اگر کوئی پہلو پہ لگا جاتا ہے مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آجاتا ہے
بڑھتے ہیں زخمِ بدن زور گھٹا جاتا ہے بند آنکھیں ہیں سرِ پاک جھکا جاتا ہے

گرد زہراؑ و علیؑ گریہ کناں پھرتے ہیں
۶
غل ہے گھوڑے سے امامِ دوجہاں گرتے ہیں

زیں سے ہوتا ہے جدا دوشِ محمدؐ کا مکیں چمنِ فاطمہؑ کا سرو ہے مائل بہ زمیں
برچھیاں گرد ہیں اور بیچ میں ہے سرورِ دیں ہے یہ نزدیک گرے مہرِ نبوت کا نگیں

پاؤں ہر بار رکابوں سے نکل جاتے ہیں
۷
یا علیؑ کہتے ہیں حضرت تو سنبھل جاتے ہیں

لاکھ تلواریں ہیں اور ایک تنِ اطہر ہے ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے
سینکڑوں خنجرِ فولاد ہیں اور اک سر ہے نہ کوئی یار نہ ہمدم نہ کوئی یاور ہے

باگ گھوڑے کی لٹکتی ہے اٹھا سکتے نہیں
۸
سامنے اہلِ حرم روتے ہیں جا سکتے نہیں

کوئی سید کا نہیں آہ بچانے والا حربے لاکھوں ہیں اور اک زخم اٹھانے والا
پیاس میں کوئی نہیں پانی پلانے والا سنبھلے کس طرح بھلا برچھیاں کھانے والا

چرخ سے آگ برستی ہے زمیں جلتی ہے
۹
مارے گرمی کے زباں خشک ہے لو چلتی ہے

کہیں دم لینے کو سایہ نہیں ہے وقتِ زوال اینٹھی جاتی ہے زباں پیاس کی شدت ہے کمال
کبھی زینبؑ کا ہے غم گاہ سکینہؑ کا خیال، دن جو ڈھلتا ہے تو حضرت ہوئے جاتے ہیں نڈھال

مثلِ خورشید بدن ضعف سے تھراتا ہے
نیّرِ برجِ امامت پہ زوال آتا ہے

۱۰
کہتے ہیں ظالموں سے خشک زباں دکھلا کر بہر حق پانی کا اک جام پلا دو لا کر
اہلِ کیں کہتے ہیں یہ تیغ ستم چمکا کر آبِ شمشیر پیو برچھیوں کے پھل کھا کر
یہ سخن سُن کے بھی غصہ نہیں فرماتے ہیں
یاس سے سُوئے فلک دیکھ کے رہ جاتے ہیں

۱۱
عرض کرتے ہیں یہ خالق سے کہ اے ربِّ غفور تو ہے عالم کہ نہیں کچھ ترے بندے کا قصور
کہتے ہیں یہ مجھے بے جرم و خطا تیغوں سے چور ہاتھ اُمت پہ اٹھانا نہیں مجھ کو منظور
جانتے ہیں کہ محمدؐ کا نواسا ہوں میں
پانی دیتے نہیں دو روز کا پیاسا ہوں میں

۱۲
تو نے بچپن سے مرے ناز اٹھائے یارب وہ عنایت کیا جو تجھ سے کیا میں نے طلب
ترا محبوبؐ بنا عید کو میرا مرکب روزہ رکھا تو چھپا مہر نمایاں ہوئی شب
بھوک میں خلد کا کھانا مجھے امداد کیا
بھیج کر ہرنی کا بچہ مرا دل شاد کیا

۱۳
اب اگر ہے یہ تری مصلحت اے ربِ قدیر ہو رواں حلق پہ اس پیاسے کے آبِ شمشیر
میرے مولا بسر و چشم ہے حاضر شبیرؑ حکم حاکم میں یہ طاقت ہے کروں میں تاخیر
جلد گردن پہ رواں خنجرِ بُرّاں ہو جائے
اے خوشا وہ جو تری راہ میں قرباں ہو جائے

۱۴
غم نہیں کچھ مجھے گو بیکس و بے یار ہوں میں زیرِ شمشیر گلا رکھنے کو تیار ہوں میں
تو مددگار ہے مختار ہے، لاچار ہوں میں وقتِ مشکل ہے عنایت کا طلبگار ہوں میں
ترے سجدے میں یہ سر تن سے جدا ہو جائے
عہدِ طفلی کا جو وعدہ ہے وفا ہو جائے

۱۵
سختیاں مرگ کی کر اپنے کرم سے آساں
لب پہ تکبیر ہو جب حلق پہ خنجر ہو رواں
دل میں ہو یاد تری بند ہو جس وقت زباں
دم بھروں تیرا ہی تن سے جو نکلنے لگے جاں
بعدِ چہلم جو مجھے قبر میسر ہووے
زخمی تن پر نہ فشار اے مرے داور ہووے

۱۶
رحم کر رحم کہ شرمندہ ہوں اے بارِ خدا
بندگی کا جو ترے حق تھا ادا ہو نہ سکا
خوفِ محشر سے بدن کانپتا ہے سر تا پا
ہوگی اعمال کی پرسش تو کہوں گا میں کیا
کوئی تحفہ ترے لائق نہیں پاتا ہے حسینؑ
ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسینؑ

۱۷
تقویت دل کو کرم سے ہے ترے یا رحمٰں
نہیں مایوس کہ رحمت ہے تری بے پایاں
مشکلیں بندوں کی کر دیتا ہے دم میں آساں
شکرِ الطاف و عنایات میں قاصر ہے زباں
عاصیوں سے بھی محبت نہیں کم کرتا ہے
جرم وہ کرتے ہیں تو لطف و کرم کرتا ہے

۱۸
میں تری راہ میں مظلومی سے ہتا ہوں خدا
تو ہے آگاہ کہ دو دن سے ہوں بھوکا پیاسا
چاہتا ہوں میں یہی اپنی شہادت کا صلہ
مغفرت اُمّتِ عاصی کی ہو اے بارِ خدا
ہے گوارا مجھے جو کچھ بھی اذیت ہووے
ان کو دنیا میں بھی عقبیٰ میں راحت ہووے

۱۹
عرض کرتے تھے یہ خالق سے شہِ بندہ نواز
یک بیک عالمِ بالا سے یہ آئی آواز
اے مرے شیر کے فرزند نبیؐ کے دمساز
تجھ سے ہم خوش ہیں پذیرا ہے ترا عجز و نیاز
مرد ہے، عاشقِ کامل ہے، وفادار ہے تو
جو کہا وہ ہی کیا صادق الاقرار ہے تو

۲۰
تو بھی مقبول ہے اور تیری عبادت بھی قبول   یہ اطاعت بھی ہے مقبول یہ طاعت بھی قبول
عاجزی بھی تری مقبول شہادت بھی قبول   تیری خاطر سے ہمیں بخشش امت بھی قبول
ہم نے خیلِ شہدا کا تجھے سردار کیا
اُمتِ احمدِ مختار کا مختار کیا

۲۱
دوست داروں کا ترے گلشنِ جنت ہے مقام   تا ابد سایۂ طوبیٰ میں کریں گے آرام
ہوں گے محشور ترے ساتھ عزادار تمام   تجھ پہ جو روئینگے آنچ اُن پہ ہے دوزخ کی حرام
غم نہ کھا اہلِ جہاں تیرے محب سارے ہیں
تُو ہے پیارا ترے پیارے بھی ہمیں پیارے ہیں

۲۲
تجھ سا عابد نہ ہُوا ہے نہ کوئی ہوئے گا   تیر کھا کے کسی نے بھی ہے یوں شکر کیا
طاعتِ خلق سے اک سجدہ ہے افضل تیرا   عرشِ اعظم پہ ملائک تری کرتے ہیں ثنا
سارا گھر میری محبت میں فنا تو نے کیا
بندگی کا تھا جو کچھ حق وہ ادا تو نے کیا

۲۳
حشر تک روئے گا مظلومی پہ تیری عالم   تیرا ماتم نہیں ہوئے گا جہاں میں کبھی کم
روضۂ پاک کو تیرے یہ شرف بخشیں گے ہم   آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو کے بہم
یہ زمیں عرش سے رُتبے میں سوا ہووے گی
خاک تربت کی تری خاکِ شفا ہووے گی

۲۴
یہ صدا سُن کے ہوئے شاد شہِ ہر دو سرا   آ گئی از سرِ نو جسم میں طاقت گویا
جھک کے سجدے کی طرف عجز سے رو کر یہ کہا   میرے مولا میں تری بندہ نوازی کے فدا
کیوں نہ ممتاز ہو وہ تُو جسے رتبا بخشے
اس کفِ خاک کو کیا رتبۂ اعلا بخشے

۲۵
ابھی مولا نے سرِ عجز اُٹھایا نہ تھا آہ
نیزہ اک چھاتی پہ مارا جو کسی نے ناگاہ
غش میں گرنے لگے گھوڑے سے امامِ ذیجاہ
آئی خاتونِ قیامت کی صدا بسم اللہ
تھامنے آئے علیؑ خلد سے گھبرائے ہوئے
۲۶ دوڑے محبوبِ خدا ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے

اک جفاکیش نے پھر پہلو پہ نیزہ مارا
چھد گیا توڑ کے چھاتی کو کلیجہ سارا
پشتِ تازی پہ سنبھلنے کا نہ پایا یارا
گر پڑا خاک پہ وہ عرشِ خدا کا تارا
گرد آلود قبائے شہِ پُرنور ہوئی
۲۷ ریت زخموں کے لئے مرہمِ کافور ہوئی

کان میں آئی تھی زینبؑ کی صدائے جانکاہ
دل تڑپ جاتا تھا کرتے تھے عجب درد سے آہ
راہ روکے ہوئے خیمے کی کھڑے تھے گمراہ
نیم وا چشم سے کرتے تھے سوئے خیمہ نگاہ
تنِ زخمی پہ جو پیکانِ ستم گڑتے تھے
۲۸ خاک سے اُٹھتے تھے اور کانپ کے گر پڑتے تھے

کہتا تھا فوج میں سب سے عمرِ بد اختر
کھینچے کیوں تیغوں کو ہاتھوں میں کھڑے ہو ششدر
ریگِ تفتیدہ پہ ہے غش میں علیؑ کا دلبر
جاؤ کیا دیر ہے کاٹو شہِ مظلوم کا سر
تیغ سے فاطمہ زہرا کا گلا چاک کرو
۲۹ جلد ہاں خاتمۂ پنجتنِ پاک کرو

جب تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی سرور کو
غل ہوا یہ کہ غش آیا خلفِ حیدر کو
فوج سے شمر بڑھا کھینچے ہوئے خنجر کو
سب سے کہتا تھا کہ اب کاٹوں سرِ سرور کو
خلفِ احمدِ مختار کا قاتل ہوں میں
کام میرا ہے اسی کام کے قابل ہوں میں

۳۰
مجھ کو حیدرؑ سے غرض ہے نہ محمدؐ سے ہے کام
روئے محبوبِ خدا ہوئے خوشی حاکمِ شام
دولتِ فاطمہؑ لے جاؤں میں پاؤں انعام
روحِ حیدرؑ تو تڑپے چین مجھے ہو آرام
منھ نہ میں دولتِ دنیا سے کبھی پھیروں گا
آج زہراؑ کے کلیجے پہ چھری پھیروں گا

۳۱
تیز کرتا ہوا خنجر کو گیا شہؑ کے قریں
آسماں ہل گیا تھرا گئی مقتل کی زمیں
رو رو چلانے لگی زینبؑ ناشاد و حزیں
غش میں بھی گھیرے ہیں ہے ہے مرے بھائی کو لعیں
رحم زہراؑ کے پسر پر نہیں کھاتا کوئی
خاک سے بھی نہیں زخمی کو اُٹھاتا کوئی،

۳۲
کس سے فریاد کروں جا کے میں دکھیا ہے ہے
نہ محمدؐ ہیں، نہ حیدرؑ ہیں، نہ زہراؑ ہے ہے،
لاکھ دشمن ہیں مرا بھائی ہے تنہا ہے ہے
تیغوں سے کٹتا ہے زہراؑ کا کلیجہ ہے ہے
سروِ گلزارِ رسالت کو قلم کرتے ہیں
ہائے سیّد پہ، مسافر پہ ستم کرتے ہیں

۳۳
فتح کا فوجِ مخالف میں بجا نقارا
غُل ہوا قتل ہوا شیرِ خدا کا پیارا
بس انیسؔ اب نہیں گویائی کا مجھ کو یارا
غم سے خوں ہو گیا سینے میں کلیجا سارا
کس سے اِس دردِ مصیبت کا بیاں ہوتا ہے
آنکھیں روتی ہیں قلم روتا ہے دل روتا ہے

ختم شد

رباعی

روتے ہیں نہ فریاد و بُکا کرتے ہیں،
کیا صبر امامِ دوسرا کرتے ہیں
اٹھارہ برس پالا تھا جس کو برسیں
اُس بیٹے کو اُمت پہ فدا کرتے ہیں

(۴۴)

شامِ غریباں

۱

میداں میں ہوا خاتمہ جب آلِ عبا کا گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا
کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا عریاں ہوا سر بلوے میں خاصانِ خدا کا
جن بی بیوں کا سایہ نہ دیکھا تھا کسی نے
افسوس اُنھیں بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۲

وہ خیمہ جو رُتبے میں تھا کعبے کے برابر اور اوج میں تھا گنبدِ گردوں سے بھی بہتر
مسند وہ، جو تھی جلوہ گہِ احمد و حیدر وہ فرش جو تھا نور میں جوں عرشِ منور
دنیا میں بِنا دیں کی تھی جس گھر کی زمیں سے
اعدا نے وہ گھر پھونک دیا آتشِ کیں سے

۳

کونین میں تھی جن کے لئے عزت و توقیر قرآں میں ثنا جس کی کرے مالکِ تقدیر
یعنی حرمِ محترمِ حضرتِ شبیرؑ شمشیر بکف لوٹنے آئے انھیں بے پیر
بے اِذن جہاں پاؤں ملک نے نہ دھرا تھا
ہیہات وہ گھر لوٹنے والوں سے بھرا تھا

۴

اکبرؑ سے بچھڑنے کا کسی رانڈ کو تھا غم کوئی غمِ اصغرؑ میں فغاں کرتی تھی پیہم
حیدرؑ کے نواسوں کا کوئی کرتی تھی ماتم قاسمؑ کو کوئی روتی تھی گردن کو کئے خم
کوئی غمِ عباسؑ میں مصروفِ بکا تھی
لب پر کسی کے ہائے حسیناؑ کی صدا تھی

۵
کہتی تھی کوئی، لُٹ گیا مقتل میں مرا راج		مارا گیا ہے ہے پسرِ صاحبِ معراج
کہتی تھی کوئی، خانۂ زہرا ہوا تاراج		ہے ہے ہوئی اب ایک ردا کے لئے محتاج
چلاتی تھی کوئی مجھے صدمہ یہ بڑا ہے
۶ وارث مرا بے گور و کفن رن میں پڑا ہے

وہ پردہ گیانِ حرمِ عزت و توقیر		نازل ہوا تھا جن کے لئے آیۂ تطہیر
میدان میں سر ننگے تھیں اور گرد تھے بے پیر		تھا چار طرف شور کہ مارے گئے شبیرؑ
تاکید تھی ہر دم عمرِ سعد شقی کی،
۷ ہاں باندھ لو رسّی سے نواسی کو نبیؐ کی،

کہتا تھا کوئی دشمن دیں بیڑیاں لاؤ		زنجیر یداللہ کے پوتے کو پنہاؤ
سجّاد کے پہلو سے سکینہ کو ہٹاؤ		لپٹا ہوا ہے باپ سے ہاتھ کو چھڑاؤ
سر کاٹ لو فرزندِ حسینؑ ابن علی کا
۸ تا فاتحہ خواں بھی نہ رہے سبطِ نبیؐ کا

حلقے میں جفا کاروں کے تھے عابدِ بیمار		شدت سے تپ غم کی غش آجاتا تھا ہر بار
حدّاد یہ کہتا تھا کہ اے شمرِ ستمگار		پہناؤں کسے بیڑیاں اور طوقِ گراں بار
گردن نہیں یہ طوقِ گلو گیر کے قابل
۹ یہ پاؤں نہیں حلقۂ زنجیر کے قابل

طوق اس کو پنہا گے ہیں جو ہوتا ہے توانا		دشوار ہے بیمار کو گردن کا اٹھانا
ان کانپتے پاؤں میں نہ زنجیر پنہانا		ورنہ ابھی ہو جائے گا دم تن سے روانا
نہ پاؤں ہیں اس بوجھ کے لائق نہ گلا ہے
یہ ضعف ہی اس کے لئے زنجیر بلا ہے

۱۰

بانوؑ پہ تقید تھی کہ اکبرؑ کو نہ روئے — چھاتی بھی جو بھر آئے تو اصغرؑ کو نہ روئے

اِک شب کی دُلہن قاسمؑ بے پر کو نہ روئے — زینبؑ سے یہ کہہ دو کہ برادر کو نہ روئے

اب لاش پہ بھی سبطِ رسولِ مدنی کی

۱۱ ہوئیں گے قلم ہات اگر سینہ زنی کی

حیدرؑ کو پکارے نہ کوئی غم کی ستائی — دیوے نہ کوئی رانڈ محمدؐ کی دہائی،

یہ غسل نہ کریں لٹ گئی زہراؑ کی کمائی — رو کر نہ کہے کوئی کہ ہے ہے مرے بھائی

نعروں سے ہلا دیں نہ بزرگوں کی لحد کو

۱۲ سب مر گئے اب کوئی نہ آئے گا مدد کو

لیوے گی سکینہؑ جو کبھی نام علمدار — تو سُرخ طمانچوں سے کریں گے گُلِ رُخسار

ہے ہے مرے بابا! جو پکارے گی وہ ہر بار — کس دیوے گا رسّی سے گلا شمرِ ستم گار

بھولے سے بھی گر اُونٹ پہ فریاد کرے گی

۱۳ دیویں گے یہ ایذا، کہ بہت یاد کرے گی

اعدا کی یہ تاکید تھی رانڈوں کا یہ تھا حال — سر پیٹتی تھیں چہروں پہ بکھرے ہوئے تھے بال

چلاتی تھی بانوؑ مرا لُوٹا گیا اقبال — میں رانڈ ہوئی قتل ہوا فاطمہؑ کا لال

کیوں کر نہ دُہائی دوں رسولِ دوسرا کی

۱۴ سر ننگے ہے بلوے میں بہو شیرِ خدا کی

چلاتی تھی مقتل کی طرف زینبؑ مضطر — یا سبطِ نبیؐ لُوٹی گئی آپ کی خواہر

بازو مرے رسّی سے بندھے چھن گئی چادر — حلقے میں ستمگاروں کے تنہا ہوں کھلے سر

فریاد ہے منہ اشکوں سے دھونا نہیں ملتا

تم قتل ہوئے اور مجھے رونا نہیں ملتا

۱۵

کبریٰ کو ہیں تقدیر نے یہ ظلم دکھائے   خوں روتی ہے منہ دستِ حنائی سے چھپائے
نزدیک ہے مظلوم سکینہ کو غش آئے   زخمی ہوئے ہیں گال طمانچے بھی ہیں کھائے
منہ خشک ہے پر روتی ہے کانوں پہ دھرے ہاتھ
۱۶ اور کہنیوں تک چھوٹنے سے ہیں خوں میں بھرے ہاتھ

مقتل میں جو وہ قافلۂ شب نوحہ گر آیا   تیغوں سے قلم باغِ محمدؐ نظر آیا
سینے میں اَلم سے دلِ سجادؑ بھر آیا   بابا کو پکارے کہ یہ قیدی پسر آیا
صدمہ یہ ہوا زینبؑ ناشاد و حزیں پر
۱۷ اشتر سے گری ہائے اخی کہہ کے زمیں پر

چلاتی تھی اے زینتِ آغوشِ پیمبرؐ   گردن کو اٹھاؤ، بہن آئی ہے کھلے سر
آئی یہ صدا لاشِ شہِ دیں سے مکرر   بھائی ترے قربان ہوا اے مری خواہر
سچ ہے کہ عجب تم پہ ستم ہوتے ہیں زینبؑ
۱۸ تیرے لئے نیزے پہ بھی ہم روتے ہیں زینبؑ

تھے پیاس سے غش گودیوں میں ماؤں کی اطفال   گل برگ سے لب سوکھے تھے اور دھوپ سے رخ لال
ان بچوں میں تھا حالِ سکینہؑ کا یہ احوال   کانوں سے لہو بہتا تھا اور سوجے تھے گال
سر ننگا تھا کرتے کا گریبان پھٹا تھا
۱۹ اور چاند سا منہ گردِ یتیمی میں اٹا تھا

بیٹھی تھی جو ماں پاس تو چلاتی تھی رو رو   میں مرتی ہوں لوگو! مرے بابا کو بلا دو
کیا جانے سدھارے ہیں کدھر سیدِ خوشخو   کیوں آکے لگاتے نہیں وہ چھاتی سے مجھ کو
دیدار سے اپنے مجھے ترساتے ہیں بابا
بیٹی سے خفا ہیں جو نہیں آتے ہیں بابا

۲۰
وہ ہوتے تو گھر کو نہ لعیں لوٹنے آتے وہ ہوتے تو ڈر ڈر نہ لعیں مجھ کو پھراتے
وہ ہوتے تو کیوں خوں مرے کانوں سے بہاتے وہ ہوتے تو کیوں ظالموں کی قید میں جاتے
کیوں کر نہ کرے نالہ و فریاد سکینہ
۲۱ مرنے سے ہوئی باپ کے برباد سکینہ

رو کر کبھی چلاتی تھی اِس طرح وہ ناداں اچھے مرے بابا میں تمہارے گئی قرباں
فرقت میں تمہاری میں کوئی دن کی ہوں مہماں جلد آؤ کہ اب تن سے نکلتی ہے مری جاں
بے چین ہوں گودی میں اُٹھاؤ مجھے آکر
۲۲ نیند آتی ہے چھاتی پہ سلاؤ مجھے آکر

چلاتی تھی بانو مرے سید مرے سرتاج اکھڑا ترا تخت آپ کے مرنے سے لٹا راج
حضرت کو تو نیزے پہ ملا رتبۂ معراج اور لونڈی ہے بلوے میں ردا کیلئے محتاج
گھر لٹ گیا بے والی و وارث ہوئی صاحب
۲۳ بچوں سے بھری گود بھی خالی ہوئی صاحب

رو رو کے بیاں کرتی تھی یہ بانوئے بے پر جو ماں سے کہا بالی سکینہ نے یہ رو کر
پہچانا ہو تم نے تو بتا دو مجھے مادر! یہ کون سے مظلوم کا ہے لاشۂ بے سر
بے تاب ہے دل چھاتی پھٹی جاتی ہے اماں
۲۴ اِس لاش سے تو بابا کی بو آتی ہے اماں

اب کون ہے یا شاہ مرا پوچھنے والا وہ بھی نہیں اٹھارہ برس تک جسے پالا
کب تک یہ سہوں رنج و ستم اے شہِ والا اعدا نے مجھے لوٹ کے پردے سے نکالا
بیماری میں سجاد گرفتارِ رسن ہے
میں قید ہوں لاش آپ کی بے گور و کفن ہے

۲۵
بانوؑ نے یہ چاہا کہ سکینہؑ سے چھپائے	پر بیٹی کا منھ دیکھ کے آنسو نکل آئے
خود لاش نے کہہ کر یہ سخن ہاتھ اٹھائے	آؤ کہ یہ بابا تمہیں چھاتی سے لگائے
سو رہتی تھیں تم رکھ کے اسی چھاتی پہ سر کو
کیا بھول گئیں بیکس و مظلوم پدر کو

۲۶
صدقے تری مظلومی کے میں اے مری پیاری	سیلی جو تجھے شمرِ ستمگار نے ماری
خوں پھر ہوا صدمے سے مرے زخموں سے جاری	اس وقت تلک روح تڑپتی ہے ہماری
مشتاقِ ملاقات ہیں ہم آؤ سکینہؑ
اس خوں بھری چھاتی سے لپٹ جاؤ سکینہؑ

۲۷
کوئی نہ تھا جو باپ سے ملنے کا قرینہ	بس سنتے ہی آوازِ شہنشاہِ مدینہ
لاشے پہ گری ہائے پدر کہہ کے سکینہؑ	گردن پہ تو منھ رکھ دیا اور سینہ پہ سینہ
چلائی کہ ویران بھرا گھر کیا بابا!
ہے ہے تمہیں کس جرم پہ بے سر کیا بابا!

۲۸
قربان گئی بیٹی سے منھ آپ نے موڑا	کھانے کو طمانچے ہمیں خیمے ہی میں چھوڑا
اعدا نے کڑوں کیلئے ہاتھوں کو مروڑا	برچھی کبھی دکھلائی اٹھایا کبھی کوڑا
بیزار ہوئے پیار کے وہ دن گئے بابا!
تم آئے نہ اور میرے گہر چھن گئے بابا!

۲۹
خیمہ بھی جلا، چھن گئی اماں کی بھی چادر	ہیں بلوۂ اعدا میں پھوپھی جاں کھلے سر
زنجیرِ گراں پہنے ہیں سجادؑ برادر	صدقے گئی بھیا کو بچاتے نہیں اٹھ کر
بیمار کو آرام نہیں ملتا ہے بابا
یہ طوق ہے بھاری کہ گلا چھلتا ہے بابا

کرتی تھی جو یہ بین سکینہ جگر افگار　　تھرّا رہی تھی خاک پہ لاشِ شہِ ابرار
اور کہتے تھے یہ کھینچ کے بازو کو ستمگار　　بس چھوڑ، تنِ شاہ کو اے بیکس و ناچار
وہ کہتی تھی منہ دشمنِ سے نہ موڑے گی سکینہؑ
بابا کے تو لاشے کو نہ چھوڑے گی سکینہؑ　　۳۱

ملعونوں میں بیکس ہوں نہ بیکس کو ستاؤ　　پہنچا نہ مڑوڑو، مرا بازو نہ دُکھاؤ
مرجاؤں گی لاشے سے نہ بابا کے چھڑاؤ　　جنگل میں رہوں گی مجھے یاں چھوڑتے جاؤ
بے غسل و کفن فاطمہؑ کا ماہ جبیں ہے
لاشے کی نگہبانی کو کوئی بھی نہیں ہے　　۳۲

تنہائی کا بابا کی بڑا ہے مجھے وسواس　　دیکھو تو رستی ہے عجب بیکسی و یاس
جیتے ہیں نہ قاسمؑ نہ علیؑ اکبرؑ و عباسؑ　　بیٹی تو بھلا باپ کے لاشے کے رہے پاس
جاؤں گی کہاں باپ کے پہلو سے میں ہٹ کر
شب ہو گئی تو سوؤں گی چھاتی سے لپٹ کر　　۳۳

سُن کر یہ صدا رانڈوں میں رونے کی ہوئی دھوم　　یہ بیٹیں کر غش کھا کے گریں زینبؑ و کلثومؑ
وہ حال انیسؔ اب نہیں ہو سکتا ہے مرقوم　　جس طرح چھٹی باپ سے وہ دُخترِ مظلوم
عالم میں یہ صدمہ نہ ہوا ہو گا کسی پر
رستے میں ہوئی جو کہ جفا آلِ نبیؐ پر

ختم شد

رباعی

یہ جود و سخا حاتمِ طائی میں نہیں　　مثل اِن کے کوئی عقدہ کشائی میں نہیں
معبود کے عبد ہیں نصیری کے خدا　　بندہ کوئی حیدر سا خدائی میں نہیں

رباعی

مارے گئے جو وہ سب لعین دفن ہوئے
زہراؑ کے نہ ہائے نازنین دفن ہوئے
عاشورِ محرم کو ہوئے قتل حسینؑ
پر قبر میں روزِ اربعین دفن ہوئے

رباعی

جب دفن ہوا شیرِ خدا کا جانی
سجادؑ نے کی قبر پہ آب افشانی
شبیرؑ کی پیاس کا کہوں کیا میں اثر
پیتی گئی خاک جتنا چھڑکا پانی

سلام

مُجرا ہے جو لاغر و رنجورِ تن بھی ہے
محبوسِ طوق بھی ہے اسیرِ رسن بھی ہے
پیدل تو آگے آپ ہے اور پیچھے اونٹ پر
عریاں سر پھوپھی بھی ہے ماں بھی بہن بھی ہے
کہتے تھے لوگ دیکھ کے زینبؑ کو ننگے سر
یہ بنتِ فاطمہؑ بھی ہے شہؑ کی بہن بھی ہے
ٹکڑے بہشت کے جو پہنتا تھا اس کی لاش
بے غسل بھی ہے ہائے غضب بے کفن بھی ہے
عابدؑ نے جب کہا کہ نہ غسل و کفن ملا
بابا سا میرے کوئی غریب الوطن بھی ہے
یوں وقت دفن آئی سرِ شاہ سے صدا
بیٹا نہ روؤ خاک سے بہتر کفن بھی ہے؟
بولا یزیدؔ دیکھ کے دندانِ شاہؑ دیں
بے قدر ان کے سامنے دُرِّ عدن بھی ہے
چلائی بنتِ فاطمہؑ اس دم کہ اے شقی
کچھ تجھ کو پاسِ روحِ رسولِ زمن بھی ہے
جلدی ہٹا چھڑی کو ستمگر کہ یہ دہن
زہراؑ کا بھی علیؑ و نبیؐ کا دہن بھی ہے

مقبول ہے انیسؔ وہ جس کی زبان پر
حمدِ خدا بھی ہے صفتِ پنجتن بھی ہے

(۳۵)

امام زین العابدین علیہ السلام

۱

جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابدؑ
خم مثلِ ہلالِ شبِ اوّل ہوئے عابدؑ
اس شکل سے راہی سوئے مقتل ہوئے عابدؑ
اعدا تو چڑھے گھوڑوں پہ پیدل ہوئے عابدؑ
رانڈوں میں تو محبوسیِ سجادؑ کا غل تھا
ہر گام پہ زنجیر کی فریاد کا غل تھا

۲

بے دینوں میں تھی تہنیتِ فتح کی اک دھوم
رانڈوں میں یہ تھا شور کہ ہے ہے شہؑ مظلوم
اور شرم سے نہوڑائے تھے سر عابدِؑ مغموم
بیمار کی آنکھوں سے نہ کچھ ہوتا تھا معلوم
اک ہات میں زنجیر بصد رنج و محن تھی!
اک ہات میں ماں بہنوں کے اونٹوں کی رسن تھی

۳

تلواریں لئے چار طرف ظلم کے بانی
حلقے میں دل آزاروں کے وہ یوسفِ ثانی
غربت کا الم، بے پدری، تشنہ دہانی
وہ طوق کا لنگر وہ سلاسل کی گرانی
مڑ کر کبھی زینبؑ کے رُخِ پاک کو دیکھا
بیڑی کبھی دیکھی، کبھی افلاک کو دیکھا

۴

لغزش میں نہ تھا ہاتھ کوئی تھامنے والا
صدمے سے گرا پڑتا وہ تھا نازوں کا پالا
تھا چاند سے سینہ میں کلیجہ تہ و بالا
زنجیر جو ہاتھوں سے چھٹی طوق سنبھالا
مرقد نہ بنا باپ کا یہ فکر بڑی تھی
اک جانِ حزیں لاکھ مصیبت میں پڑی تھی

۵
نرغے میں دل آزاروں کے وہ صاحبِ آزار　　دل سوز نہ کوئی نہ کوئی مونس و غم خوار
شیشے سے سوا ہوتا ہے نازک دلِ بیمار　　اس پر یہ مصیبت کا گرا کوہِ گراں بار
تعویذِ شفا اس کو پہناتے تو بجا تھا

۶
یاں طوقِ گراں بار کے حلقے میں گلا تھا
دستور ہے، بیمار کے ہیں پاؤں دباتے　　یا بیڑیاں بھاری اُسے لا کر ہیں پہناتے
ماتم کی خبر کو ہیں، مریضوں سے چھپاتے　　یاں باپ کا سر کاٹ کے ہیں اسکو دکھاتے
یہ دُکھ نہ کسی صاحبِ آزار نے دیکھے

۷
ہاں بعدِ پدر، عابدؑ بیمار نے دیکھے
ہفتم سے جو اعدا کی ہوئی شہؑ پہ چڑھائی　　بیمار کو پانی نہ ملا کیسی ٹھنڈائی
عاشور کو غش تھے کہ یکایک خبر آئی　　شہؑ ذبح ہوئے لٹ گئی زہراؑ کی کمائی
ہوش آیا تو گھر آگ سے جلتے ہوئے دیکھا

۸
ماں بہنوں کو بلوے میں نکلتے ہوئے دیکھا
کیا کیا نہ ستم اہلِ شقاوت نے دکھائے　　بیمار نے جز شکرِ خدا لب نہ ہلائے
جب طوق و سلاسل کو عدو سامنے لائے　　کس صبر سے منہ موڑ دیا سر پاؤں بڑھائے
تھی فکر گنہگاروں کی اس رنج و محن میں

۹
بندھوا لئے اُمت کے لئے ہاتھ رسن میں
تھا صاحبِ اعجاز کو سب طرح کا مقدور　　ہونٹوں کے ہلانے میں فنا ہوتے وہ مقہور
تھی نار سے آزادیٔ اُمت انھیں منظور　　دانستہ ہوئے قید، نہ بے کس تھے نہ مجبور
زنجیر سے ہر گام پہ لغزش ہوئی پا کو
چھوڑا نہ مگر سلسلۂ صبر و رضا کو

۱۰
پھوپیاں سرِ ناقہ نظر آتی تھیں کھُلے سر ہاتھوں سے چھپائے ہوئے منہ روتی تھی مادر
بے پردہ تھی اک رات کی بیاہی ہوئی خواہر چھپیاں تھیں اس انبوہ میں بے مقنع و چادر
ناموسِ محمدؐ پہ تو یہ ظلم و ستم تھا
اور سامنے سر باپ کا نیزے پہ علم تھا

۱۱
عابدؑ نے کہا، گو ہیں گرفتارِ مصیبت بھر جائے زمیں خوں سے، جو دکھلائیں شجاعت
ان کانپتے ہاتھوں میں بھی ہے زورِ امامت کیا جانئے کیا ہے جو دکھاتے نہیں طاقت
نے ضعف کا باعث نہ نقاہت کا سبب ہے
واللہ فقط بخششِ امّت کا سبب ہے

۱۲
برہم ہوں تو عالم کی بِنا ہو ابھی نابود اعجاز ہے موسیٰؑ کا عصا میں مرے موجود
گلزار ہو سائے سے مرے آتشِ نمرود آہن کو ابھی موم کروں صورتِ داؤدؑ
ہے زور مرے قبضے میں حیدرؑ کے برابر
دو انگلیاں ہیں تیغِ دو پیکر کے برابر

۱۳
باباؑ کو جو روؤں تو اُٹھے نوحؑ کا طوفاں عیسیٰؑ کی طرح مُردۂ صد سالہ کو دوں جاں
ہے زیرِ نگیں، خاتمِ انگشتِ سلیماں جنّات و ملائک ہیں مرے تابعِ فرماں
پُر طوق پہنا دو! کہ جھکائے ہوئے سر ہوں
میں سیّدِ مظلوم کا مظلوم پسر ہوں

۱۴
دادا کے مرے زور سے ماہر ہے خدائی کی بُت شکنی، کفر کی بنیاد مٹائی
ہاں ان کے رہی خیبر و خندق کی لڑائی اس زور پہ پھر رسّی سے گردن بھی بندھائی
ہے فخر کی جا، گر مری گردن میں رسن ہو
پوتے میں بھی لازم ہے کہ دادا کا چلن ہو

۱۵
سب جانتے ہیں صابری وجراتِ حیدؑر اِک روز وہ تھا، فتح کیا قلعۂ خیبر
اِک روز یہ مظلوم ہوئے بعدِ پیمبرؐ کچھ بولے نہ جب دادی کے پہلو پہ گرا در
دی آتشِ کیں خیمے کو حیدؑر کے پسر کے
مجھ پر بھی وہی ظلم ہوا بعد پدر کے

۱۶
آگے مرے زیور مری مادر کا اُتارا زینبؑ کی رداچھن گئی، گھر لٹ گیا سارا
بے جرم طمانچہ مری ہمشیر کو مارا یہ سب کیا امت کے لئے میں نے گوارا
خوش ہو کے اسیری کے بھی دکھ درد سہیں گے
ہم وہ ہیں کہ ہر دور میں صابر ہی رہیں گے

۱۷
فریاد تھی رانڈوں میں کہ اے قافلہ سالار منہ کا ہے سے ڈھانپیں؟ حرم حیدرِ کرار
کس درد سے فرماتے تھے سجادؑ دلِ افگار صابر رہو، شاکر رہو، جو مرضیٔ غفار
چھننے کا رداؤں کے عبث رنج والم ہے
کیا چادرِ تطہیر کا پردہ تمہیں کم ہے

۱۸
موئے سرِ پُر نور سے چہروں کو چھپا لو شکوے کی کوئی بات زباں سے نہ نکالو
لازم ہے تمہیں صبر کلیجوں کو سنبھالو غربت میں اسیری کی بھی تکلیف اٹھالو
چادر نہیں سر پر تو ضرر کیا ہے تمہارا
پردہ رہے اُمت کا یہ پردہ ہے تمہارا

۱۹
گو آج نہیں محمل و ہودج کی سواری کل دے گا تمہیں ناقۂ نور ایزدِ باری
موقوف رداؤں پہ نہیں شان تمہاری تم نورِ خدا ہو تمہیں کیا دیکھیں گے ناری
عُریانی سے تم لوگوں کی عزت نہیں جاتی
پوشش جو نہ ہو کعبے کی حُرمت نہیں جاتی

۱۰
بانو پہ تقید تھی کہ اکبر کو نہ روئے   چھاتی بھی جو بھر آئے تو اصغر کو نہ روئے
اِک شب کی دُلہن قاسمِ بے پر کو نہ روئے   زینبؑ سے یہ کہدو کہ برادر کو نہ روئے
اب لاش پہ بھی سبطِ رسولِ مدنی کی
ہوئیں گے قلم ہات اگر سینہ زنی کی

۱۱
حیدر کو پکارے نہ کوئی غم کی ستائی   دیوے نہ کوئی رانڈ محمدؐ کی دہائی
یہ غُل نہ کریں لُٹ گئی زہراؑ کی کمائی   رو کر نہ کہے کوئی کہ ہے ہے مرے بھائی
نعروں سے ہلا دیں نہ بزرگوں کی لحد کو
سب مر گئے اب کوئی نہ آئے گا مدد کو

۱۲
لیوے گی سکینہ جو کبھی نامِ علمدار   تو سُرخ طمانچوں سے کریں گے گُلِ رُخسار
ہے ہے مرے بابا! جو پکارے گی وہ ہر بار   کس دیوے گا رسّی سے گلا شمرِ ستم گار
بھُولے سے بھی گر اُونٹ پہ فریاد کرے گی
دیویں گے یہ ایذا، کہ بہت یاد کرے گی

۱۳
اعدا کی یہ تاکید تھی رانڈوں کا یہ تھا حال   سر پیٹتی تھیں چہروں پہ بکھرے ہوئے تھے بال
چلاتی تھی بانوؑ مرا لُوٹا گیا اقبال   میں رانڈ ہوئی قتل ہوا فاطمہؑ کا لال
کیوں کر نہ دُہائی دوں رسولِ دوسرا کی
سر ننگے ہے بلوے میں بہو شیرِ خدا کی

۱۴
چلاتی تھی مقتل کی طرف زینبؑ مضطر   یا سبطِ نبیؐ لُوٹی گئی آپ کی خواہر
بازو مرے رسّی سے بندھے چھن گئی چادر   حلقے میں ستمگاروں کے تنہا ہوں کھلے سر
فریاد ہے منھ اشکوں سے دھونا نہیں ملتا
تم قتل ہوئے اور مجھے رونا نہیں ملتا

۱۵

کبرا کو ہیں تقدیر نے یہ ظلم دکھائے خوں روتی ہے منہ دستِ حنائی سے چھپائے
نزدیک ہے مظلوم سکینہ کو غش آئے زخمی ہوئے ہیں گال طمانچے بھی ہیں کھائے
منہ خشک ہے پر روتی ہے کانوں پہ دھرے ہاتھ
اور کہنیوں تک چھوٹنے سے ہیں خوں میں بھرے ہاتھ

۱۶

مقتل میں جو وہ قافلہ سب نوحہ گر آیا تیغوں سے قلم باغِ محمدؐ نظر آیا
سینے میں الم سے دلِ سجادؑ بھر آیا بابا کو پکارے کہ یہ قیدی پسر آیا
صدمہ یہ ہوا زینبؑ ناشاد و حزیں پر
اشتر سے گری ہائے اخی کہہ کے زمیں پر

۱۷

چلاتی تھی اے زینتِ آغوشِ پیمبرؐ گردن کو اٹھاؤ، بہن آئی ہے کھلے سر
آئی یہ صدا لاشِ شہِ دیں سے مکرر بھائی ترے قربان ہوا اے مری خواہر
سچ ہے کہ عجب تم پہ ستم ہوتے ہیں زینبؑ
تیرے لئے نیزے پہ بھی ہم روتے ہیں زینبؑ

۱۸

تھے پیاس سے غش گودیوں میں ماؤں کی اطفال گل برگ سے لب سوکھے تھے احمد صورت پُرخلال
ان بچوں میں تھا بالی سکینہؑ کا یہ احوال کانوں سے لہو بہتا تھا اور سوجے تھے گال
سر ننگا تھا کرتے کا گریبان پھٹا تھا
اور چاند سا منہ گردِ یتیمی میں اٹا تھا

۱۹

بیٹھی تھی جو ماں پاس تو چلاتی تھی رو رو میں مرتی ہوں لوگو! مرے بابا کو بلا دو
کیا جانے سدھارے ہیں کدھر سیدِ خوشخو کیوں آکے لگاتے نہیں وہ چھاتی سے مجھ کو
دیدار سے اپنے مجھے ترساتے ہیں بابا
بیٹی سے خفا ہیں جو نہیں آتے ہیں بابا

۳۰ صدقے ہو پدر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ　　لاشے کے نہ اٹھوانے کا صدمہ نہ اٹھاؤ
ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید میں جاؤ　　چادر کوئی مل جائے تو زینبؑ کو اُڑھاؤ
ماتم میں بہن کو نہ بھلا دیجیو بیٹا
ہر وقت سکینہ کی خبر لیجیو بیٹا!

۳۱ سہنا ہے تمھیں رنج اسیری میں سفر کا　　اک بوجھ تو ہے طوق کا اک بوجھ ہے گھر کا
اے نورِ نظر غم نہ کرو لاشِ پدر کا　　بابا کے مقدر سے ہے کیا زور پسر کا
دن گزریں گے ایذا کے تو فرصت بھی ملے گی
تم چھٹ کے جب آؤ گے تو راحت بھی ملے گی

۳۲ یہ سن کے چلے روتے ہوئے عابدؑ بیمار　　راہی ہوئے خیموں کو اکھڑوا کے ستمگار
بے غسل و کفن رہ گئی نعشِ شہِ ابرارؑ　　جز بے کسی و یاس نہ دلسوز نہ غمخوار
روتے تھے ملک عرش پہ جب روتی تھی زہراؑ
لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوتی تھی زہراؑ

۳۳ اب وقتِ خموشی ہے انیسؔ جگر افگار　　بے تاب ہیں رقت سے شہِ دیں کے عزادار
مولاؑ سے یہ کر عرض کہ یا سیدِ ابرارؑ　　ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طلب گار
برگشتہ زمانہ ہے مدد کیجیو مولا!
ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیو مولا!　　ختم شد

رباعی

تھے زیست سے ہاتھ اپنے دھوئے سجادؑ　　شب کو کبھی راحت سے نہ سوئے سجادؑ
جب تک جیے ہنستے نہ کسی نے دیکھا　　چالیس برس باپ کو روئے سجادؑ

سلام

بے کسی کا شہؑ کی چرچا ہوگیا
مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا

دیر آئے پہ جلد آئے رسولؐ
اور لاکھوں کوس سایا رہ گیا

اللہ اللہ قربِ معراجِ رسولؐ
دو کماں کا فرق ادنیٰ رہ گیا

کاتبِ اعمال بھی رخصت ہوئے
ہائے میں غربت میں تنہا رہ گیا

قبر میں ہوگا حسابِ زندگی
بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا

قبر میں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست
میں نئے گھر میں اکیلا رہ گیا

ظہر تک سب فوج پہنچی خلد میں
صاحبِ لشکر اکیلا رہ گیا

تیر گردن پر جو کھایا دھوپ میں
بھر کے ٹھنڈی سانس بچّا رہ گیا

زخم کھاتے ہی جو اکبرؑ گر پڑے
چھد کے برچھی میں کلیجا رہ گیا

اس قدر تھا خشک حضرت کا گلا
خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا

فیض تھا بے پردگی میں آل کی
ہم گنہگاروں کا پردا رہ گیا

کور ہوتیں ان کا جلوہ دیکھ کر
شکر ہے آنکھوں کا پردا رہ گیا

اُٹھ گئے مابین سے سارے حجاب
بس فقط آنکھوں کا پردا رہ گیا

جب ہوئی بے پردہ اولادِ رسولؐ
پھر جہاں میں کس کا پردا رہ گیا

کہتی تھی ماں سوئے اصغرؑ قبر میں
ہائے خالی اس کا جھولا رہ گیا

ڈگمگا کر جب گرے گھوڑے سے شاہ
کانپ کر عرشِ معلّیٰ رہ گیا

سوؤ گے کب تک بس اب اٹھو انیس
دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا

(۳۶)

دفنِ اجسادِ شہداءؑ

۱
بے دفن جو تھا دشت میں سردارِ دوعالم   جنّات کے رونے کی صدا آتی تھی ہر دم
پریاں پسرِ فاطمہؑ کا کرتی تھی ماتم   اُڑ اُڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم
فریاد کا غل اُٹھتا تھا ہر بار زمیں سے
ریتی پہ برستا تھا لہو چرخِ بریں سے

۲
کھیتوں پہ جو آتے تھے وہاں اہلِ زراعت   لاشے نظر آتے تھے انھیں آتی تھی رقت
دن بھر تو وہ سب روتے تھے با صد غم و حسرت   اور شب کو گھروں میں بھی نہ تھی غم سے فراغت
کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سحر تک
شبیرؑ کی مظلومی پہ روتے تھے سحر تک

۳
تب عورتیں کہتی تھیں یہ با دیدۂ پُر نم   کیوں بے خور و خواب آپ ہیں کس بات کا ہے غم
اشک آنکھوں سے تم لوگوں کے تھمتے نہیں اک دم   بتلاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم؟
کیا جرم کسی قسم کا ٹھہرایا ہے تم پر
یا حاکمِ جابر کا عتاب آیا ہے تم پر

۴
وہ بولے کہ ان میں سے کوئی بات نہیں آہ   کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صدمۂ جانکاہ
تھی دوسری تاریخ محرم کی کہ ناگاہ   وارد ہوا اِس دشت میں اک بندۂ اللہ
تھوڑے سے ملازم تھے پہ سب غنچہ دہاں تھے
کچھ پیر تھے کچھ طفل تھے کچھ تازہ جواں تھے

۵
سونلائے ہوئے رنگ صعوباتِ سفر سے — پر دے نہیں سکتے کبھی تشبیہ قمر سے
دیکھا جو انھیں گر گیا خورشید نظر سے — ہونٹوں پہ زیادہ تھی نزاکت گلِ تر سے
چہرے عرق آلودہ تھے گرمی جو بڑی تھی
ہنگامِ سحر اوس سی پھولوں پہ پڑی تھی

۶
باندھے ہوئے عمامے وہ کعبہ کے مسافر — آقا کے جلو میں بسر و چشم تھے حاضر
چہروں سے غریب الوطنی ہوتی تھی ظاہر — تسبیح زباں ذکرِ خدا صابر و شاکر
وہ چاند سے رخ پیشِ نظر آج تلک ہیں
انداز سراپا سے عیاں تھا کہ ملک ہیں

۷
مکی کوئی، کوئی عربی، کوئی حجازی — رہوار تہِ راں عربی، ترکی و تازی
شیرانِ جہاں صف شکن و صفدر و غازی — سجدے تہِ شمشیر کریں ایسے نمازی
جانبازی و تسلیم و رضا ختم تھی اُن پر
آقا پہ تصدق تھے وفا ختم تھی اُن پر

۸
بےمثل تھا اُس فوج میں اک ایک خوش اطوار — دو شخص تھے پر سارے جوانوں میں نمودار
سب میں انھیں دونوں پہ نظر پڑتی تھی ہر بار — تھا ایک علمدار تو اک فوج کا سالار
رخسار تھے یا نورِ خدا پیشِ نظر تھا
ذروں میں یہ خورشید وہ تاروں میں قمر تھا

۹
اُن دونوں میں تھا ایک جواں گیسوؤں والا — گردِ قمر اس شان سے دیکھا نہیں ہالا
قد سرو سا اور حسن میں یوسف سے دوبالا — ہر فلک نور اندھیرے کا اُجالا
اخلاق میں شوکت میں شجاعت میں نبی تھا
سایہ جو نہ ہوتا تو رسولِ عربی تھا

۱۰
کس منہ سے کہیں شانِ علمدارِ شہنشاہ　　تب کہتے تھے نکلا ہے یہ طوبیٰ کے تلے ماہ
تھی شوکتِ جعفرؑ تو شکوہِ اسدُاللہ　　حاضر تھا جلو میں حشم و دبدبہ و جاہ
خورشید سا تھا جلوہ نُما خانۂ زیں پر
گھوڑا دو رکا بہ تھا پہ تھے پاؤں زمیں پر

۱۱
برپا جو ہوا خیمۂ زنگاری سردار　　محمل سے حرم خیمے میں داخل ہوئے اِکبار
اُترے وہ جواں گھوڑوں سے صحرا ہوا گلزار　　واللہ عجب مصحفِ دیں تھے وہ خوش اطوار
کچھ فکر نہ تھی اور فقط یادِ خدا تھی
تکبیروں کے نعرے تھے نمازوں کی صدا تھی

۱۲
یاں ایک غلامِ حبشی اتنے میں آیا　　اور بعدِ سلام آکے یہ پیغام سنایا
تم لوگوں کو آقا نے ہمارے ہے بُلایا　　حاضر ہوئے ہم اور سرِ تسلیم جھکایا
خُدّام پکارے کہ رہے دھیان ادب کا
دربار ہے فرزندِ شہنشاہِ عرب کا

۱۳
اِستادہ ہوئے سامنے ہم جوڑے ہوئے ہات　　تھرّا گئے دل خوف سے کی جا تی نہ تھی بات
اللہ رے اخلاقِ شہنشاہِ خوش اوقات　　کی ہم سے غریبوں پہ عجب لُطف و عنایات
آداب سے سر قدموں پہ نہوڑا دیا ہم نے
پہلو میں جگہ دی ہمیں اُس بحرِ کرم نے

۱۴
فرمایا کہ تکلیف ہوئی تم کو نہایت　　لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقات غنیمت
دیندار وں کو لازم ہے غریبوں سے محبت　　اطفال ہیں ساتھ اور یہ ہے عالمِ غربت
ملتی نہیں مہلت کوئی دم رنج و الم سے
ہم دُور وطن سے ہیں وطن دُور ہے ہم سے

۱۵

اِس دشت میں تھوڑی سی زمیں دو تو بسائیں ہے جی میں کہ اب یاں سے کہیں اور نہ جائیں
ایذائے سفر تشنہ چکے راحت بھی اُٹھائیں قبضہ جو ہو اِس بَن میں تو سب کام بَن آئیں

جاگیر کی خواہش ہے نہ املاک کی خواہش
لے آئی ہے یاں تک ہمیں اِس خاک کی خواہش

۱۶

قیمت کے نہ لینے پہ کیا ہم نے جو اِصرار قسمیں ہمیں دے دے کے دِیئے درہم و دینار
گھر تک بھی ابھی پھر کے نہ پہنچے تھے کہ اِکبار فوجیں ہوئیں کچھ شام کے حاکم کی نمودار

تاریخ ششم کو تو زمانہ ہی پھرا تھا
دو لاکھ سواروں میں وہ مظلوم گھرا تھا

۱۷

بند اُس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پانی سمجھایا پہ اَعدا نے کوئی بات نہ مانی
وہ گرمی کے دِن اور وہ غضب تشنہ دہانی مرنے لگے اُس سیّدِ مظلوم کے جانی

پانی کے نہ مِلنے سے جو گھبراتے تھے بچّے
کوزے لئے خیمہ سے نِکل آتے تھے بچّے

۱۸

عاشور کو مَرنے پہ مسافر ہوئے تیّار تلواریں نیاموں سے نکلنے لگیں اِکبار
ڈھالوں کا لبِ نہر اُٹھا ابر دھواں دھار ہر سو تھی چمک نیزوں کی اور تیروں کی بوچھار

کس منھ سے کہیں حال جوانانِ عرب کا
پیاسے تھے ہوا ظہر تلک خاتمہ سب کا

۱۹

بے سَر جو ہوئی فوج تو تنہا ہوا سَردار ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بیکس و بے یار اِک بی بی نِکل آئی تھی خیمہ سے کئی بار

بکھرائے ہوئے بال وہ آوارہ وطن تھی
عورات نے رو کر کہا تھے ہے وہ بہن تھی

۲۰
اِک بولی کہ آگے کبھی گزری پھر اُس پر　　وہ بولے کہ زخمی کے چلا حلق پہ خنجر
تن گھوڑوں سے کُچلا گیا تاراج ہُوا گھر　　اور چھین لی اعدا نے اُس بی بی کی چادر
کونین میں اس ظلم سے اِک شور پڑا ہے
۲۱ اُس روز سے وہ دشت میں بے گور پڑا ہے

شب کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم　　اُس بن میں نظر آیا عجب طرح کا عالَم
کچھ مرد تھے، کچھ بی بیاں کچھ حوریں تھیں باہم　　غُل ہائے حسینا کا تھا اور کرتی تھیں ماتم
بے جرم و گنہ تیغ ستم جس پہ چلی ہے
۲۲ معلوم ہوا وہ کہ حُسینؑ ابنِ علیؑ ہے

یہ سُنتے ہی عورات نے اِک شور مچایا　　گھبرا کے کہا ہائے یہ کیا تم نے سنایا
شبیرؑ تو خاتونِ قیامت کا ہے جایا　　اُس شمعِ امامت کو لعینوں نے بجھایا
مظلوم کا سَر تن سے اُتارا گیا ہے ہے
۲۳ لوگو پسرِ فاطمہؑ مارا گیا ہے ہے

دسویں کو ہوئی شہؑ کے تن و سر میں جُدائی　　اور آج تلک لاش نہ سیّد کی اُٹھائی
اُن کا تو نہ باقی ہے کوئی بیٹا نہ بھائی　　تم نے بھی نبی زادے کی تربت نہ بنائی
فرزندِ علیؑ دشت میں بے دفن ہے کب سے
۲۴ معلوم ہُوا ڈر گئے حاکم کے غضب سے

تم اور حضورِ دائمیں ہمیں دو جنگ کے ہتھیار　　بس آج سے تلوار نہ تم باندھیو زنہار
ناخوش ہیں نبیؐ تم سے علیؑ تم سے ہیں بیزار　　بے پردہ ہے زینبؑ ہمیں پردہ نہیں درکار
فوجیں بھی جو بھیجے تو نہ حاکم سے ڈریں گے
اَب فاطمہؑ کے لال کو ہم دفن کریں گے

۲۵

مردوں نے جو دیکھا کہ ہوئیں عورتیں تیار — تب پہنچے وہاں بیلچے لے کے وہ اکبار
سر لے گئے تھے کاٹ کے سب کے جو ستمگار — معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہے کونسا سردار
جس خاک پہ ٹکڑے تنِ سرورؑ کے پڑے تھے
یہ لوگ وہاں ششدر و حیران کھڑے تھے

۲۶

کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے — ہم پوچھیں جو لاشوں کا شناسا کوئی آئے
سب خوابِ عدم میں ہیں کوئی کس کو جگائے — سر تن پہ نہیں جب تو پتہ کون لگائے
معلوم نہیں کونسی جا کشتۂ دیں ہیں
لاشے سے صدا آئی کہ مظلوم یہیں ہیں

۲۷

صد شکر کہ آخر ہوئے چہلم کے بھی ایام — کر دے گا خدا دفن کا اب جلد سرانجام
مشرق میں جو ہو موت امامِ ذوی الاکرام — مغرب سے امامؑ آتا ہے واں دفن کے ہنگام
رہنے دو زمیں پر نہ اٹھاؤ ابھی ہم کو
ٹھہرو کہ امامِ زمن آیا کوئی دم کو

۲۸

ناگاہ ہوئی سامنے سے گرد نمودار — مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلعِ انوار
آواز فرشتوں کی یہ آنے لگی اکبار — تعظیم کرو آئے یہاں عابدِ بیمار
ہر گام پہ گر پڑتے تھے یہ زور گھٹا تھا
عمامہ نہ تھا سر پہ گریبان پھٹا تھا

۲۹

مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت — بس گر پڑے لاشہ پہ نہ تھامی گئی رقت
چلائے کہ اے دلبرِ خاتونِ قیامت — بے چین تھا میں آپ سے جب سے ہوئی فرقت
پاس آپ کے سب خاک پہ سویا کیے بابا
ہم اتنے دنوں قید میں رویا کیے بابا

۳۰

کہہ کر یہ سخن روئے بہت عابدِ مغموم — پھر کھدنے لگی قبرِ شہِؑ بیکس و مظلوم

تیار لحد پہلے سے تھی یہ ہُوا معلوم — اِک لوح نظر آئی کہ جس پر تھا یہ مرقوم

آدمؑ نے بنائی تھی لحد حق کے ولی کی

یہ قبرِ مطہّر ہے حسینؑ ابن علیؑ کی

۳۱

رکھنے لگا لاشہ کو جو مرقد میں وہ بیمار — اِک چادرِ نور آکے کھنچی قبر پہ اکبار

ناگہ ہوئے تُربت سے کئی ہاتھ نمودار — سر کھولے یہ چلّاتی تھی زہراؑ جگر افگار

بیکس کو، نبیؐ زادے کو، معصوم کو لاؤ

میں صدقے ہوں لاؤ مرے مظلوم کو لاؤ

۳۲

سُن کر یہ سخن روئے بہت عابدِ بے پر — پھر دفنِ شہیدوں کو کیا با دِلِ مُضطر

جس وقت اُٹھانے لگے شہؑ کا تنِ اطہر — اعجازِ امامت سے اُٹھے سبطِ پیمبرؐ

عابدؑ جو گرے پڑتے تھے افراطِ الم سے

شبیرؑ گئے تا بہ لحد اپنے قدم سے

۳۳

اَب وقتِ خموشی ہے انیسِ جگر افگار — بیتاب ہیں رقّت سے شہِؑ دیں کے عزادار

مولا سے یہ کر عرض کہ یا سیّدِ ابرار — ہوں آپ کی سرکار سے عزّت کا طلبگار

برگشتہ زمانہ ہے مدد کیجیو مولا!

ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیو مولا!

ختم شد

رباعی

سایہ سے بھی وحشت ہے وہ دیوانہ ہوں
جو دام سے بھاگتا ہے وہ دانہ ہوں
دیکھا نہیں جس کو اُس کا عاشق ہوں انیسؔ
جلتا ہے جو بے شمع وہ پروانہ ہوں

رباعی

کس طرح نہ کرے ایک عالمؔ افسوس
جی بھر کے کیا نہ شہؑ کا ماتم افسوس
کیا جلد گذر گئے یہ دس دن غم کے
لو صاحبو! ہو گیا محرم، افسوس

سلام

غمِ شہؑ کا جس نے بیان کردیا
اِن آنکھوں سے دریا رواں کردیا
گھٹا زورِ مشقِ سخن بڑھ گئی،
ضعیفی نے ہم کو جواں کردیا!!
مری قدر کر اے زمینِ سخن
تجھے بات میں آسماں کردیا!
سبک ہو چلی تھی ترازوے شعر
مگر ہم نے پلّہ گراں کردیا!
نہ کی آہ کچھ عمرِ رفتہ کی قدر
عجب چین کو رائیگاں کردیا!
فلک سے ہوا کب مرا کام سہل
مگر ہاں جنازہ رواں کردیا!
گھٹا فکر میں جسم مثلِ قلم
سراپا کو حرفِ زباں کردیا!
لکھی شہؑ کے خالِ معنبر کی مدح
قلم نے ہمیں نکتہ داں کردیا!
ہوئے دفن اکبرؑ تو چلّائی ماں
اجل نے زمیں میں نہاں کردیا
چھپانے لگے ہم سے منھ قبر میں
انھیں جب خدا نے جواں کردیا
زہے شفقتِ سبطِ خیر الوریٰ
عجب رتبۂ میہماں کردیا
جو پوچھی علمدار نے جائے قبر
ترائی میں شہؑ نے نشاں کردیا
نواسنجیوں نے تری اے انیسؔ
ہر اک زاغ کو خوش بیاں کردیا

۳۰ صدقے تے ہو پدر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ　　لاشے کے نہ اٹھوانے کا صدمہ نہ اٹھاؤ
ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید میں جاؤ　　چادر کوئی مل جائے تو زینبؑ کو اڑھاؤ
ماتم میں بہن کو نہ بھلا دیجیو بیٹا
ہر وقت سکینہ کی خبر لیجیو بیٹا!

۳۱ سہنا ہے تمھیں رنج اسیری میں سفر کا　　اک بوجھ تو ہے طوق کا اک بوجھ ہے گھر کا
اے نورِ نظر غم نہ کرو لاشِ پدر کا　　بابا کے مقدّر سے ہے کیا زور پسر کا
دن گزریں گے ایذا کے تو فرصت بھی ملے گی
تم چھٹ کے جب آؤ گے تو راحت بھی ملے گی

۳۲ یہ سُن کے چلے روتے ہوئے عابدِ بیمار　　راہی ہوئے خیموں کو اکھڑوا کے ستمگار
بے غسل و کفن رہ گئی نعشِ شہِ ابرارؑ　　جز بے کسی و یاس نہ دل سوز نہ غم خوار
روتے تھے ملک عرش پہ جب روتی تھی زہراؑ
لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوتی تھی زہراؑ

۳۳ اب وقتِ خموشی ہے انیسؔ جگر افگار　　بے تاب ہیں رِقّت سے شہِ دیں کے عزادار
مولاؑ سے یہ کر عرض کہ یا سیّدِ ابرارؑ　　ہوں آپ کی سرکار سے عزّت کا طلب گار
برگشتہ زمانہ ہے مدد کیجیو مولا!
ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیو مولا!　　ختم شد

رباعی

تھے زیست سے ہاتھ اپنے دھوئے سجّاد　　شب کو کبھی راحت سے نہ سوئے سجّادؑ
جب تک جیے ہنستے نہ کسی نے دیکھا　　چالیس برس باپ کو روئے سجّادؑ

سلام

بے کسی کا شہؑ کی چرچا ہو گیا — مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا
دیر آئے پہ جلد آئے رسولؐ — اور لاکھوں کو بس سایا رہ گیا
اللہ اللہ قربِ معراجِ رسولؐ — دو کماں کا فرق ادنیٰ رہ گیا
کاتبِ اعمال بھی رخصت ہوئے — ہائے میں غربت میں تنہا رہ گیا
قبر میں ہوگا حسابِ زندگی — بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا
قبر میں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست — میں نئے گھر میں اکیلا رہ گیا
ظہر تک سب فوج پہنچی خلد میں — صاحبِ لشکر اکیلا رہ گیا
تیر گردن پر جو کھایا دھوپ میں — بھر کے ٹھنڈی سانس بچّا رہ گیا
زخم کھاتے ہی جو اکبرؑ گر پڑے — چھد کے برچھی میں کلیجا رہ گیا
اس قدر تھا خشک حضرت کا گلا — خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا
فیض تھا بے پردگی میں آل کی — ہم گنہگاروں کا پردا رہ گیا
کور ہوتیں، ان کا جلوہ دیکھ کر — شکر ہے آنکھوں کا پردا رہ گیا
اُٹھ گئے مابین سے سارے حجاب — بس فقط آنکھوں کا پردا رہ گیا
جب ہوئی بے پردہ اولادِ رسولؐ — پھر جہاں میں کس کا پردا رہ گیا
کہتی تھی ماں سوئے اصغرؑ قبر میں — ہائے خالی اس کا جھولا رہ گیا
ڈگمگا کر جب گرے گھوڑے سے شاہ — کانپ کر عرشِ معلّیٰ رہ گیا

سوؤ گے کب تک بس اب اٹھو انیس
دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا

(۳۶)

دفنِ اجسادِ شُہدا

۱

بے دفن جو تھا دشت میں سردارِ دو عالم　　جنات کے رونے کی صدا آتی تھی ہر دم
پریاں پسرِ فاطمہؑ کا کرتی تھی ماتم　　اُڑ اُڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم
فریاد کا غل اُٹھتا تھا ہر بار زمیں سے
ریتی پہ برستا تھا لہو چرخِ بریں سے

۲

کھیتوں پہ جو آتے تھے وہاں اہلِ زراعت　　لاشے نظر آتے تھے انھیں آتی تھی رقت
دن بھر تو وہ سب روتے تھے با صد غم و حسرت　　اور شب کو گھروں میں بھی نہ تھی غم سے فراغت
کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سحر تک
شبیرؑ کی مظلومی پہ روتے تھے سحر تک

۳

تب عورتیں کہتی تھیں یہ با دیدۂ پُرنم　　کیوں بے خور و خواب آپ ہیں کس بات کا ہے غم
اشک آنکھوں سے تم لوگوں کے تھمتے نہیں اک دم　　بتلاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم؟
کیا جرم کسی قسم کا ٹھہرایا ہے تم پر
یا حاکمِ جابر کا عتاب آیا ہے تم پر

۴

وہ بولے کہ ان میں سے کوئی بات نہیں آہ　　کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صدمۂ جانکاہ
تھی دوسری تاریخِ محرم کی کہ ناگاہ　　وارد ہوا اس دشت میں اک بندۂ اللہ
تھوڑے سے ملازم تھے پہ سب غنچہ دہاں تھے
کچھ پیر تھے کچھ طفل تھے کچھ تازہ جواں تھے

۱۵
سونلائے ہوئے رنگ صعوباتِ سفر سے ۔۔۔ پر دے نہیں سکتے کبھی تشبیہ قمر سے
دیکھا جو انھیں گر گیا خورشید نظر سے ۔۔۔ ہونٹوں پہ زیادہ تھی نزاکت گلِ تر سے
چہرے عرق آلودہ تھے گرمی جو بڑی تھی
ہنگامِ سحر اوس سی پھولوں پہ پڑی تھی

۱۶
باندھے ہوئے عمامے وہ کعبہ کے مسافر ۔۔۔ آقا کے جلو میں بسر و چشم تھے حاضر
چہروں سے غریب الوطنی ہوتی تھی ظاہر ۔۔۔ تسبیح زباں ذکرِ خدا صابر و شاکر
وہ چاند سے رخ پیشِ نظر آج تلک ہیں
انداز سراپا سے عیاں تھا کہ ملک ہیں

۱۷
مکی کوئی، کوئی عربی، کوئی حجازی ۔۔۔ رہوار تہِ راں عربی ترکی و تازی
شیرانِ جہاں صف شکن و صفدر و غازی ۔۔۔ سجدے تہِ شمشیر کریں ایسے نمازی
جانبازی و تسلیم و رضا ختم تھی اُن پر
آقا پہ تصدق تھے وفا ختم تھی اُن پر

۱۸
بیمثل تھا اُس فوج میں اِک ایک خوش اطوار ۔۔۔ دو شخص تھے پر سارے جوانوں میں نمودار
سب میں انھیں دونوں پہ نظر پڑتی تھی ہر بار ۔۔۔ تھا ایک علمدار تو اک فوج کا سالار
رخسار تھے یا نورِ خدا پیشِ نظر تھا
ذرّوں میں یہ خورشید وہ تاروں میں قمر تھا

۱۹
اُن دونوں میں تھا ایک جواں گیسوؤں والا ۔۔۔ گردِ قمر اس شان سے دیکھا نہیں ہالا
قد سرو سا اور حُسن میں یوسفؑ سے دوبالا ۔۔۔ مہرِ فلک نور اندھیرے کا اُجالا
اخلاق میں، شوکت میں شجاعت میں نبیؐ تھا
سایہ جو نہ ہوتا تو رسولِ عربیؐ تھا

١٠
کس منہ سے کہیں شانِ علمدارِ شہنشاہ　　سب کہتے تھے نکلا ہے یہ طوبیٰ کے تلے ماہ
تھی شوکتِ جعفرؑ تو شکوہِ اسداللہ　　حاضر تھا جلو میں حشم و دبدبہ و جاہ
خورشید سا تھا جلوہ نما خانۂ زیں پر
١١ گھوڑا دو رکابہ تھا پہ تھے پاؤں زمیں پر

برپا جو ہوا خیمۂ زنگاری سردار　　محمل سے حرم خیمے میں داخل ہوئے اک بار
اُترے وہ جواں گھوڑوں سے صحرا ہوا گلزار　　واللہ عجب مصحفِ دیں تھے وہ خوش اطوار
کچھ فکر نہ تھی اور فقط یادِ خدا تھی
١٢ تکبیروں کے نعرے تھے نمازوں کی صدا تھی

یاں ایک غلامِ حبشی اتنے میں آیا　　اور بعدِ سلام آکے یہ پیغام سنایا
تم لوگوں کو آقا نے ہمارے ہے بلایا　　حاضر ہوئے ہم اور سرِ تسلیم جھکایا
خدام پکارے کہ رہے دھیان ادب کا
١٣ دربار ہے فرزندِ شہنشاہِ عرب کا

استادہ ہوئے سامنے ہم جوڑے ہوئے ہات　　تھرا گئے دل خوف سے کی جاتی نہ تھی بات
اللہ رے اخلاقِ شہنشاہِ خوش اوقات　　کی ہم سے غریبوں پہ عجب لطف و عنایات
آداب سے سر قدموں پہ نہوڑا دیا ہم نے
١٤ پہلو میں جگہ دی ہمیں اُس بحرِ کرم نے

فرمایا کہ تکلیف ہوئی تم کو نہایت　　لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقات غنیمت
دینداروں کو لازم ہے غریبوں سے محبت　　اطفال ہیں ساتھ اور یہ ہے عالمِ غربت
ملتی نہیں مہلت کوئی دم رنج و الم سے
ہم دور وطن سے ہیں وطن دور ہے ہم سے

۱۵

اِس دشت میں تھوڑی سی زمیں دو تو بسائیں — ہے جی میں کہ اب یاں سے کہیں اور نہ جائیں
ایذائے سفر سہہ چکے راحت بھی اُٹھائیں — قبضہ جو ہو اِس بَن میں تو سب کام بَن آئیں
جاگیر کی خواہش ہے نہ املاک کی خواہش
لے آئی ہے یاں تک ہمیں اِس خاک کی خواہش

۱۶

قیمت کے نہ لینے پہ کیا ہم نے جو اِصرار — قسمیں ہمیں دے دے کے دیئے درہم و دینار
گھر تک بھی ابھی پھر کے نہ پہنچے تھے کہ اِک بار — فوجیں ہوئیں کچھ شام کے حاکم کی نمودار
تاریخ ششم کو تو زمانہ ہی پھرا تھا
دو لاکھ سواروں میں وہ مظلوم گھرا تھا

۱۷

بند اُس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پانی — سمجھایا پہ اَعدا نے کوئی بات نہ مانی
وہ گرمی کے دِن اور وہ غضب تشنہ دہانی — مرنے لگے اُس سیّدِ مظلوم کے جانی
پانی کے نہ مِلنے سے جو گھبراتے تھے بچے
کوزے لئے خیمہ سے نکل آتے تھے بچے

۱۸

عاشور کو مرنے پہ مسافر ہوئے تیّار — تلواریں نیاموں سے نکلنے لگیں اِک بار
ڈھالوں کا لبِ نہر اُٹھا ابر دھواں دھار — ہر سو تھی چمک نیزوں کی اور تیروں کی بوچھار
کس منھ سے کہیں حال جوانانِ عرب کا
پیاسے تھے ہوا ظہر تلک خاتمہ سب کا

۱۹

بے سَر جو ہوئی فوج تو تنہا ہوا سَردار — ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بیکس و بے یار — اِک بی بی نکل آئی تھی خیمہ سے کئی بار
بکھرائے ہوئے بال وہ آوارہ وطن تھی
عورات نے رو کر کہا ہے ہے وہ بہن تھی

۲۰
اِک بولی کہ آگے کہو کیا گزری پھر اُس پر
وہ بولے کہ زخمی کے چلا حلق پہ خنجر
تن گھوڑوں سے کچلا گیا تاراج ہوا گھر
اور چھین لی اعدا نے اُسی بی بی کی چادر
کونین میں اِس ظلم سے اِک شور پڑا ہے
اُس روز سے وہ دشت میں بے گور پڑا ہے

۲۱
شب کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم
اُس بن میں نظر آیا عجب طرح کا عالم
کچھ مرد تھے کچھ بی بیاں کچھ حوریں تھیں باہم
غل ہائے حسینا کا تھا اور کرتی تھیں ماتم
بے جرم و گنہ تیغ ستم جس پہ چلی ہے
معلوم ہوا وہ کہ حسین ابن علیؑ ہے

۲۲
یہ سُنتے ہی عورات نے اِک شور مچایا
گھبرا کے کہا ہائے یہ کیا تم نے سنایا
شبیرؑ تو خاتونِ قیامت کا ہے جایا
اُس شمع امامت کو لعینوں نے بجھایا
مظلوم کا سر تن سے اُتارا گیا ہے ہے
لوگو پسرِ فاطمہؑ مارا گیا ہے ہے

۲۳
دسویں کو ہوئی شہؑ کے تن و سر میں جدائی
اور آج تلک لاش نہ سیّد کی اُٹھائی
اُن کا تو نہ باقی ہے کوئی بیٹا نہ بھائی
تم نے بھی نبی زادے کی تربت نہ بنائی
فرزندِ علیؑ دشت میں بے دفن ہے کب سے
معلوم ہوا ڈر گئے حاکم کے غضب سے

۲۴
تم اور جو رہِ دائیں ہمیں دو جنگ کے ہتھیار
بس آج سے تلوار نہ تم باندھیو زنہار
ناخوش ہیں نبیؐ تم سے علیؑ تم سے ہیں بیزار
بے پردہ ہے زینبؑ ہمیں پردہ نہیں درکار
فوجیں بھی جو بھیجے تو نہ حاکم سے ڈریں گے
اب فاطمہؑ کے لال کو ہم دفن کریں گے

۲۵

مَردوں نے جو دیکھا کہ ہوئیں عورتیں تیار　　تب پہنچے وہاں بیلچے لے کے وہ اک بار
سر لے گئے تھے کاٹ کے سب کے جو ستمگار　　معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہے کونسا سردار
جس خاک پہ ٹکڑے تنِ سرورؑ کے پڑے تھے
یہ لوگ وہاں ششدر و حیران کھڑے تھے

۲۶

کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے　　ہم پوچھیں جو لاشوں کا شناسا کوئی آئے
سب خوابِ عدم میں ہیں کوئی کس کو جگائے　　سر تن پہ نہیں جب تو پتہ کون لگائے
معلوم نہیں کونسی جا گر شہِ دیں ہیں
لاشے سے صدا آئی کہ مظلوم یہیں ہیں

۲۷

صد شکر کہ آخر ہوئے چہلم کے بھی ایام　　کر دے گا خدا دفن کا اب جلد سرانجام
مشرق میں جو ہو موتِ امامِ ذوی الاکرام　　مغرب سے امامؑ آتا ہے واں دفن کے ہنگام
رہنے دو زمیں پر نہ اُٹھاؤ ابھی ہم کو
ٹھہرو کہ امامِ زمن آیا کوئی دم کو

۲۸

ناگاہ ہوئی سامنے سے گرد نمودار　　مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلعِ انوار
آواز فرشتوں کی یہ آنے لگی اک بار　　تعظیم کرو آئے یہاں عابدِ بیمار
ہر گام پہ گر پڑتے تھے یہ زور گھٹا تھا
عمامہ نہ تھا سر پہ گریبان پھٹا تھا

۲۹

مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت　　بس گر پڑے لاشے پہ نہ تھامی گئی رقت
چلائے کہ اے دلبرِ خاتونِ قیامت　　بے چین تھا میں آپ سے جب سے ہوئی فرقت
پاس آپ کے سب خاک پہ سویا کئے بابا
ہم اتنے دنوں قید میں رویا کئے بابا

۳۰۔ کہہ کر یہ سخن روئے بہت عابدِ مغموم		پھر کُھدنے لگی قبرِ شہِؑ بیکس و مظلوم
تیار لحد پہلے سے تھی یہ ہُوا معلوم		اِک لوح نظر آئی کہ جس پر تھا یہ مرقوم
آدمؑ نے بنائی تھی لحد حق کے ولی کی
یہ قبرِ مطہّر ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی

۳۱۔ رکھنے لگا لاشہ کو جو مرقد میں وہ بیمار		اِک چادرِ نور آکے کھنچی قبر پہ اکبار
ناگہ ہوئے تُربت سے کئی ہاتھ نمودار		سَر کھولے یہ چلاتی تھی زہراؑ جگر افگار
بیکس کو، نبیؐ زادے کو، مغموم کو لاؤ
میں صدقے ہوں لاؤ مرے مظلوم کو لاؤ

۳۲۔ سُن کر یہ سخن روئے بہت عابدِؑ بے پَر		پھر دفنِ شہیدوں کو کیا با دلِ مضطر
جس وقت اُٹھانے لگے شہؑ کا تنِ اطہر		اعجازِ اِمامت سے اُٹھے سبطِ پیمبرؐ
عابدؑ جو گرے پڑتے تھے افراطِ الم سے
شبیرؑ گئے تا بہ لحد اپنے قدم سے

۳۳۔ اَب وقتِ خموشی ہے انیسؔ جگر افگار		بیتاب ہیں رقّت سے شہِؑ دیں کے عزادار
مولا سے یہ کر عرض کہ یا سیّدِ ابرار		ہوں آپ کی سرکار سے عزّت کا طلبگار
برگشتہ زمانہ ہے مدد کیجیو مولا!
ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیو مولا!

ختم شد

رباعی

سایہ سے بھی وحشت ہے وہ دیوانہ ہوں جو دام سے بھاگتا ہے وہ دانہ ہوں
دیکھا نہیں جس کو اُس کا عاشق ہوں انیسؔ جلتا ہے جو بے شمع وہ پروانہ ہوں

رباعی

کس طرح نہ کرے ایک عالم افسوس جی بھر کے کیا نہ شہؑ کا ماتم افسوس
کیا جلد گذر گئے یہ دس دن غم کے لو صاحبو! ہو گیا محرم، افسوس

سلام

غمِ شہؑ کا جس نے بیان کر دیا اِن آنکھوں سے دریا رواں کر دیا
گھٹا زور مشقِ سخن بڑھ گئی، ضعیفی نے ہم کو جواں کر دیا!!
مری قدر کر اے زمینِ سخن تجھے بات میں آسماں کر دیا!
سُبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر مگر ہم نے پلّہ گراں کر دیا!
نہ کی آہ کچھ عمرِ رفتہ کی قدر عجب چین کو رائیگاں کر دیا!
فلک سے ہوا کب مرا کام سہل مگر ہاں جنازہ رواں کر دیا!
گھٹا فکر میں جسم مثلِ قلم سراپا کو حرفِ زباں کر دیا!
لکھی شہؑ کے خالِ معنبر کی مدح قلم نے ہمیں نکتہ داں کر دیا!
ہوئے دفن اکبرؑ تو چلّائی ماں اجل نے زمیں میں نہاں کر دیا
چھپانے لگے ہم سے منھ قبر میں انھیں جب خدا نے جواں کر دیا
نہ ہے شفقتِ سبطِ خیر الوریٰ عجب رتبۂ میہماں کر دیا
جو پوچھی علمدار نے جائے قبر ترائی میں شہؑ نے نشاں کر دیا
نواسنجیوں نے تری اے انیسؔ ہر اک زاغ کو خوش بیاں کر دیا

(۳۷)

ناموسِ رسولؐ

قید خانے میں

۱
جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی — بچوں کی مارے خوف کے حالت عجب ہوئی
گھٹ گھٹ کے دخترِ شہِ دیں جاں بلب ہوئی — مضطر کمال بنتِ امیرِ عرب ہوئی
آفت کا سامنا تھا، نئی واردات تھی
زہراؑ کی بیٹیوں پہ قیامت کی رات تھی

۲
پہلے پہل کی قید وہ اور وارثوں کا داغ — یہ رنگ تھا کہ ہو گئے خزاں دیدہ جیسے باغ
رونے سے اہلبیتؑ کو اک دم نہ تھا فراغ — نے چاندنی نہ شمع نہ مشعل نہ واں چراغ
غُل تھا کہ ایسے گھر بھی الٰہی جہاں میں ہیں
ثابت نہیں کہ قبر میں ہیں یا مکاں میں ہیں

۳
اُس گھر میں اہلبیتؑ محمدؐ ہوئے تھے بند — جُز تنگی جسے کسی نے کیا پسند!!
تنگی سے ایک ایک کو تکلیف تھی دو چند — تھوڑی سی جا مگر کہیں پست اور کہیں بلند
وہ بیبیاں اسیر تھیں اِس قصرِ زِشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لیے گھر بہشت میں

۴
بستی وہ فاطمہؑ کی کہاں اور وہ گھر اُجاڑ — جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ
کیا دل کھلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ — دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ
گھبرا کے چھت کو بیبیاں ہر بار تکتی تھیں
ٹوٹے مکاں کی رات کو کڑیاں کڑکتی تھیں

۴۵ کیجیے شکستگیِ خرابے کا کیا بیاں　　ثابت نہ جس میں سقف، نہ در اور نہ سائباں
وحشت کا گھر، ہراس کی جا، خوف کا مکاں　　وہ شب کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں
ظلمت سرائے گور تھی، زنداں کا گھر نہ تھا
حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گزر نہ تھا

۴۶ مثلِ دلِ یزیدؔ تھا وہ سب مکاں سیاہ　　تاروں کی روشنی کو بھی ملتی نہ واں تھی راہ
چھایا تھا، دل جلی ہوئی رانڈوں کا دودِ آہ　　حجرے سے چشمِ تر کے نکلتی نہ تھی نگاہ
دیکھے کسی کی شکل کوئی یہ محال تھا
روزن بھی تھا کوئی تو وہ چشمِ غزال تھا

۴۷ شب کا تو ذکر کیا ہے کہ لگتا تھا دن میں ڈر　　ظاہر تھے جا بہ جا حشراتِ زمیں کے گھر
تھے وقفِ آشیانِ ابابیل، سقف و در　　نکلا وہ مر کے قید ہوا اس میں جو بشر
گھر تھا اجل کا، خانۂ رنج و بلا نہ تھا
برسوں سے واں چراغ کسی شب جلا نہ تھا

۴۸ ایک ایک سے یہ کہتی تھی زینبؑ جگر فگار　　لائق نہ اس مکان کے تھے ہم گناہ گار
مجبور جو غریب ہوں، کیا اُن کا اختیار　　سایہ تو ہے سروں پہ کردِ شکرِ کردگار
بے جائے گریہ حالِ شہِؑ مشرقین پہ
کیا گزری ہوگی دھوپ میں لاشِ حسینؑ پر

۴۹ زنداں میں مضطرب تھے اسیرانِ نوحہ گر　　وہ ہولناک شب، وہ اندھیرا کہ الحذر
بیٹھی تھیں فرشِ خاک پہ رانڈیں برہنہ سر　　بدلی نگاہ بانوں کی چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے ادھر شکرِ رب کیا
اور اس طرف یزیدؔ نے خاصہ طلب کیا

بند ۱۰
جلدی محل سرا میں رواں ہوا طعام خاصہ چُنا خواصوں نے بازینت تمام
ہاں! ہند کو بلاؤ، یہ بولا اسیرِ شام تب اِک کنیز خاص نے اُس سے کیا کلام
خاصہ نہ دن کو نوش کیا ہے نہ سوئی ہیں
بی بی سحر سے آج کئی بار روئی ہیں

بند ۱۱
بولا خبر یہ سُنتے ہی وہ بانیٔ ستم جا کر کہو کہ دیر سے یاں منتظر ہیں ہم
دوڑیں یہ حکم سن کے، خواصیں کئی بہم ناچار ہندؔ آن کے بیٹھی بہ چشمِ نم
ہرگز یزیدؔ کی تو نہ جانب نگاہ کی
دیکھا طعامِ گرم تو ایک سرد آہ کی

بند ۱۲
پوچھا یزید نے کہ ہے کچھ بدمزہ مزاج؟ بولی یہ ہندؔ، ہوتا ہے ہاں دردِ دل میں آج
ہے ظلم اور ستم کا ترے عہد میں رواج اپنے جگر کے زخم کا میں کیا کروں علاج
تجھ کو تو عید ہے، مجھے صدمے گزرتے ہیں
یہ کون ہیں جو راتوں کو فریاد کرتے ہیں

بند ۱۳
کیں ہندؔ نے یہ درد کی باتیں جو ایک بار ہر قلب پر ستم کی چلی تیغِ آب دار
اللہ رے جوشِ ماتمِ سُلطانِ نامدارؑ رویا جھکا کے سر کو یزیدِؔ لعیں زبوں شعار
خنجر غمِ حسینؑ کا دشمن پہ چل گیا!
کیا نام میں اثر ہے کہ پتھر پگھل گیا

بند ۱۴
ناچار ہو کے ہندؔ سے ظالم نے یہ کہا جا دیکھ آ انھیں، مرا نقصاں ہو اس میں کیا
واں جا کے اور ہوئے تجھ کو قلق سوا سُنتے ہی یہ کلام، اُٹھی ہندِ باوفا
پہلو میں مضطرب تھا دل اُس حق پرست کا
اُٹھتے ہی جلد حکم دیا بندوبست کا

۱۵
نکلی محل سرا سے یہ کہہ کر وہ خوش سیر — تھیں ساتھ ساتھ چند خواصیں بھی نوحہ گر
پہنچی جنابِ حضرتِ زینبؑ کو یہ خبر — رنگ اُڑ گیا، یہ کہنے لگیں سر کو پیٹ کر
اپنا نہیں خیال، بزرگوں کا پاس ہے
۱۶ ہے ہے کہاں چھپوں وہ مری روشناس ہے

یہ سُن کے ہند رونے لگی تب بہ اشک و آہ — پھر مُڑ کے روئے حضرتِ زینبؑ پہ کی نگاہ
رُخ سے ہٹائے بال، تو حالت ہوئی تباہ — بے ساختہ کہا کہ زہے قدرتِ الٰہ
ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے
۱۷ زینبؑ یہی ہیں خالقِ اکبر گواہ ہے

کہنے لگی یہ ہند سے زینبؑ جگر فگار — کیوں فالِ بد نکالتی ہے منہ سے بار بار
اے ہند ان کا نام نہ لے بہرِ کردگار — نسبت نہ ان سے دے کہ وہ ہیں فاطمہؑ وقار
اعدا تو مجھ کو لے گئے بلوائے عام میں
۱۸ دشمن نہ ان کے قید ہوں زندانِ شام میں

وہ شادکام اور میں بے کس جگر فگار — آباد وہ ہیں اور میں زنداں میں سوگوار
بلوے میں لے گئے مجھے اعدا بہ حالِ زار — باہر کنیز اُن کی نہیں نکلی زینہار!!
وہ بی بی پردہ دار ہے اور خوش خصال ہے
۱۹ زینبؑ میں ہی ہوں یہ ترا بیجا خیال ہے

یہ سُن کے بے قرار ہوئی ہندِ خوش خصال — دیکھا بغور رُخ تو یہ بولی بصد ملال
اے میری شاہزادی چھپاؤ نہ مجھ سے حال — زینبؑ تم ہی ہو خواہرِ شبیرؑ باکمال
تم کو قسم ہے فرقِ شہِ مشرقین کی
جلدی کہو خبر مرے آقا حسینؑ کی

۲۰
یہ کہہ کے پیٹنے جو لگی ہندِ باوقار　　فرطِ قلق سے دل ہوا زینبؑ کا بے قرار
چلائیں سر کو پیٹ کے با چشمِ اشک بار　　اے ہند! کٹ گیا سرِ شبیرؑ نامدار
پانی دیا نہ سبطِ رسالتؐ پناہ کو
۲۱ حاکم نے بے گناہ کیا قتل شاہ کو

اے ہند! کیا کہوں خبرِ شاہِ تشنہ لب　　ہنگامِ عصر کٹ گیا زہراؑ کا باغ سب
مطلق ڈرا نہ خالقِ اکبر سے بے ادب　　چوبِ یزیدؔ اور لبِ شبیرؑ ہے غضب
رونے نہ پائے ماتمِ شاہِ شہید میں
۲۲ سر ننگے لے گئے مجھے بزمِ یزیدؔ میں

کیا پوچھتی ہے تو خبرِ شاہِ بحر و بر　　فرقِ حسینؑ تھا کبھی نیزے پہ جلوہ گر
باندھا درخت میں کبھی خولی نے بے خطر　　لٹکا درِ یزیدؔ پہ سبطِ نبیؐ کا سر!!
یاں تک تھی دشمنی سپہِ بد خصال کو
۲۳ پتھر لگائے راہ میں زہراؑ کے لال کو

اے ہند! رن میں شاہ کے یار ہوئے شہید　　عباسؑ قتل ہو گئے، اصغرؑ ہوئے شہید
بن بیاہے دشت میں علی اکبرؑ ہوئے شہید　　شبیرؑ کا لال اور مرے دلبر ہوئے شہید
مُرجھا کے فاطمہؑ کی نہ کھیتی ہری ہوئی
۲۴ بچوں سے گود ہو گئی خالی بھری ہوئی

میداں میں بے کفن ہے ابھی لاشِ شاہؑ پاک　　ہے ہے وہ اوس اور وہ میدانِ ہولناک
واحسرتا، وہ گرم ہوا اور وہ فرشِ خاک　　کس طرح دل نہ ہو مرا سینے میں چاک چاک
جہلم تلک ہوا نہ شبہ مشرقین کا
اب تک پڑا ہے دھوپ میں لاشہ حسینؑ کا

۲۵

منگوایا ہند نے جو سرِ شاہِ بحر و بر　　مجرے کو اُٹھ کھڑے ہوئے قیدی بہ چشمِ تر

جب سر پہ شاہِ دیں کے سکینہؑ نے کی نظر　　چلّائی رو کے، ہائے غضب، مر گئے پدر

دنیا سے تشنہ کام سفر کر گئے حسینؑ

۲۶ لو! مجھ پہ اب یہ راز کھُلا مر گئے حسینؑ

پھر سر کو پیٹتی ہوئی دوڑی وہ سوگوار　　دامن میں لے لیا سرِ شبیرؑ نام دار

منہ رکھ کے منہ پہ شہؑ کے جو روئی وہ دل فگار　　صدمہ ہوا نکلنے لگی تن سے جانِ زار

دنیا میں اس کی زیست کا نقشہ بدل گیا

۲۷ جنبش ہوئی لبوں کو بس، اور دم نکل گیا

اُٹھی یہ کہہ کے بانوئے بے کس برہنہ سر　　دیکھا! پڑی ہے خاک پہ بے جاں وہ نوحہ گر

زینبؑ کو پھر دکھا کے یہ بولی بہ چشمِ تر　　بچّی کو میری لے گئے سلطانِ بحر و بر

زنداں کے تھے وہ ظلم کہ عاجز تھی جان سے

۲۸ افسوس! چل بسی مری بچّی جہان سے

بانو نے سر کو پیٹ کے تب یہ کیا بیاں　　بس مل چکی حسینؑ سے قربان جائے ماں

اے نورِ عین بس نہ کرو نالہ و فغاں!　　ایسا نہ ہو کہ گھٹ کے نکل جائے تن سے جاں

بچھڑے ہیں کب سے بادشہِ مشرقین سے

۲۹ ہم بھی تو مل لیں فاطمہؑ کے نورِ عین سے

بی بی! تمہاری ننھی سی میت کے میں نثار　　منہ سے اُٹھاؤ کُرتے کا دامن پھر ایک بار

جی بھر کے تجھ کو دیکھ لے مادرِ جگر فگار　　امّاں کو اپنے پاس بلا لو تو ہو قرار

فرصت کبھی نہ ہو گی ہمیں شور و شین سے

تم یاں سے جا کے قبر میں سوؤ گی چین سے۔

۳۰ بچی نے اُٹھائے قید میں کیا کیا نہ رنج و غم — باندھا گلے کو شمر نے رسی سے بہ ستم
بابا کو یاد کر کے جو روتی تھیں دم بدم — دیتے تھے گھڑکیاں تھیں یہ بانیِ ستم
زخمی ہیں کان پھول سے عارض کبود ہیں
ابتک نشاں طمانچوں کے رُخ پر نمود ہیں ۳۱

بی بی خدا پہ خوب ہے روشن ہمارا حال — چادر تلک نہیں ہے چھپاؤں جو سر کے بال
کس طرح دوں کفن تجھے اے میری خورد سال — نادار ہوں میں پاس نہ دولت ہے اور نہ مال
سنگِ الم سے شیشۂ دل پاش پاش ہے
دو گز کفن کے واسطے محتاج لاش ہے ۳۲

ہوتا جو دادی پاس مرے کچھ بھی مال و زر — تربت بناتی ننھی سی میں سوختہ جگر
تابوت پر بھی باندھتی سہرا بہ چشمِ تر — جو پوچھتا تو بس یہی کہتی میں نوحہ گر
میت یہی ہے بنتِ شہِ مشرقین کی
دنیا سے آج اُٹھ گئی عاشق حسینؑ کی ۳۳

بس اے انیس! بزم میں ہے گریہ و بکا — وقتِ دعا ہے خالقِ اکبر سے کر دُعا
یارب بحقِ احمدؐ و زہراؑ و مجتبیٰؑ — دکھلا دے جلد روضۂ سلطانِ کربلا
دم لب پہ ہے زیارتِ مولا نصیب ہو
بیمارِ غم کو قربِ مسیحا نصیب ہو

ختم شد

(۳۸)

بی بی سکینہؑ

۱

آفت میں گرفتار ہیں ناموسِ محمدؐ مجبور ہیں، ناچار ہیں، ناموسِ محمدؐ
سرور کے عزادار ہیں ناموسِ محمدؐ اور جینے سے بے زار ہیں ناموسِ محمدؐ
زنداں کی صعوبت ہے، غریب الوطنی ہے
غل ہائے حسینؑا کا ہے اور سینہ زنی ہے

۲

اکبرؑ کی جوانی کا کسی رانڈ کو غم ہے اصغرؑ کے لیے چشم کسی بی بی کی نم ہے
عباسؑ کی فرقت کا کسی دل پہ الم ہے دولھا کو کوئی روتی ہے سر زانو پہ خم ہے
کرتی ہے کوئی یاد محمدؐ کے پسر کو
دیوار سے رو رو کر کوئی ٹکراتی ہے سر کو

۳

کہتی ہے کوئی لوٹا گیا باغ ہمارا ہے ہے مرے بچے کو ستم گاروں نے مارا
مجھ رانڈ کا پیری میں رہا کچھ نہ سہارا دنیا سے مرا لال جواں ہو کے سدھارا
شادی بھی ہوئی تھی نہ مرے لختِ جگر کی
میں مر نہ گئی ہائے بلا لے کے پسر کی

۴

ہر شام و سحر شور یہ تھا، ہائے حسینؑا! اب تک نہ کفن تم کو ملا ہائے حسینؑا
کاٹا ترا ظالم نے گلا، ہائے حسینؑا! کنبہ ترا آفت میں پھنسا ہائے حسینؑا
تم چھٹ گئے کٹوا کے گلا رنج و الم سے
اب کون چھڑا دے گا ہمیں قید و ستم سے

۵۰
اس قید میں تھا بالی سکینہ کو نہ آرام — سر پیٹتی تھی ہاتوں سے رو کر سحر و شام
سب بھول تھی، بابا ہی کا بس یاد تھا اِک نام — کہتی تھی کہ آں نہیں جینے کی میں ناکام
پاؤں گی کہاں فاطمۂ زہراؑ کے پسر کو
ہیں ڈھونڈتی آنکھیں مری مظلوم پدر کو

۵۱
منہ چوم کے بہلاتی تھی ماں، اے مری پیاری — اب آئے گی یاں بی بی کے بابا کی سواری
آؤ کرو آرام مری گود میں واری — روداد سُنی ہے شہِ والاؑ نے تمہاری
چھاتی سے حسینؑ آکے لگا دیں گے مری جاں
عباسؑ علیؑ پانی پلادیں گے مری جاں

۵۲
وہ کہتی نہ سوؤں گی اگر نیند بھی آئے — ہے کون جو چھاتی پہ سکینہؑ کو سُلائے
حال اپنا کسے آہ یہ مظلوم سنائے — بابا نہیں زانو پہ مجھے کون بٹھائے
سینہ مرا اب دردِ یتیمی سے تپاں ہے
بچھڑی ہوں پدر سے مجھے آرام کہاں ہے

۵۳
یاد آتا ہے بابا کا وہ چھاتی پہ سُلانا — وہ پیار کی باتیں وہ مرا ناز اٹھانا
وہ بیٹھ پہ شفقت سے مرے ہاتھ پھرانا — اور پیار سے ہر وقت وہ منہ چومتے جانا
تا حشر بس اب شاد نہ ہوئے گی سکینہؑ
چین آئے گا جب قبر میں سوئے گی سکینہؑ

۵۴
یہ نیل طمانچوں کے کسے آہ دکھاؤں — کانوں کے میں دُکھ کا کسے احوال سُناؤں
عباسؑ چچا کو بھلا کس طرح سے پاؤں — اکبرؑ ہیں کہاں جن کو حمایت میں بلاؤں
ڈر شمرِ لعیں کا یہ ہے کہ میں چلا نہیں سکتی
وہ آ نہیں سکتے، میں وہاں جا نہیں سکتی

۱۱۰
ماں نے کہا قرباں ترے اے بیکس و بے پر — اب رونے کی طاقت نہیں ہو چپ رہو دم بھر
سُن لیوے گا رونا ترا گر شمرِ بد اختر — بے رحم ہے بیدادی سے گھڑکے گا ستم گر
دشمن تری آواز کا وہ دشمنِ دیں ہے
ہم بے کس و مجبور ہیں کچھ زور نہیں ہے

۱۱۱
وہ کہتی تھی سینے میں تڑپتا ہے مرا دل — مر جاؤں تو آسان ہو اماں مری مشکل
اس دُکھ کی میں اب ہو نہیں سکتی متحمل — راضی ہوں مجھے تیغ سے کوئی کرے بسمل
بابا کی جدائی نے یہ بے تاب کیا ہے
کانوں کا بھی اب درد مجھے بھول گیا ہے

۱۱۲
غش ہو گئی بس اتنے میں وہ بیکس و پُر غم — پھر بی بی کو بس ہو گیا اِک سکتے کا عالم
بانو نے کہا ہائے میں اب کیا کروں اس دم — ہاتوں سے چلی شیفتۂ سیدِ اکرم
جان و جگرِ شاہِ مدینہ کو غش آیا
فریاد ہے فریاد سکینہ کو غش آیا

۱۱۳
یاں ہائے سکینہؑ کا ہوا شور جو اِک بار — تب خواب سے حاکم بھی محل میں ہوا بیدار
منگوائی خبر جب تو کسی نے کیا اِظہار — اِک چار برس کی جو ہے شبیرؑ کی دلدار
یاد اُس کو نہیں شہؑ کی فراموش ہوئی ہے
بابا کو یہ روئی ہے کہ بے ہوش ہوئی ہے

۱۱۴
حلقے کیے گرد اس کے حرم روتے ہیں باہم — کہرام ہے زنداں میں قیامت کا ہے عالم
بولا یہ خبرداروں سے اس وقت وہ اظلم — پہنچاؤ خرابے میں سرِ سیدِ اکرمؑ
بے تاب ہے ؟ لے لے شہؑ مظلوم کے سر کو
محروم نہ رہ جائے وہ دیدارِ پدر سے

۱۵
جس طشتِ طلائی میں رکھا تھا سرِ سرورؑ خدام روانہ ہوئے جلدی اسے لے کر
جا کر درِ زنداں پہ پکارے وہ بد اختر لے جاؤ کوئی آکے سرِ سیدِ بے سر
خوشبو اسے شبیرؑ کی زلفوں کی سنگھا دو
سر باپ کا مظلوم سکینہؑ کو دکھا دو

۱۶
روتے درِ زنداں پہ گئے سیدِ سجادؑ سر باپ کا ہاتھوں پہ لیا بادلِ ناشاد
زنداں میں چلے کرتے ہوئے نالہ و فریاد جا پہونچے تو رانڈوں سے کیا رو کے یہ ارشاد
شبیرؑ کا سر آیا ہے تعظیم کو اٹھو
زہراؑ کے جگر بند کی تسلیم کو اٹھو

۱۷
سر پیٹیں یہ سنتے ہی سبھی بی بیاں باہم زینبؑ نے کہا کرتی ہے تسلیم یہ پُرغم
ہاتھوں پہ لیا پھر سرِ سردارِ دو عالم!! سر پیٹ کے سب بی بیاں کرنے لگیں ماتم
سر ہاتھوں پہ بھائی کا بہن کے جو دھرا تھا
اک نورِ خدا چار طرف جلوہ نما تھا

۱۸
بالیں پہ سکینہؑ کے سرِ شاہ جو لائی بو گیسوئے سرور کی سکینہؑ کو سنگھائی
بابا کی جو بو دخترِ مظلوم نے پائی! کچھ غش سے افاقہ ہوا اور ہوش میں آئی
آہستہ کہا روح مزا پاتی ہے لوگو!
بو بابا کی زلفوں کی چلی آتی ہے لوگو!

۱۹
پھر تھام کے شانے اسے بانو نے اٹھایا زینبؑ نے کہا لے ترا بے کس پدر آیا
سر خاک پہ سجدے کو سکینہؑ نے جھکایا دیکھا جو سوئے طشت تو یہ شور مچایا
بابا کا مرے سر ہے یہ پہچان گئی میں
ان خون بھری زلفوں کے قربان گئی میں

۲۰

چھوٹے سے جو ہاتھوں سے اٹھایا سرِ سرورؑ آنکھیں ملیں رخساروں سے منہ رکھ دیا منہ پر
لکھا ہے کہ جنبش میں تب آئے لبِ اطہر حضرت نے بھی اعجاز سے چومے لبِ دختر
وَا ہو گئیں آنکھیں شہِ مظلومؑ کے سر کی
۲۱ بیٹی پہ عجب یاس سے حضرتؑ نے نظر کی

بیٹی نے کہا صدقے میں اس پیار کے بابا! یہ کس نے گلا آپ کا تلوار سے کاٹا؟
سر تو ہے یہاں اور تنِ پُرنور ہے کس جا وہ بازو کہاں ہیں جو مرے ہوتے تھے تکیہ؟
اب منہ سے نکلتا ہے کلیجہ مرا پھٹ کر
۲۲ وہ چھاتی کہاں جس پہ میں سوتی تھی لپٹ کر

اِس رن میں کہوں کیا جو ستم میں نے اٹھائے یا شاہؑ! طمانچے مجھے ظالم نے لگائے
بُندے مرے چھینے، مجھے نیزے بھی دکھائے باندھے ہوئے گردن میں رسن کھینچتے لائے
نے پاس ہیں آپؑ اور نہ چچا جانؑ ہمارے
۲۳ فریاد کہ مجروح ہوئے کان ہمارے

اتنے میں کہا شمرِ لعیں نے یہ آ کر! لے جاؤ بس اب جلدی سرِ سبطِ پیمبرؐ
حاکم کا مجھے حکم یہ پہنچا ہے ستمگر دم بھر سے زیادہ نہ رہے یاں سرِ سرورؑ
روتی ہے تو دکھلا دو ذرا شکلِ پدر کو
۲۴ بہلی ہو سکینہؑ تو حوالے کرو سر کو

ناداں نے سنی شمرِ لعیں کی آواز جو اک بار تن کانپ گیا، سہم گئی وہ جگر افگار
بانوؑ سے لپٹ کر کہا اے مادرِ غم خوار جان اپنی میں دوں گی پہ یہ سر دوں گی نہ زنہار
کرتے میں چھپا لیتی ہوں اس خوں بھرے سر کو
دیکھا نہیں جی بھر کے ابھی اپنے پدر کو

۲۵
سن لو یہ وصیت مری تم سب کے میں قرباں　　تم بھی نہ اُسے دیکھو سرِ سرورِ ذی شاں
جھنجلا کے مجھے قتل کرے گر یہ بد ایماں　　سر باپ کا رکھ دیجو مری قبر میں اماں
ہو گا نہ قلق روح مری شاد رہے گی
واللہ مری گور بھی آباد رہے گی:

۲۶
ڈیوڑھی سے سکینہؑ کی سُنی شمرِ لعیں نے تقریر　　زنداں میں گیا چیں بہ جبیں، دست بہ شمشیر
تھرائے حرم، سہم گئی دُخترِ شبیرؑ　　فرمانے لگے اس سے یہ تب عابدؑ دلگیر
اِس ظلم رسیدہ کو نہ آزار دے بس کر
معصوم سکینہؑ کی یتیمی پہ ترس کر

۲۷
ظالم نے بزور اس سے سرِ شاہ کو چھینا　　اور لے گیا زنداں سے سرِ شاہؑ مدینہ
رانڈیں تو لگیں پیٹنے رو کر سر و سینہ　　اور مر گئی بس، ہائے پدر کہہ کے سکینہؑ
اِک دھوم ہوئی خانۂ زنداں میں بُکا کی
تھا شور کہ شبیرؑ کی عاشق نے قضا کی

۲۸
ماں بولی کہ بچی تری صورت کے میں صدقے　　ہے ہے مری پیاری تو جدا ہو گئی مجھ سے
ماں چھوٹی سی میت تری کن آنکھوں سے دیکھے　　آخر ہوئیں بی بی نہ اٹھائے گئے صدمے
مادر تری مظلومی کے قربان سکینہؑ
معصوم سکینہؑ مری نادان سکینہؑ

۲۹
صدقے گئی اب روتی نہیں شمرِ لعیں کے ڈر کر　　کہتی نہیں اماں مجھے ملوا دو پدر سے
گھر داری کے تم آج چلی ہو مرے گھر سے　　منہ موڑ گئیں مادرِ تفتیدہ جگر سے
میں روتی ہوں، بیدار نہیں ہوتی ہو بی بی
چھاتی پہ دھرے ہاتھ پڑی سوتی ہو بی بی

۳۰

پھر رکھ کے منہ اُس بچی کے منہ پر یہ پکاری — اصغرؑ کی طرح چھوڑ گئیں تم ہمیں واری

بی بی میں نہیں جینے کی فرقت میں تمہاری — ہے ہے مری عاشق مری بے کس مری پیاری

مادر سے برے وقت میں منہ موڑ گئیں تم

۳۱ اس قید میں رونے کیلئے چھوڑ گئیں تم!

ننھی سی کہاں قبر بناؤں میں تمہاری — چادر بھی نہیں جس کا کفن دوں تمہیں واری

پردیس میں کی تو نے قضا اے مری پیاری — کیا آخری خدمت کرے ماں درد کی ماری

پوشیدہ تہِ خاک جو تن ہوگا تمہارا

۳۲ یہ خون بھرا کرتا ہی کفن ہوگا تمہارا

اس بین سے بانو کے ہوا شورِ قیامت — اور زینبؑ و کلثومؑ بھی روتی تھیں بہ شدت

عابدؑ کو بھی تھی چھوٹی بہن کی بڑی الفت — خاموش انیسؔ آگے نہیں لکھنے کی طاقت

درگاہِ الٰہی میں یہ اس وقت دعا کر

۳۳ زائر ہمیں شبیرؑ کا اے بارِ خدا کر

خاموش انیسؔ اب نہیں یارائے سخن کا — صد شکر کہ مدّاح ہے تو شاہِ زمَن کا

کہہ حق سے کہ صدقہ سرِ ہفتاد و دو تن کا — پابند نہ کر مجھ کو کبھی رنج و محن کا!

دنیا میں کسی طرح کا مجھ کو نہ اَلم ہو

پُر دل میں مرے پنجتنِ پاک کا غم ہو

ختم شد

رُباعی

گوہر کو صدف میں آبرو دیتا ہے
بندے کو بغیر جستجو دیتا ہے!
انسان کو رزق، گُل کو بو، سنگ کو لعل
جو کچھ دیتا ہے سب کو تُو دیتا ہے

رُباعی

ہر برگ سے قدرتِ اُحد پیدا ہے
ہر پھول سے صفتِ صمد پیدا ہے
سینہ ہے بشر کا وہ محیطِ ذخار
ہر ایک نفس سے جذر و مد پیدا ہے

سلام

سلامی کہتے تھے اعدا رلاؤ زینبؑ کو ق
سرِ حسینؑ سناں پر دکھاؤ زینبؑ کو
جلا کے خاک کرو جلد خیمہ ہائے حسینؑ
برہنہ سر سرِ اشتر بٹھاؤ زینبؑ کو
نہ نکلے دخترِ زہرؑا جو خیمے سے باہر
پکڑ کے ہاتھ ابھی کھینچ لاؤ زینبؑ کو
وہ بنتِ فاطمہؑ افسوس جس کے حق میں حسینؑ
حرم سے کہتے تھے سمجھاکے لاؤ زینبؑ کو
ہمارا نام لو بیٹوں کو گر وہ روتی ہے
اٹھا بٹھاؤ اگر غش میں پاؤ زینبؑ کو
برہنہ سر جو پڑی خاک میں تڑپتی ہے
ردائے حضرتِ زہرؑا اڑھاؤ زینبؑ کو
جو بنتِ فاطمہؑ کو ڈھونڈیں لوٹنے والے
کہیں یہ چاہیئے اس دم بچاؤ زینبؑ کو
صدائے فاطمہؑ آئی کہ اے مرے شبیرؑ
تڑپ رہی ہے گلے سے لگاؤ زینبؑ کو
کہا یزید نے جب شمرِؔ لعیں سے سرِ دربار ق
کدھر ہے دخترِ زہرؑا دکھاؤ زینبؑ کو
چھپا کے ہاتھوں کو منہ کو یہ بولی شہ کی بہن
خدا کے واسطے لوگو چھپاؤ زینبؑ کو
انیسؔ اہلِ حرم میں بپا ہوا محشر!
کہا جو حاکمِ اظلم نے لاؤ زینبؑ کو

(۳۹)

حضرتِ زینبؑ یزید کے دربار میں

۱

کوفے میں جب حرمِ حضرتِ شبیرؑ آئے	روتے اور پیٹتے بحالتِ تغیر آئے
ننگے سر بلوے میں سب صاحبِ توقیر آئے	پہنے زنجیرِ گراں عابدِ دل گیر آئے
یوں تو اِس شہر میں بندی نہ کبھی آئی تھی
ننگے سر رانڈیں تھیں، اور خلق تماشائی تھی

۲

سرِ بازار عجب طرح کا تھا بلوۂ عام	سیر کو لوگ گھروں سے چلے آتے تھے تمام
جا کہیں خالی نہ تھی بھر گئے تھے کوچہ و بام	کثرتِ خلق سے مشکل تھا اٹھانا اک گام
کوئی غمگین تھا اور شاد کوئی ہوتا تھا
کوئی ہنستا تھا اسیروں پہ کوئی روتا تھا

۳

شہر کے قلعے سے بے ناکے تک انبوہِ کثیر	شاد و خرم چلی آتی ہے پیادوں کی بھیڑ
غل تھا عورات میں ہر سمت کہ ہے ہے شبیرؑ	بے خطر ہو ہو کے کہتے تھے صغیر او کبیر
ننگے اونٹوں پہ جو سیدانیاں محبوس ہیں یہ
احمدؐ و حیدرؑ و شبیرؑ کے ناموس ہیں یہ

۴

آمدِ فوجِ مخالف کا کروں کیا میں بیاں	آگے آگے تو چلے آتے تھے لشکر کے نشاں
پیچھے گھوڑوں پہ تھے اسوار نمودار جواں	بج رہا تھا دُہلِ فتح، ہر اک تھا شاداں
پر تماشائیوں کی چھاتی پھٹی جاتی تھی
باجوں سے ہائے حسیناؑ کی صدا آتی تھی

۵ پیچھے ان لوگوں کے مقتولوں کے کوتل گھوڑے　　تسمے باگوں کے کٹے، گردنوں پر تیر لگے
زین ڈھلکے ہوئے اور خوں میں سراسر ڈوبے　　یال سے اُن کے ٹپکتے تھے لہو کے قطرے
گردنیں ڈالے ہوئے، چپکے چلے جاتے تھے!
آنسو ان گھوڑوں کی آنکھوں سے بہے جاتے تھے

۶ پیچھے اِن گھوڑوں کے نیزوں پہ شہیدوں کے تھے سر　　کوئی خورشید لقا، اور کوئی رشکِ قمر
راہ کی گرد جمی، چاند سے رخساروں پر　　خشک لب پیاس سے اور خون سے تھے چہرے تر
سر سے ایک ایک کے تھی صولت و شوکت ظاہر
بعد مرنے کے بھی تھی شانِ شجاعت ظاہر

۷ سب کے آگے سرِ عباسؑ تھا نیزہ پہ علم　　بند تھے غنچۂ نرگس کی طرح دیدۂ نم
دیکھ کر اس کو تماشائی یہ کہتے تھے بہم　　دیکھو تو مر گئے پر بھی ہے عجب جاہ و حشم
رتبہ پہنچا یہ شہنشاہِ بنی ہاشم کا
سر ہے نیزے پہ دھرا ماہِ بنی ہاشم کا

۸ سرِ اکبر پہ جو پڑتی تھی خلائق کی نگاہ　　کہتے تھے رو رو کے کیا رعب ہے کیا حسن ہے واہ!
کوئی کہتا تھا کہ واللہ یہ ہے غیرتِ ماہ　　کوئی گھبرا کے یہ کہتا تھا کہ اے بارِ الٰہ
نیزے پر یوسفؑ، یعقوب کا سر دیکھا ہے
یا سناں پر ترے محبوب کا سر دیکھا ہے

۹ سرِ قاسم کو ہر اک دیکھ کے کرتا تھا بیاں　　اس میں سب سیدِ مسموم کی ہے شوکت و شاں
سہرا ماتھے پہ بندھا ہے تو یہ ہوتا ہے عیاں　　عقد کے بعد یہ نوشاہ ہوا ہے بے جاں
اس طرح بیاہ کسی کا نہ ہوا ہوئے گا
ایسا ناشاد تو کوئی نہ بنا ہوئے گا

۱۰

ایک سناں پر تھا سرِ سبطِ رسولِ مدنی　　لوگ کہتے تھے کہ تیروں سے ہے پیشانی چھلنی
ہے عیاں چہرے سے مظلومی و غریب الوطنی　　یہ سرِ پاک کہاں اور کہاں نیزے کی انی
اِس کا کیا نام ہے یارو یہ پسر کس کا ہے
۱۱ کس سے پوچھیں نہیں معلوم یہ سر کس کا ہے

یہ جو آپس میں تماشائیوں نے ذکر کیا　　آئی اُس دم سرِ شاہِ شہدا سے یہ صدا
اَیُّہَا النّاس میں بیکس ہوں علیؑ کا بیٹا　　میرا نانا ہے نبیؐ باپ علیؑ شیرِ خدا
تن سے سر میرے عزیزوں کا اُتارا ناحق
۱۲ میں وہ ہوں بھوکا پیاسا جسے مارا ناحق

دوش پر اپنے پیمبرؐ نے چڑھایا تھا مجھے　　جیتے جی اپنے نبیؐ نے نہ رلایا تھا مجھے
رختِ نو عید کے دن خلد سے آیا تھا مجھے　　دودھ خاتونِ قیامت نے پلایا تھا مجھے
گھر بُلا کر کوئی یہ جور و جفا کرتا ہے
۱۳ اپنے مہماں سے کوئی بھی دغا کرتا ہے

آپ سے تو میں نہ تھا شہر میں ان کے آیا　　یاں کے باشندوں نے خط لکھ کے مجھے بلوایا
میہمانی کے عوض خون پیا غم کھایا　　تین دن میں نے نہ اس گرمی میں پانی پایا
اِن لعینوں نے جدا تن سے کیا سر میرا
۱۴ خیمے سب پھونک دیے لوٹ لیا گھر میرا

برچھیاں کھا کے میں گھوڑے سے زمیں پر جو گرا　　میں نے چاہا کہ کروں سجدۂ معبود ادا
لے کے خنجر مری چھاتی پہ ستمگار چڑھا　　پورا سجدہ بھی مجھے شمر نے کرنے نہ دیا
سر کے بے کاٹے نہ اُترا مرے سینے پر سے
رگڑے دے دے کے گلا کاٹا مرا خنجر سے

۱۵
سر ہے اس نیزے پہ جنگل میں پڑا ہے مرا تن | لاش نے آج تلک پایا نہیں غسل و کفن
ہاتھ میں غابدِ بیمار کے باندھی ہے رسن | قید کرلائے ہیں ناموس مرے یہ بدظن

ننگے سر بلوے میں اونٹوں پہ بٹھا کر لائے
چادریں بھی نہیں بیبیوں کو اُڑھا کر لائے

۱۶
کیا کہوں ننھے سے بچوں پہ جو ہے ظلم و ستم | نام لے لے کر مرا روتی ہے سکینہ ہر دم
مارتے ہیں اسے جھنجھلا کے طمانچے اظلم | کان بھی زخمی ہیں گالوں پہ بھی ہے اُسکے ورم

آج جو اس مری پیاری پہ ستم ہوتے ہیں
یہ میری روح پہ وَاللہ اَلم ہوتے ہیں

۱۷
سرِ سَروَر نے فصاحت سے کئے یہ جو بیاں | اپنا سر پیٹ کے رونے لگے یہ خورد و کلاں
خوں تب آگے بڑھا لے کے سرِ شاہِ زماں | دیکھا سب لوگوں نے پھر قید میں ایک ابر جواں

تھا ورم پاؤں پہ سر ضعف سے تھراتا تھا
رسی کھینچے ہوئے اونٹوں کو چلا جاتا تھا

۱۸
ہتھکڑی ہاتھوں میں اور پاؤں میں بھاری زنجیر | کھینچے تلواریں کئی اس کے پس پشت شریر
تھی یہ تاکید کہ چلنے میں نہ کیجو تاخیر | اور تھی ضعف سے اس قیدی کی حالت تغیر

کہتا تھا ظالمو! بے جرم ستاتے ہو مجھے،
چل نہیں سکتا ہوں کھینچے لئے جاتے ہو مجھے

۱۹
جبکہ ڈیوڑھی پہ اسی حال میں پہنچے قیدی | اس گھڑی چھا گئی ہر بی بی کے رُخ پر زردی
بانو دروازے کے بازو سے لپٹ رونے لگی | خاک پر بیٹھ کے یہ کہنے لگی بنتِ علیؑ

وہ ہے مرتد اُسے صورت نہ دکھاؤنگی میں
سامنے حاکمِ اظلم کے، نہ جاؤں گی میں

۳۰

خولی رسّی لئے زینبؑ کی طرف جوں ہی بڑھا   دوڑے سجّادؑ یہ کہتے ہوئے کرتا ہے یہ کیا!

روکے پھر حضرتِ زینبؑ سے یہ عابدؑ نے کہا   رُو بَرُو حاکمِ اظلم کے چلو بہرِ خُدا!

آپ کے رُتبے سے آگاہ یہ جلّاد نہیں

۳۱ بابا صاحب کی وصیت تمہیں کیا یاد نہیں

روکے زینبؑ سے یہ سجّادؑ نے تقریر جو کی   خاک سے بیٹھی چھاتی کو اُٹھی بنتِ علیؑ

پہنچیں دَربار میں رانڈیں تو لگا کہنے شقی   اِن میں ہے کون سی عورت جو یہاں آئی نہ تھی

عرض کی شمرؔ نے تب زینبؑ دل گیر ہے یہ

۳۲ دخترِ فاطمہؑ ہے، شاہ کی ہمشیر ہے یہ

دیکھ زینبؑ کی طرف کہنے لگا وہ ملعون   شرط اب ہے کہ دَرآنے کی سزا میں تجھے دوں

تب کہا زینبِؑ بیکس نے بہا چشم سے خوں   میرے رُتبے کو سمجھتا نہیں اے سفلۂ دوں

دین و دنیا کے شہنشاہ کی بیٹی ہوں میں

۳۳ او ستم گر! اسدُ اللہ کی بیٹی ہوں میں

تجھ کو معلوم نہیں حال مری مادر کا   غیر محرم نے جنازہ بھی نہ جن کا دیکھا

اس کی بیٹی ہوں میں سر ہے مرا مجلس میں کھلا   اب بھی اس ظلم سے دل میں نہیں نادم ہوتا

کیا جواب اس کا پیمبرؐ کو تو دے گا ظالم

۳۴ تو نے برباد کیا خانۂ زہراؑ ظالم

تیغ کیں سبطِ پیمبرؐ پہ چلائی تو نے!   کی بُلا کر مرے بھائی سے بُرائی تو نے!

شکل نامحرموں کو میری دِکھائی تو نے!   ہائے، لُوٹی مری امّاں کی کمائی تو نے!

کچھ سزا تو نے نہ اس ظلم کی پائی ظالم

مرگئے وہ، پہ تجھے موت نہ آئی ظالم

۲۵
سرِدربار جو زینبؑ نے کیا یہ ارشاد برہم اُس دم ہوا وہ دشمنِ دیں حد سے زیاد
بولا خولیؑ سے کہ گویا ہے بہت یہ ناشاد تیغ کو کھینچ کے آئے کوئی جلدی جلّاد
شہِ مظلوم کی خواہر کی اُتارے گردن
تن سے اس بیکس و مضطر کی اُتارے گردن

۲۶
سُن کے یہ کھینچ لی اِک دشمنِ دیں نے تلوار سر جھکا خاک پہ تب بیٹھ گئی زینبؑ زار
دوڑے تھامے ہوئے زنجیر امامِ بیمار لپٹیں یہ کہہ کے تب اُس بی بی سے رانڈیں ناچار
ظلم عورت پہ یہ؟ اللہ سے ڈر اے ظالم!
دخترِ فاطمہؑ کو قتل نہ کر اے ظالم!

۲۷
بلبلانے لگے یہ دیکھ کے ننھے بچے، پیٹ کر سر کو سکینہؑ نے کہا ہاتھوں سے
میری بیکس پھوپھی اماں میں تمہارے صدقے آپ کے بدلے ستمگر مری گردن کاٹے
اَب کہاں ہیں شہِ والا جو بچا دیں تم کو
ہائے جیتے نہیں بابا جو بچا دیں تم کو

۲۸
تخت کے نیچے جو رکھا تھا سرِ شاہِ ہدیٰ بھائی کے سر کی طرف دیکھ کے زینبؑ نے کہا
کچھ خبر ہے تمہیں ؛ جو ظلم ہے مجھ پر ہوتا قتل ہوتی ہوں! بچاتے نہیں مجھکو بھیا
اب تو اے فاطمہؑ کے لال! کرامت کیجئے
اپنی ہمشیر کی اس وقت حمایت کیجئے

۲۹
سرِ منبر سے جو زینبؑ نے کیا یہ مذکور طشت سے بس ہوا اونچا سرِ شاہِ غفور
ہو کے حاکم سے مخاطب یہ کہا ، او مقہور! قتل زینبؑ کو کرے تو ، یہ ترا کیا مقدور
فضلِ خالق سے میں مجبور نہیں ہوں ظالم
اب بھی چاہوں تو ترا تخت اُلٹ دوں ظالم

بنتؑ

تجھ کو معلوم نہیں کیا میری خواہر ہے یہ او ستمگر! جگر و جانِ پیمبرؐ ہے یہ
بخدا حیدرِ کرّار کی دختر ہے یہ بنتِ زہراؑ ہے یہ زہراؑ کے برابر ہے یہ
ہاتھ گر اس پہ اٹھا تیرا تو گل جاوے گا
۳۱ بد نگہ سے اسے دیکھے گا تو جل جاوے گا

میں نے تو سجدۂ خالق میں کٹایا سر کو تو نے لٹوا لیا ملعونوں سے میرے گھر کو
سر برہنہ کیا، اہلِ حرمِ مضطر کو اب ستا نا نہ، خبردار، مری خواہر کو
منہ چھپانے کو نہ برقع نہ ردا دیتا ہے
۳۲ دخترِ فاطمہؑ زہرا کو سزا دیتا ہے

اس ستم کی جو خبر خلد میں پاوے گی بتولؑ اپنا سر کھولنے تلے عرش کے جاوے گی بتولؑ
پایۂ عرش کو جس وقت ہلائے گی بتولؑ حق کا دریائے غضب جوش میں لاوے گی بتولؑ
سرِ مخدومہ کونین جو عریاں ہوگا
۳۳ درہم و برہم ابھی، دفترِ امکاں ہوگا

معجزے سے سرِ سرور نے جو یہ باتیں کیں بھاگا تب تخت سے بس اٹھ کے وہ ملعون بے دین
خوف سے درہم و برہم ہوا دربارِ لعیں بس انیسؔ! آگے مجھے لکھنے کی اب تاب نہیں
جس سے غمگیں ہیں نبیؐ آہ یہ وہ ماتم ہے
جس کا پایاں نہیں، واللہ یہ وہ ماتم ہے ختم شد

رباعی

کس جسم پہ بل کروں کہ شہ زور ہوں میں دیکھو کہ ضعیف صورتِ مور ہوں میں
تن پر یہ پڑی ہے گردِ بازارِ ہوتا ہے یقیں کہ زندہ درگور ہوں میں

(۴۰)

اہلِ بیتؑ یزیدؔ کے دربار میں

۱

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی — بے تاب ہیں، بے صبر ہیں، جی کھوتے ہیں قیدی
منہ گرد بھرے، آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی — بچّوں کو لیے گودیوں میں، روتے ہیں قیدی
فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تن میں
۲ دہشت سے ستم گاروں کی لرزہ ہے بدن میں

دل ہَول کے مارے نہیں سینوں میں سماتے — ہیں خاک بھرے بالوں سے چہروں کو چھپاتے
زینبؑ کا یہ عالم ہے کہ ہیں غش پہ غش آتے — سہمے ہوئے بچّے ہیں یہ ماؤں کو سناتے
دم ہونٹوں پہ ہے قید کی ایذا و محن سے
۳ کیا گردنیں پھر باندھیں گے جلّاد رسن سے

تھا شور کہ اے قیدیو! دربار میں جاؤ! — کیا بیٹھے ہو زنداں میں، قدم جلد اٹھاؤ!
خالق نے کیا رحم، اب آنسو نہ بہاؤ — کھلتے ہیں رسنِ ظلم کے، ڈھیلے کریں، آؤ!
حاکم کو دعا دو! کہ تمہیں شاد کرے گا
۴ اب قتل نہیں کرنے کا، آزاد کرے گا

سن کر یہ سخن کہنے لگی زینبؑ ناچار — اِک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
کیا کام ہے اب؟ کیوں ہے بلایا سرِ دربار — نے سر پہ ردائیں ہیں، نہ ہے طاقتِ گفتار
لے جاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ستم کو
گھُل گھُل کے اسی قید میں مرجانے دو ہم کو

مشہور ہوں میں فاطمہؑ کے لال کی شیدا   جب وہ نہ ہوئے، قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
اَب قید کا غم ہے نہ رہائی کی تمنّا   مَر جاؤں میں زنداں میں تو رہ جائے یہ پردا
چرچا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ
۶ چہلم نہ ہوا بھائی کا، اور مر گئی زینبؑ

مارے گئے عباسؑ دِلاور مِرے آگے   دنیا سے گئے اکبرؑ و اصغرؑ مرے آگے
بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے   خالی ہُوا زہراؑ کا بھرا گھر مرے آگے
غم کھاتی ہے اور خونِ جگر پیتی ہے زینبؑ
۷ وہ شیر تو مارے گئے اور جیتی ہے زینبؑ

بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اَب کیا؟   بیٹے ہیں کہ پھر جن سے ہو مِلنے کی تمنّا!
قاسمؑ ہیں کہ دکھلائیں گے آکر مجھے سہرا؟   اکبرؑ ہیں جنھیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا!
لاشے بھی ابھی تک نہیں پیاروں کے گڑے ہیں
۸ آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں

جو بھائی کے مرنے سے ستم میں نے اُٹھائے   دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اللہ دِکھائے،
نیزے مرے شانوں پہ لعینوں نے چبھائے   بازو مرے باندھے مجھے دربار میں لائے،
بھائی کی عزادار ہوں اور خستہ جگر ہوں
۹ عاشورِ محرّم سے میں اب تک کھلے سر ہوں

کہہ دو مجھے دربار میں حاکم نہ بلائے   خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دِکھائے
گر قتل ہو منظور تو قاتل یہیں آئے   موجود ہوں خنجر مری گردن پہ پھرائے
فکرِ غم و اندوہ سے آزاد ہو زینبؑ،
سَر تن سے جدا ہو تو بہت شاد ہو زینبؑ

۱۰
فرمانے لگے رو رو کے تب عابدِ بیمار — اِس وقت پھوپھی جان، مناسب نہیں تکرار
یاں بس ہے، اِسی طرح چلو پھر سرِ دربار — دیکھیں تو کہ کیا کہتا ہے اب حاکمِ غدّار
کب سے نہیں کی سبطِ پیمبر کی زیارت
شاید ہو میسّر سرِ سرور کی زیارت

۱۱
رو کر کہا زینبؑ نے، جو مرضی تری پیارے — مختار ہو تم اب تو، ہوں میں ساتھ تمہارے
سُن کر یہ سخن خاک سے قیدی اُٹھے سارے — پر سب کے قدم کانپتے تھے ضعف کے مارے
نورانی بدن گردِ غریبی سے اَٹے تھے
بکھرے ہوئے تھے بال، گریبان پھٹے تھے

۱۲
اس حال سے پہنچے جو وہ بیکس سرِ دربار — تعظیم کو مسند سے اُٹھا حاکمِ غدّار
کاٹی گئیں جب بیڑیاں اور طوقِ گراں بار — گردن کو جھکا کر رونے لگے عابدِ بیمار
صدمے سے جو اشکِ شہِ خوش خو نکل آئے
اس وقت تو حاکم کے بھی آنسو نکل آئے

۱۳
بعد اس کے یہ عابدؑ سے لگا کہنے وہ جلّاد — مجبور نہایت ہوں میں اے سیدِ سجّادؑ
تھا دشمنِ شہؑ ابنِ زیادِ ستم ایجاد — میں خانۂ زہراؑ کو نہ کرتا کبھی برباد
بے کس کے ستانے میں مجھے فائدہ کیا تھا
لیکن وہ ہوا، جو کہ مقدر میں لکھا تھا

۱۴
عابدؑ نے کہا، گو کہ ہیں ہم بے سر و سامان — پر یہ نہیں منظور کریں غیر کا احسان
سب مشکلیں بندوں کی خدا کرتا ہے آسان — چھٹنے کی خوشی ہے، نہ وطن جانے کا ارمان
اِک گھر دے، وہاں ماتمِ شبیرؑ کریں ہم،
سامانِ عزائے شہِ دلگیر کریں ہم

۱۵

اور دوسرے ہیں آلِ نبی با سرِ عریاں — لوٹا ہوا اسباب منگا دے ہمیں اس آں
میں اپنے بزرگوں کے تبرک کا ہوں خواہاں — بس ہے وہی، ہم بے سر و سامانوں کا ساماں
حیدرؑ کا عمامہ ہے، محمدؐ کی عبا ہے،
اور کہنہ سہی اک فاطمہؑ زہرا کی ردا ہے

۱۶

لوٹا ہوا اسباب جو حاکم نے منگایا، — تب خیمہ سے لباس شہِ دیں کشتی میں لایا
سجادؑ کا دل سینے میں اُس وقت بھر آیا — سر پیٹ کے یہ زینبؑ بیکس نے سُنایا
اِس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے لوگو!
بھائیؑ کے مجھے خون کی بُو آتی ہے لوگو!

۱۷

ہے ہے مجھے پوشاک برادر کی دکھا دو — پیراہنِ شبیرؑ کی بُو مجھ کو سنگھا دو
عمامۂ گل گوں مری آنکھوں سے لگا دو — عابدؑ نے کہا جلد یہ پوشاک چھپا دو
واللہ! ابھی جی سے گزر جائے گی زینبؑ
اِن کپڑوں کو دیکھے گی تو مر جائے گی زینبؑ

۱۸

حاکم نے جو دیکھی شہِ مظلوم کی پوشاک — ٹکڑے تھا ہر اک جا سے وہ ملبوسِ تنِ چاک
عابدؑ سے یہ تب کہنے لگا حاکمِ سفّاک — یہ رختِ کہن پہنے تھے سبطِ شہِ لولاک!
حیرت ہے مجھے جامۂ شاہِ شہدا پر
دعویٰ تھا خلافت کا اسی کہنہ قبا پر؟

۱۹

رو کر کہا عابدؑ نے کہ او حاکمِ غدّار — معراج میں پہنے تھے اِسے احمدِ مختار
ایسی نہ تھی واللہ قبائے شہِ ابرار — یہ تیروں کے، اور نیزوں کے روزن ہیں ستمگار
تلواروں سے ٹکڑے جسدِ پاک ہوا ہے
یوں ہی مرے بابا کا بدن چاک ہوا ہے

۲۰
اکبرؑ کی جو پوشاک تھی تر خون سے ساری
دیکھا جو اُسے بانوئے بیکس یہ پکاری
ہم شکلِ پیمبرؐ! ترے شملے کے میں واری
آنکھوں کے تلے پھرتی ہے تصویر تمہاری
طے کرکے بہت جلد، یہ منزل گئے بیٹا!
کپڑے تو ہیں اور خاک میں تم مل گئے بیٹا

۲۱
کپڑے سحرِ قتل یہ بدلے تھے جو دلبر
کیسے ہی یہ قامت پہ بھلے لگتے تھے اکبرؑ
وہ چاند سے رُخسار، وہ گیسوئے معنبر
دولہا سے بنے، خیمے سے تم نکلے تھے باہر
اب سمجھی، کہ دولت مری کھونے کو چلے تھے
تم قبر کی آغوش میں سونے کو چلے تھے

۲۲
شملے کو اٹھانے جو لگی بانوئے غم خوار
اصغرؑ کا شلوکا نظر آیا اُسے اِک بار
لپٹا کے کلیجے سے پکاری، بہ دلِ زار
اصغرؑ! ترے کُرتے پہ فدا ماں، جگر افگار
مارے گئے دامن میں شہِ تشنہ گلو کے
ننھے سے گریباں میں دھبے ہیں لہو کے

۲۳
کچھ حال مجھے دردِ گلو کا نہ سُنایا
چُپکے رہے اور تیرِ ستم حلق پہ کھایا
مادر نے تو اُجلا تھا تمہیں کرتا پنہایا
دودھ اس پہ ہے کیا ہچکیاں لے لے کے گرایا
پیکاں کے نکلنے کا جو دکھ تم نے سہا ہے
ہے ہے یہ مرا دودھ لہو ہو کے بہا ہے

۲۴
صدقے گئی آباد کیا باپ کا پہلو
ویراں مری گودی ہوئی، اے اصغرؑ مہ رُو
تھی شب کو بہت دودھ کے پینے کی تمہیں خو
اُٹھ اُٹھ کے یہ ماں ڈھونڈتی ہے راتوں کو ہر سو
مجھ کو تو جدائی تری تڑپاتی ہے اصغرؑ
معلوم نہیں تجھے کس طرح سے نیند آتی ہے اصغرؑ

۲۵
اِک کشتی میں رانڈوں کا تھا لُوٹا ہوا زیور — پازیب تھی کبریٰ کی، سکینہ کا تھا گوہر
تب پیٹ کے چھاتی یہ لگی کہنے وہ مضطر — ہے ہے مری بچی! ترے قربان یہ مادر
زنداں سے سوئے خلد سفر کر گئی ہے ہے
گوہر یہ چھپاؤں کیسے، تُو مر گئی ہے ہے

۲۶
زخمی ہوا ہے اِسی بُندے کے لیے کان — کیا قید سے تھا چھوٹنے کا بی بی کو ارمان
دن رات تھا بابا کی نشانی کا تمھیں دھیان — گوہر مرے دلوا دو! یہی کہتی تھیں ہر آن
ماں تم کو کہاں ڈھونڈنے اب جائے سکینہؑ!
گوہر تو مِلے، تم نہ ملیں، ہائے سکینہؑ!

۲۷
جب دے چکا لُوٹا ہوا اسباب ستمگر — عابدؑ سے کہا اب تو عمامہ رکھو سر پر
اور حضرتِ زینبؑ سے کہا اوڑھ لو چادر — عابدؑ نے کہا سر پہ عمامہ رکھوں کیونکر
ہے چاک گریبانِ علیؑ بیٹے کے غم میں
سر ننگے محمدؐ ہیں نواسے کے اَلَم میں

۲۸
ملبوس نہ درکار ہے اب نے زر و زیور — بہرِ حسنؑ و حیدرؑ و زہراؑ و پیمبرؐ
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سرِ انور — تا دفن کروں قبر میں لاشے سے مِلا کر
بابا سا یہی میرے کوئی مظلوم نہیں ہے
جس کا سرِ پُرنور کہیں، لاش کہیں ہے

۲۹
سُن کر یہ سخن کہنے لگا حاکمِ بے پیر — سب کچھ دیا، پر ایک نہ دوں گا سرِ شبیرؑ
جو شیر کہ پی پی کے پلا فاطمہؑ کا شیر — طاقت ہے کہ کوئی اُسے کرتا تہِ شمشیر؟
کچھ اور نہیں بعدِ ظفر ہاتھ لگا ہے!
زر میں نے لُٹایا ہے تو سر ہاتھ لگا ہے!

۳۰
سجاد نے فرمایا کہ او کاذب و مکار وہ غدر ابھی تھا، ابھی یہ کرتا ہے گفتار
خود تو نے کیا قتل کا شبیرؑ کے اقرار خونِ شہدا ہے تری گردن پہ ستمگار
اس دن تجھے محبوب یہ بیداد کرے گی
جب فاطمہؑ اللہ سے فریاد کرے گی

۳۱
حاکم نے بگڑ کر کہا، جلاد کو لاؤ! سجادِ حزیں کو تہہِ شمشیر بٹھاؤ
زینبؑ نے کہا یا اسد اللہ! اب آؤ بابا مرے بیمار بھتیجے کو بچاؤ،
کیسا ہے، عیاں زور ولایت نہیں کرتے؟
صدقے گئی، پوتے کی حمایت نہیں کرتے؟

۳۲
تلوار کو کھینچے ہوئے آیا جو ستمگار سجاد سے لپٹے حرمِ احمدؐ مختار
آواز ید اللہ یہ پیدا ہوئی اک بار کیوں؟ تخت الٹ دوں ترا! او ظالم غدار
قائم رہی دنیا کی بنا جس کے قدم سے
اب اس کا گلا کاٹتا ہے تیغِ دو دم سے

۳۳
سن کر یہ صدا کانپ گیا حاکمِ اظلم عابدؑ کو دیا اس نے سرِ سرورِ عالمؑ
بیٹے نے لیا باپ کا سر ہاتھ میں جس دم دربار سے قیدی چلے، کرتے ہوئے ماتم
دل غم سے انیسؔ جگر افگار تپاں ہے
دفنِ شہدا لکھنے کی اب تاب کہاں ہے

ختم شد

(۴۱)

ناموس پیمبرؐ کی مدینے واپسی ؎

۱
جینے سے غمِ شاہؑ میں بیزار تھی صغریٰ
تنہائی کی آفت میں گرفتار تھی صغریٰ
غش رہتا تھا، اِس طرح کی بیمار تھی صغریٰ
ہوش آتا تو کرتی یہی گفتار تھی صغریٰ
کہتے تو ہیں سب اُٹھ کر چلتی ہوں کیوں نہیں گے بابا
غم یہ ہے کہ جیتا نہ ہمیں پائیں گے بابا

۲
جی چاہتا ہے دیکھ لوں بابا کا میں دیدار
اماں کے گلے سے لگوں، اصغرؑ کو کروں پیار
بھائی علی اکبرؑ کی بلائیں لوں میں بیمار
پھر مر بھی اگر جاؤں تو کچھ غم نہیں زنہار
جیتے جی موئی جاتی ہوں میں یادِ پدر میں
لے لے کے مرے نام کو سب روئیں گے گھر میں

۳
دیوار سے در تک مجھے دشوار ہے جانا
کس سے کہوں، آ کر مجھے بستر سے اُٹھانا
غش آیا تو مشکل ہے بہت ہوش میں آنا
پھر زیست کہاں جب ہوئی طاقت بھی روانا
سب کہتے ہیں آگے سے تو آرام ہوا ہے
یاں گور میں جانے کا سرانجام ہوا ہے

۴
ہر دم ہے کچھ اب نوعِ دگر حال ہمارا
طولِ غمِ ہجراں نے ہمیں مار اُتارا
سب کر گئے بیمار سے اِک بار کنارا
اِتنا بھی کسی شخص نے آ کر نہ پکارا
ہے گھر میں کوئی یا نہیں فرزندِ نبیؐ کے
خط لایا ہوں لشکر سے حسینؑ ابنِ علیؑ کے

۵
یہ کہتی تھی اور روتی تھی منھ ڈھانپے وہ بیمار — نانی نے کہیں سن لی نواسی کی یہ گفتار
تب آکے سرہانے لگی کہنے وہ دل افگار — کیا باتیں پڑی کرتی ہو دل سے مری دلدار
میں تو سنوں مجھ سے تو کرو پیار سے باتیں
کرتے نہیں بی بی در و دیوار سے باتیں

۶
یہ باتیں اکیلی جو کیا کرتی ہو ہر دم — گھبراتی ہو کس واسطے کیا دل کا ہے عالم
ڈرتی ہوں نکل جائے نہ گھبرا کے کہیں دم — کہنے کو مرے مان لو کھاؤ نہ بہت غم
خوش ہونے کی شام و سحر آجاتی ہے صغراؐ
بابا کی تمہارے خبر آجاتی ہے صغراؐ

۷
صغراؐ نے سنی جب کہ یہ نانی کی نصیحت — حیرت سے وہ بس رہ گئی تصویر کی صورت
بھر بھر کے دمِ سرد وہ اور تھام کے رقت — نانی سے یہ بولی وہ مریضِ غمِ فرقت
یہ بات تو کچھ ہوش مرے کھوتی ہے نانی
غمگیں کو بھی دنیا میں خوشی ہوتی ہے نانی

۸
یہ کر کے بیاں نانی سے دل اس کا بھر آیا — بعد آنسوؤں کے آنکھوں سے خونِ جگر آیا
کرتا جو لیا چہرے پہ طوفاں نظر آیا — نانی نے کہا دھیان تمہارا کدھر آیا
موقوف عزیزوں کا گلا ہو گیا صغراؐ
باتیں ابھی کیا تھیں ابھی کیا ہو گیا صغراؐ

۹
یہ باتیں تو اچھی نہیں لگتیں مجھے واری — مانا بھی کرو صدقے گئی بات ہماری
واں اشکوں کے پرنالے تھے لبِ چشموں سے جاری — کیا بولتی منھ سے وہ غم و درد کی ماری
صدمہ الم و ہجر کا کھانے لگا اس کو
چلا کے یہ روئی کہ غش آنے لگا اس کو

۱۰
گھبرا کے کہا نانی نے اس کی یہ کسی سے
کہہ آئے کوئی مادرِ عباسؑ علی سے
آنا ہے تو آؤ کہ چلی فاطمہؑ جی سے
سمجھاؤ سمجھتی نہیں مجھ ظلم زدی سے
جی سے کوئی ساعت میں گزر جائے گی صغراؑ
میں بیٹھی رہ جاؤں گی مر جائے گی صغراؑ

۱۱
جا کر یہ کسی نے کہا عباسؑ کی ماں سے
ہوتا ہے سفر فاطمہؑ صغراؑ کا جہاں سے
بیٹھی ہوئی کیا کرتی ہو جلدی چلو یاں سے
کچھ باتیں تشفی کی کرو اپنی زباں سے
عرصہ ہوا آنکھوں کو نہیں کھولتی صغراؑ
چپ ہو گئی ایسی کہ نہیں بولتی صغراؑ

۱۲
گھبرا گئی یہ سنتے ہی عباسؑ کی مادر
اشک آنکھوں میں بھر کے چلی اوڑھ کے چادر
امِ سلمہؑ سے یہ کہا گھر میں پھر آ کر
کیا حال ہے کیوں غش ہوئی شبیرؑ کی دختر
آج اور ہی اس بچی کی حالت نظر آئی
کیا اس نے سنا لوگو! کہو کیا خبر آئی!

۱۳
یہ کہتی تھی، جو شور ہوا شہر کے اندر
آئے سفرِ کوفہ سے ناموسِ پیمبرؐ
امِ سلمہؑ دوڑی گئیں سنتے ہی دربر
کیا دیکھا کہ روتے ہیں کھڑے عابدِؑ مضطر
اونٹوں کو بٹھایا ہے یہ فریاد و فغاں ہے
جو بی بی اترتی ہے، سو کرتی یہ بیاں ہے

۱۴
ہم جیتے پھرے مارا گیا فاطمہؑ کا لال
حیدرؑ کا چمن باغیوں نے کر دیا پامال
تلواروں سے منہ چاند سے سب خوں میں ہوئے لال
پیاسوں پہ چلیں برچھیاں کیا ان کا کہیں حال
ہم جیتے ہیں قبروں پہ انھیں رو کے ہم آئے
اب ان کو کہاں پائیں جنھیں کھو کے ہم آئے

۱۵
اِس گھر سے سدھارے تھے جو ہمراہ ہمارے　　نیزے پہ چڑھا دینے کو سَر تن سے اُتارے
دیکھا کئے ہم، سامنے وہ سب گئے مارے　　پیاسوں کی بنیں تُربتیں دریا کے کنارے
مَر کر نہ ملا چین کسی تشنہ دَہن کو
۱۶　چالیسویں تک سب رہے محتاج کفن کو

بانو کی جو رانڈوں کی سی صورت نظر آئی　　اور رونے کی دُھوم اہلِ محلّہ نے اُٹھائی
اُمِّ سلمہؓ سُن کے لگی دینے دُھائی　　اَسباب اُٹھا ماتمی صَف جلد بچھائی
صغرؑا سے کہا کر لو گریبان کو پارا
۱۷　دِل کھول کے اب رو لو کہ بابا گیا مارا

یہ سنتے ہی گھبرا گئی وہ بیکس و مضطر　　سر پیٹ کے رونے لگی، پٹک لیا سر پر
رو رو کے یہ کہنے لگی اے خالقِ اکبر!　　فریاد ہے فریاد، لُٹا فاطمہؑ کا گھر
تو مالک و مختارِ قضا اور قدر ہے
۱۸　میں کس لئے جیتی ہوں! مری موت کدھر ہے

پھر بولی کہ بابا سے ملا دو مجھے لوگو!　　یہ سُنتے ہی زینبؑ لگی سر پیٹنے رو رو
بانوؑ سے کہا بیٹی کی صورت کو تو دیکھو　　بابا کو طلب کرتی ہے گودی میں اِسے لو
دم شدّتِ گریہ سے اُلٹ جائے گا اس کا
۱۹　ننھا سا کلیجہ ابھی پھٹ جائے گا اس کا

لے گود میں بانوؑ اسے رو رو کے پکاری　　بابا کہاں! میں جس کو دِکھاؤں تجھے واری
مادر گئی قربان یتیمی پہ تمہاری　　نتھ ناک سے قسمت نے اُتروائی ہماری
پردیس سے جنّت کو سفر کر گئے شبّیرؑ
اے فاطمہؑ میں رانڈ ہوئی، مر گئے شبّیرؑ

۲۰
قاسم ترے عمو کا پسر مرگیا بیٹی ! عباسؑ جہاں سے موئے کو ٹرگیا بیٹی !
پانی کو ترستا علی اکبر گیا بیٹی ! جنت کو مری گود سے اصغر گیا بیٹی !
اِس گھر کی جو آبادی تھی سو لُٹ گئی بَن میں
میں لُوٹی لُٹائی ہوئی آئی ہوں وطن میں

۲۱
صغریٰ تو یہ سنتے ہی لگی پیٹنے سر کو رو رو کے سنانے لگی چلا کے پدر کو
ایسے گئے بابا ! کہ نہ جیتے پھرے گھر کو مایوس کیا دُخترِ مجروح جگر کو
اب آس ہے اتنی کہ جو مر جائے گی صغریٰ
اے سیّدِ بیکس ! تمہیں تب پائے گی صغریٰ

۲۲
جب تک رہوں گی جیتی تبھی تک ہے جُدائی اور مرگئی تو آپ کی پابوسی کو آئی !
آئے نہ تمہیں، اور نہ چچا نے مرے بھائی آفت مری قسمت نے عجب مجھ کو دکھائی
بیمار کو اِس ہجر کی آفت سے نکالو
مجبور ہے صغرا تمہیں چاہو تو بُلا لو

۲۳
بے آپ کے بُلوائے ملاقات ہے دشوار مقتل ہی تلک جا نہ سکی جب کہ میں بیمار
پھر آپ تلک مجھ کو پہونچنے کی کہاں بار بہنوں سے ملی، ماں سے ملی میں جگر افگار
کیا کیا نہ ستم اے سیّدِ ابرار نہ دیکھا
صغرا نے مگر آپ کا دیدار نہ دیکھا

۲۴
سنتی ہوں کہ اکبر بھی ہیں حضرت ہی کے ہمراہ عباسؑ وہیں اور وہیں قاسم نوشاہ
چھوٹا مرا بھیتا علی اصغر بھی وہیں آہ اُس بچے سے ملنے کی زیادہ ہے مجھے چاہ
اِس دُکھ سے رہائی تمہیں دلواؤ گے بابا !
کب سے ہوں میں بچھڑی تمہیں ملواؤ گے بابا

۲۵۔
صغریٰ تو یہ کرتی تھی بیاں باتیں رنجور جو کرنے لگی مادرِ عباسؑ یہ مذکور
اے صاحبو! بے شک تو مرے دل سے گرو دُور بیٹا جو مرا عاشقِ شبیرؑ تھا مشہور
شفقت تھی بہت اُس پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی
کچھ اُس سے بھی خدمت ہوئی فرزندِ نبیؐ کی؟

۲۶۔
میں سُن چکی اتنا تو کہ مارے گئے عباسؑ مرنا تو یقین ہو گیا۔ لیکن ہے یہ وسواس
کس وقت تلک جنگ میں بھائی کے رہے پاس سچ کہدو جو کچھ گذری ہو تو ڑو نہ مری آس
کچھ قاسمؑ و اکبرؑ پہ تو آفت نہیں دیکھی
شبیرؑ کی خیمے سے تو رخصت نہیں دیکھی

۲۷۔
رخصت کو تھا وہ جس گھڑی چلتے ہوئے آیا حق دودھ کا بخشتا تھا مجھ سے مرا جایا
میں نے اُسے یہ کہہ کے تھا چھاتی سے لگایا شبیرؑ کے قدموں پہ جو سر تو نے کٹایا
تو دودھ بھی بخشوں گی، دعا بھی تجھے دونگی
جان اپنی بچائی تو کبھی نام نہ لوں گی

۲۸۔
زینبؑ نے کہا کیا کہوں عباسؑ کی جرأت کچھ شہؑ کے علمدار کی پوچھو نہ حقیقت
قاسمؑ سے بھی پہلے وہ طلب کرتا تھا رخصت پر ابنِ حسنؑ پا چکا جس وقت شہادت
اُس وقت عجب بے کسی تھی شاہِ اُممؐ پر
رخصت کے لئے گرتا تھا عباسؑ قدم پر

۲۹۔
زینبؑ سے یہ سُن مادرِ عباسؑ پکاری شرمندہ کیا تم نے حسنؑ سے مجھے، واری
کلثومؑ نے تب یوں کہا با گریہ و زاری اُس نے تو رضا مرنے کی مانگی کئی باری
کیا کرتا؟ کہ مغموم بہت ہوتے تھے شبیرؑ
منہ دیکھتے تھے بھائی کا اور روتے تھے شبیرؑ

۳۰
جب حال سکینہؑ کا ہوا پیاس سے تغیّر
بس اُس گھڑی ناچار ہوئے حضرتِ شبّیرؑ
بھائی سے کہا کچھ کرو اب پانی کی تدبیر
کچھ بس نہیں اب تم سے جدا کرتی ہے تقدیر
یہ سُن کے لگا رونے وہ شیدائے سکینہؑ
اور لے کے گیا مشک وہ سقّائے سکینہؑ

۳۱
واں فوج سے لڑ بھڑ کے بھرا مشک میں پانی
اور گھر کو چلا حیدرِ کرّار کا جانی
پھر ٹوٹ پڑے پیاسے پہ وہ ظلم کے بانی
چھانا اُسے بھی تیروں سے اور مشک بھی چھانی
پانی بھی بہا تن سے گرے ہاتھ بھی کٹ کر
اور گر پڑا عبّاسؑ بھی گھوڑے سے اُلٹ کر

۳۲
اِس خوبی سے مارا گیا فرزند تمہارا
دودھ اس کو نہ بخشا تھا تو اب بخشو خدارا
پھر فاطمہ زہرا کو وہ کیونکر نہ ہو پیارا
واللہ سر اُس نے قدمِ شاہ پہ وارا
دِکھلائی وہ جاں بازی شہِ تشنہ دہن کو
راضی کیا حیدرؑ کو محمدؐ کو حسنؑ کو

۳۳
یہ سُنتے ہی بس مادرِ عبّاسؑ دلاور
قبلے کی طرف گر پڑی سجدے کو زمیں پر
جب کر چکی سجدہ تو یہ کہنے لگی رو کر
سب مل کے کرو ماتمِ فرزندِ پیمبرؐ
یہ جو کہا، غُل ہونے لگا سینہ زنی کا
اور ذکر تھا شبّیرؑ کی تشنہ دہنی کا

۳۴
بولی کوئی، بھیتے نہ رہے قاسمؑ مضطر
بولی کوئی، بے جان ہوئے عبّاسؑ دلاور
بولی کوئی، سر پیٹ کے ہے ہے علی اکبرؑ
بولی کوئی، مارا گیا پیاسا علی اصغرؑ
وہ ساندیں تھیں اور ماتمِ شاہِ شہدا تھا
کیا کہیے انیس اس کو جو کچھ حشر بپا تھا

ختم شد

نوحہ جات

کہتی تھی رو کے زینبؑ یہ رن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا — سر کٹائے پڑا ہے تو رن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا
خون جاری رگوں سے ہوا ہے گویا دریا لہو کا بہا ہے — تیر کاری لگے ہیں بدن پر ہائے زہرا کے پیارے حسینا
رونے دیتے نہیں غم زدوں کو مارتے ہیں عدو ہم سبھوں کو — بیٹھیں کیونکر بندھے ہیں رسن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا
تیرے لاشے کو کیونکر اٹھاؤں اپنی چادر زمیں پر بچھاؤں — خاکِ صحرا بھری ہے بدن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا
ہم کو امت نے کیسا ستایا پیشِ حاکم کھلے سر بلایا — اور علی کو رلایا کفن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا
اے انیس اب اڑا خاک رو کر چھپ گئی لاشۂ شکلِ سرور — چاند زہرا کا آیا گہن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

نوحہ

زینبؑ نے کہا بیبیو لو مر گئے بھائی — پردیس میں برباد مجھے کر گئے بھائی
اے وا اسفا احمد و زہراؑ و علیؑ کے — مرنے سے ترے تین اُجڑ گھر گئے بھائی
زخموں سے بدن چور نہ تن پر سرِ اقدس — اِس شکل سے تم پیشِ پیمبر گئے بھائی
کیا فاطمہ کا حال ہوا ہوئے گا اُس دم — جس وقت کہ تم خُلد میں بے سر گئے بھائی
قاسمؑ گئے، عباسؑ گئے، عونؑ و محمدؑ — ہمراہ ترے اکبرؑ و اصغرؑ گئے بھائی
زینبؑ یہی کہتی تھی انیسِ جگر افگار — کس ملک کو دنیا سے سفر کر گئے بھائی

نوحہ

چہلم ہے آج سرورِ عالی مقام کا — عریاں ہے سر رسولِ علیہ السلام کا
زنداں سے چھٹ کے آئے ہیں مقتل میں اہلبیت — لاشا اٹھانے سبطِ رسولِ انام کا
تیاریاں ہیں دفن شہیدانِ پاک کی — مرقد بنا ہے رن میں ہر اک نیکنام کا
فضہ پکاری بیبیو آکر شریک ہو — سجاد دفن کرتے ہیں لاشا امام کا
بھائی کے ساتھ گاڑ دو اے کاش مجھکو بھی — تھا یہ بیان زینبِ ناشاد کام کا
کہتی تھی بانوؑ ملتا جو اک جام شیر کا — دلواتی فاتحہ علی اصغرؑ کے نام کا
یارب دعا ہے تجھ سے یہ ہر دم انیس کی — روضہ دکھا حسینؑ علیہ السلام کا

از ادارہ یادگار میرانیس

سلام

میرانیس

سلامی کی حسرت کا چارا نہیں — امامِ زماں آشکارا نہیں
عجب منزلِ بیکسی ہے لحد — کسی کو کسی کا سہارا نہیں
غمِ شاد سے گلشنِ دہر میں — گریبان کس گل کا پارا نہیں
یہ گویا ہوئی شاہ کی ذوالفقار — ق — کہ اعدا کا طعنہ گوارا نہیں
حضور اُن پہ کرتے ہیں لطف و کرم — ذرا جن کو تم سے مدارا نہیں
علی کی قسم کیجئے اب علم — تحمل کا اب مجھکو یارا نہیں
وہ دریا ہوں میں جس میں عالم ہو غرق — کنارے کا میرے کنارا نہیں
وہ آتش ہوں سیماب ہیں اہلِ شر — کبھی قاتمُ النّار پارا نہیں
مجھے فاطمہ سے خجالت نہ ہو — بس اب دیر مجھکو گوارا نہیں
جواب اُن کو کیا دوں گی پوچھیں گے جب — سرِ شمر تو نے اُتارا نہیں
کہا شہ نے یہ سب سہی پر ہمیں — کوئی جد کی اُمت سے پیارا نہیں
مرقع شہیدوں کا سب ہے مگر — ق — شبیہ نبیؐ آشکارا نہیں
ندا دی کبھی رو کے سوئے فلک — ستارے ہیں سب وہ ستارا نہیں
کبھی آہ کی رکھ کے سینے پہ ہاتھ — دلا درد کا اپنے چارا نہیں
پکارے کبھی لے کے اکبر کا نام — مری جان رو ٹھو خدارا نہیں
ہوئے قتل اکبر تو دل نے کہا — حسینؑ اب تحمل گوارا نہیں
سکینہ پکاری بندھا جب گلا — اخی اب تحمل کا یارا نہیں
وہ بولے بندھے ہیں مرے ہاتھ بھی — بہن کیا کریں بس ہمارا نہیں
گرے شہ تو دیکھا زمیں صاف ہے — کہیں خار و خس آشکارا نہیں

کہا دل سے کس نے یہ جھاڑ مکاں — کوئی دوست باقی ہمارا نہیں
ندا آئی واری تردد ہے کیا — کہیں ماں کو تم سے کنارا نہیں
ہزاروں جراحت ہیں اور اک بدن — کوئی عضو ثابت تمہارا نہیں
غضب تھا جوان زخموں میں چھپتے خار — ترا بال بیکا گوارا نہیں
مکان کون گنجِ شہیداں میں ہے — کہ بالوں سے میں نے بہارا نہیں
ملی جب کہ لاشِ پسر بولے شاہ — ق کوئی زیست کا اب سہارا نہیں
کبھی نہر سے یوں مخاطب ہوئے — کہ تجھ میں تو موتی ہمارا نہیں
کہاں زخم کھایا کدھر گر پڑے — نشاں قتل گہ میں تمہارا نہیں
کلیجے میں شاید زیادہ ہے درد — کہ بابا کو اب تک پکارا نہیں
کہا شمر نے حُرؑ سے ہنگامِ جنگ — ق شجاعوں کو لازم کنارا نہیں
خلیفہ سے پھر کر نہ جا سوئے شاہ — مجھے تیرا نقصاں گوارا نہیں
اِدھر سیر پانی سے ہیں سب دلیر — اُدھر بوند بھر کا سہارا نہیں
یہی وقتِ اخذِ زر و مال ہے — پھر آنے کا یہ دن دوبارا نہیں
وہ غصہ سے بولا کہ بس بس خموش — کہ اب ضبط کا دل کو یارا نہیں
سر و جان و تن مال و فرزند و زن — کوئی ابن زہرا سے پیارا نہیں
کنارا کیا شہ نے دریا سے جب — ہمیں کیوں مناسب کنارا نہیں
ندائے علیؑ آئی اے حُرؑ یہ کہہ — تجھے حالِ غیب آشکارا نہیں
علیؑ دیں گے کوثر سے بھر بھر کے جام — کسی کا وہاں کچھ اجارا نہیں
مبارک ہمیں خلد تجھ کو سقر — وہ تیرا نہیں یہ ہمارا نہیں
چلو کربلا بے تردد انیس — ہے کارِ خیر استخارا نہیں

سلام

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں
وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے ہیں

کبھی بُرا نہیں جانا کسی کو اپنے سوا
ہر ایک ذرّے کو ہم آفتاب سمجھے ہیں

کریم مجھ کو عطا کر وہ فقر دنیا میں
کہ جس کو فخرِ رسالتمآب سمجھے ہیں

ابوترابؑ کے دَر کا ہے ذرّۂ بے قدر
ہم آسماں پہ جسے آفتاب سمجھے ہیں

شباب کھو کے بھی غفلت وہی ہے پیروں کو
سحر کی نیند کو بھی شب کا خواب سمجھے ہیں

جھکائیں سر کو نہ کیونکر عراق کے فصحا
سوالِ شاہؑ کو سب لاجواب سمجھے ہیں

خدا کی راہ میں ایذا سے جن کو راحت ہے
زمینِ گرم کو وہ فرشِ خواب سمجھے ہیں

انیس مخمل و دیبا سے کیا فقیروں کو
اِسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہیں

دیگر

انساں کو چاہیئے کہ خیالِ قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب نہ رسولِ خدا رہے

کیا قہر ہے امام کو پہنائیں بیڑیاں
حبل المتیں جو ہو وہ رسن میں بندھا رہے

کشتی کو اس کی موجِ حوادث سے خوف کیا
بحرِ جہاں میں جس کا علیؑ ناخدا رہے

دُنیا کا بھی محل ہے بہت عاریت سرا
ہم آج رہ کے اُٹھ گئے کل اور آ رہے

یارب ہو بیچ میں لحدِ ذاکرِ حسینؑ
ہو اُس طرف نجف تو اِدھر کربلا رہے

زینبؑ کو آ رہی تھی صدا شہ کی بعدِ قتل
اب تا بہ حشر تم سے بہن ہم جُدا رہے

بحرِ جہاں میں قطروں نے بھی سر اُٹھائے ہیں
دیکھیں گے ہم حبابوں کی کب تک ہوا رہے

اللہ کیا نمک ہے کلامِ انیس میں
دشمن بھی گر پڑھے تو زباں پر مزا رہے

فہرست سلام و رباعی


maablib.org


maablib.org

انتخابِ میر انیسؔ

ایڈیشن	تعداد	سنہ	ایڈیشن	تعداد	سنہ
۱	۳۰۰۰	۱۹۶۳ء	۱۳	۲۰۰۰	۱۹۹۷ء
۲	۱۰۰۰	۱۹۶۸ء	۱۵	۳۰۰۰	۱۹۹۹ء
۳	۱۲۵۰	۱۹۷۰ء	۱۶	۲۰۰۰	۲۰۰۱ء
۴	۲۵۰۰	۱۹۷۱ء	۱۷	۲۰۰۰	۲۰۰۲ء
۵	۳۷۰۰	۱۹۷۳ء	۱۸	۲۰۰۰	۲۰۰۳ء
۶	۵۰۰۰	۱۹۷۵ء	۱۹	۲۰۰۰	۲۰۰۳ء
۷	۶۰۰	۱۹۷۶ء			
۸	۳۰۰۰	۱۹۷۷ء			
۹	۲۰۰۰	۱۹۷۸ء			
۱۰	۵۰۰۰	۱۹۸۱ء			
۱۱	۱۰۰۰	۱۹۸۹ء			
۱۲	۱۰۰۰	۱۹۹۳ء			
۱۳	۱۰۰۰	۱۹۹۶ء			

اس ہر دلعزیز کتاب کی کل اشاعت : ۴۳۰۵۰

اللہ تعالیٰ نے میر انیسؔ کو یہ اعزاز و کمال عطا کیا ہے کہ ان کے زیادہ تر اشعار کی نثر بھی وہی ہوتی ہے جس ترتیب سے ان کے اشعار موجود ہیں۔ اللہ جسے چاہے جیسے چاہے اعزاز اور کمال عطا فرماتا ہے۔

(ملنے کا پتہ)

اسٹاکسٹ اور ڈسٹری بیوٹر: **محفوظ بک ایجنسی** مارٹن روڈ کراچی 74800

Tel: 4124286, 4917823 Fax: 4312882

E-mail : anisco@cyber.net.pk